اردو ترجمہ

لطائفِ سرّیہ

مسعود حسن شہابؔ دہلوی

اردو اکیڈمی بہاولپور
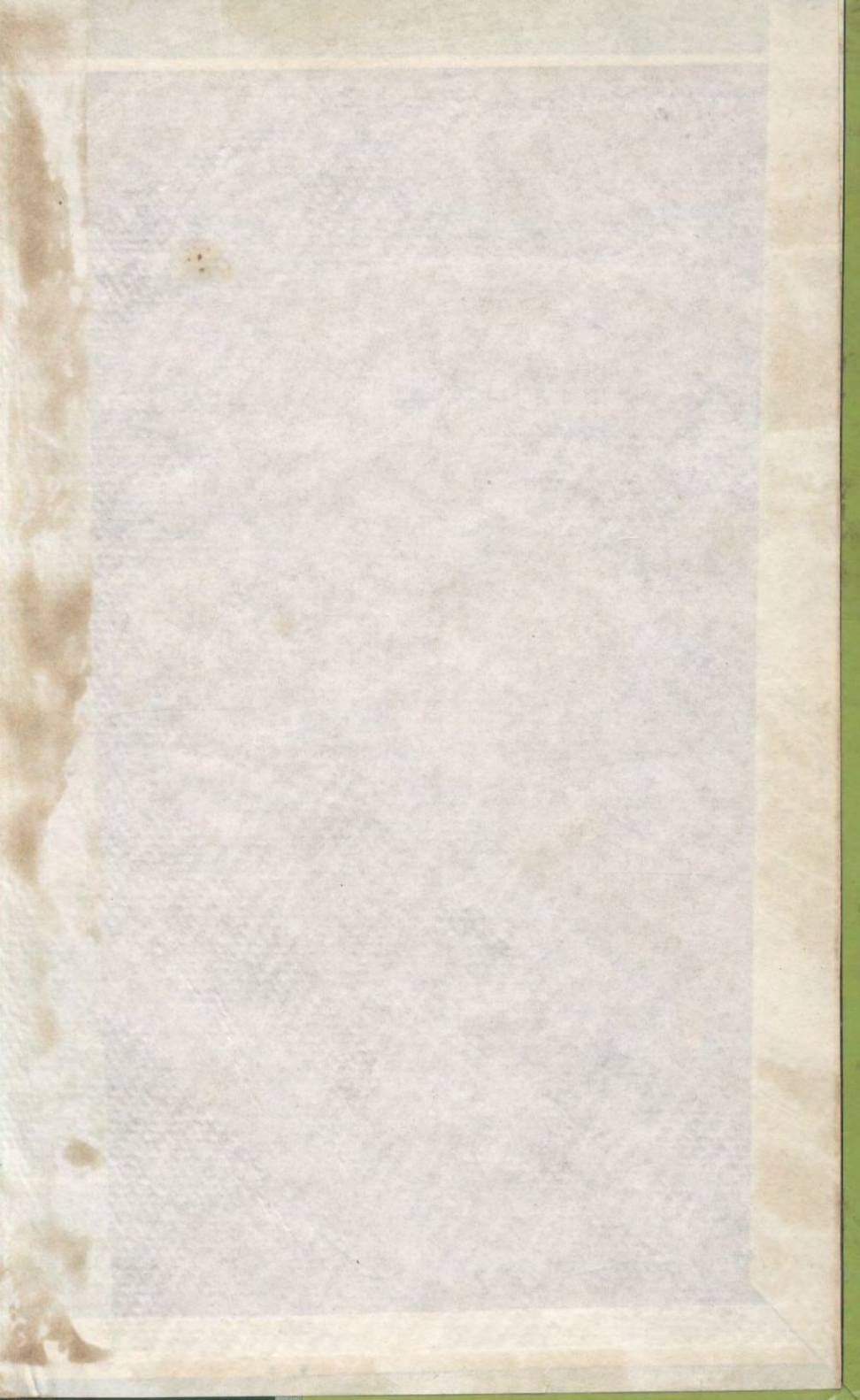
اردو ترجمہ

لطائفِ نصیریہ

مترجم
مسعود حسن شہاب

ناشر
اردو اکیڈمی بہاولپور

سال اشاعت بار اول مارچ ۱۹۸۰ء

بار دوم مارچ ۱۹۸۹ء

طابع فرنٹیر پرنٹرز لاہور

قیمت : ۴۰ روپے

ترتیب

تقریظ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

اَمَّا بَعْد

اولیاء اللہ کا وجود قرآن وحدیث کی جیتی جاگتی صورت اور ان کے منقولات قرآن وحدیث کی شرح ہیں کیونکہ یہی وہ نفوسِ قدسیہ ہیں۔ جنہوں نے صحابہ کرام کی طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری و باطنی تعلیمات کو اپنایا اور قربِ الی اللہ اور وصل و معرفتِ حق تعالیٰ کے بلند مقامات پر پہنچ گئے۔ لہٰذا ان حضرات کے حالات زندگی اور ملفوظات کو آنے والی نسلوں تک پہنچانا اسلام کی حقیقی تبلیغ ہے کیونکہ اس میں قال اور حال دونوں شامل ہیں بخلاف علمائے ظواہر کی تعلیمات کے جن میں قال تو ہے حال مفقود، یا خال خال ہے۔ عارفِ رومی فرما گئے ہیں۔ ؎

قال را بگذار و مردِ حال شو   پیشِ مردِ کاملے پامال شو

علمائے ظواہر اور اولیاء اللہ میں یہ فرق ہوتا ہے کہ جہاں اول الذکر اسلام کی ظاہری رسومات پر اکتفا کر لیتے ہیں وہاں آخر الذکر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلکر ذاتِ باری تعالیٰ کا قرب و وصال بھی حاصل کر لیتے ہیں چنانچہ ان دونوں جماعتوں کی تعلیمات میں بھی یہی فرق ہوتا ہے کہ اولیاء کرام تو اپنی روشن ضمیری یعنی باطنی آنکھوں سے مریدین کے قلب پر نگاہ ڈالکر اور باطنی امراض کی تشخیص کر کے مناسب علاج کرتے ہیں لیکن علمائے ظواہر اس طریق علاج سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جہاں علمائے ظواہر پیاسے اور بھوکے کے سامنے شربت اور پلاؤ پر زوردار لکچر پر اکتفا کرتے ہیں اہل اللہ حضرات پیاسے

کے حلق میں شربت ڈال کر اُسے سیراب کرتے ہیں۔ یعنی سامنے بٹھا کر ذکر اللہ سے انکے قلوب کو زندہ کرتے ہیں اور تزکیۂ نفس جو آیۃ پاک یُزَکِّیۡهِمۡ وَیُعَلِّمُهُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَةَ کا خاصہ ہے کے ذریعے اسکی روح کو قوتِ پرواز بخشتے ہیں جس سے وہ پرواز کر کے ذاتِ حق میں واصل ہو جاتے ہیں۔ یہ مقام فنا فی اللہ ہے لیکن جہاں جوگیوں اور عیسائی راہبوں کی آخری منزل فنا فی اللہ ہے اور وہ بھی ادنٰے درجہ کی فنا کیونکہ فنا کے بھی بے شمار مدارج ہیں۔ اکابرِ اولیائے کرام کو حق تعالٰے کے فضل و کرم اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی باطنی توجہ سے فنا فی اللہ کے نہ صرف بلند ترین مدارج حاصل ہوتے ہیں بلکہ وہ مقام بقا باللہ سے بھی سرفراز ہوتے ہیں جو عروج بشر کی آخری منزل ہے۔ فنا اور بقا میں یہ فرق ہے کہ جہاں فنا فی اللہ سے مکمل استغراق اور محویت ہوتی ہے مقام بقا باللہ صحو اور ہوشیاری کا مقام ہے۔ مقام فنا میں بمصداق حدیثِ قدسی بِیۡ یَسۡمَعُ، بِیۡ یَبۡصِرُ وَبِیۡ یَبۡطِشُ اور بِیۡ یَمۡشِیۡ سالک صفاتِ الٰہیہ سے متصف ہوتا ہے جیساکہ حدیث تخلقوا باخلاقِ اللّٰہ سے ظاہر ہے۔ اس مقام پر اس کے کشف و کرامات و تصرفات کا آغاز ہوتا ہے اور بمصداق اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَةً۔ بحیثیت انسانِ کامل خلافتِ ارضی کا تاج اس کے سر پر رکھا جاتا ہے۔ جسطرح کسی بادشاہ کے نائب کو شاہی اختیار بھی تفویض کئے جاتے ہیں تاکہ وہ اسکی طرف سے ملک پر حکومت کر سکے بعینہٖ مقام فنا فی اللہ پر پہنچا کر سالک کو بھی کشف و کرامات، تصرفات اور خوارق کی صورت میں باطنی اختیارات دیئے جاتے ہیں۔ تاکہ کائنات پر بطور خلیفۃ اللہ حکومت کر سکے۔ یہ کام مقام فنا پر انجام نہیں ہو سکتا کیونکہ وہاں محویت محویت ہے۔ بلکہ مقامِ بقا باللہ پر انجام پا سکتا ہے جب سالک مقامِ دوئی یا مقامِ کثرت میں واپس آ کر منصب خلافت الٰہیہ کے فرائض انجام دینے کے قابل ہوتا ہے قارئین کرام پر ان مختصر الفاظ سے واضح ہو گیا ہو گا کہ یہ جو آجکل خلافتِ الٰہیہ کے نعرے بلند ہو رہے ہیں اس عظیم مقصد کی انجام دہی کیلئے شدید عبادات، ریاضات اذکار، مشاغل و مراقبات کے ذریعے حصول مقام فنا فی اللہ اور بقا باللہ از حد ضروری

ہے۔ ہر بوالہوس کے بس کی بات نہیں ہے۔ سرمدؒ نے خوب کہا ہے۔

سرمد غمِ عشق بوالہوس راند ہند سوزِ دلِ پروانہ مگس را ند ہند
عمرے باید تا یار آید بکنار ایں دولتِ سرمد ہر کس را ند ہند

چنانچہ ہم جناب سید مسعود حسن شہاب زاد عمرہٗ و فضلہٗ کے بے حد ممنون ہیں جو وقتاً فوقتاً اولیائے کرام کے احوال و مقامات بیان کرنیکی خاطر کتب ترتیب دیتے اور شائع کرتے رہتے ہیں۔ اس سلسلے میں انکی تالیفات اولیائے بہاول، خواجہ غلام فرید کی حیات و شاعری اور تکملہ سیر الاولیاءؒ قابل قدر مساعی ہیں جنکے ذریعے ان خاصانِ خدا کی تعلیمات اور بلند روحانی منازل و مقامات سے عوام اور خواص کو آگاہی ہوئی ہے۔

زیرِ نظر کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے یہ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی قدس سرہٗ کے احوال و مقامات پر مشتمل کتاب لطائفِ سیریہ کا اردو ترجمہ ہے جس کیلئے عرصہ دراز سے نگاہیں ترس رہی تھیں۔ جناب شہاب صاحب نے انتھک کوششوں سے اس مفید اور ضروری کام کو بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا ہے۔ اگرچہ یہ کتاب معانی اور روحانی مطالب کے لحاظ سے بے حد ادق ہے لیکن اسے شہاب صاحب کا کمال سمجھنا چاہیئے کہ انہوں نے اپنی شگفتہ تحریر سے ادق حقائق کو بھی نہایت سہل بنا دیا ہے اور ایک عام آدمی بھی اس سے آسانی کے ساتھ استفادہ کر سکتا ہے۔ خدا تعالٰی ان کو جزائے خیر عطا فرماویں۔ حقیقت یہ ہے کہ اولیائے کرام کے احوال و مقامات سے دنیا کو آگاہ کرنے کی جتنی آج ضرورت ہے پہلے کبھی نہیں تھی۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ نہ صرف ہم مسلمان علمائے ظواہر کی ظاہری تعلیمات کیوجہ سے روحانیت اسلام اور روح ایمان سے بے بہرہ ہو چکے ہیں بلکہ ساری دنیا میں مادیّت (MATERIALISM) اور لادینیّت (SECULARISM) کا زور ہے اور طاغوتی طاقتیں کھلم کھلا ذاتِ باری کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے دنیا کو گمراہ کر رہی ہیں اور بقول شخصے ؎

ہم تو ڈوبے ہیں صنم تمکو بھی لے ڈوبینگے

اپنے ساتھ ساری دنیا کو تباہی و بربادی کے گڑھے کی طرف دھکیل رہی ہیں اس

عالمگیر تباہی سے بچنے کے لئے ایک حل باقی ہے اور وہ ہے روحانیت اسلام۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب یورپ بدترین قسم کی جہالت، بربریت، تاریکی اور عوام کے استحصال میں مبتلا تھا اور دانشوروں اور سائنسدانوں کو چن چن کر چرچ کی قائم کردہ عدالتوں کے حکم سے تختہ دار پر لٹکایا جا رہا تھا، زندہ جلایا جا رہا ہے اور کتب خانوں کو نذر آتش کیا جا رہا تھا تو یورپ کے مقفل دروازے توڑ کر تمدن اسلام اندر داخل ہوا جسے دیکھ کر اہل یورپ کی آنکھیں چندھیا گئیں اور علوم و فنون کی اسی روشنی اور تہذیب و تمدن کی اسی بلندی کو حاصل کرنے کیلئے یورپ کے دل و دماغ نے مجتمع ہو کر عیسائیت کی فرسودہ اور خلاف عقل و خلاف فطرت تعلیمات کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ یہ بغاوت دراصل اسلامی نوعیت کی تھی اور اسلام کی طرف ایک قدم تھا۔ جس کو کچلنے کیلئے چرچ نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور بغاوت کے سب سے بڑے لیڈر مارٹن لوتھر کو پادریوں نے سگ محمدؐ (DOG OF MOHAMMAD) کا خطاب دیکر اپنی طرف سے بدنام اور حقیقت میں نیک نام کیا۔ لیکن بغاوت نہ دب سکی اور آخر اسلامی تہذیب و تمدن کی روشنی میں اہل یورپ نے ایک ایسی تہذیب کی بنیاد رکھی جس کا مادی پہلو تو اسلامی تھا اور روحانی پہلو برائے نام عیسائی رہا لیکن درحقیقت روحانیت سے بالکل محروم تھا۔ اس بغاوت کی وجہ سے یورپ ایک عالمگیر دستور ہدایت اور نظریۂ خیر و شر سے محروم ہو گیا اور اب ہر ملک اور قوم اپنی حیات و بقا کی جدوجہد میں بے لگام ہو کر قومی ترقی اور قومی برتری کی دوڑ میں ایسی آگے بڑھی کہ نیکی اور بدی، خیر و شر اور حلال و حرام کے عقائد و نظریات کو بالائے طاق رکھ دیا اور خیر و شر کا اپنا محدود دستور العمل متعین کر کے اس موجودہ محدود، ظالمانہ اور سفاکانہ نیشنلزم کو جنم دیا جو آج ہم مسلمانوں کی عالمگیر اخوت و مساوات کو بھی پاش پاش کر کے ہم سب کا نصب العین اور منزل مقصود بن چکی ہے اقبال نے اسی سفاکانہ نظریۂ قومیت کے متعلق فرمایا ہے ؎

(۱) تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے — جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

تمدنِ مغرب کے جادو نے اس قسم کے نظریہ قومیت کے ساتھ ہم پر مغربی طرز کی جمہوریت، سوشلزم، کمیونزم، سرمایہ دارانہ نظام، فحاشی، آوارگی اور لادینی کے بھوت بھی سوار کر دیئے ہیں جس سے ہماری اعلیٰ وارفع روحانی اور اخلاقی اقدار تباہ وبرباد ہو چکی ہیں۔ اور ہم بھی اہل مغرب کے ساتھ تباہی کے گڑھے کی طرف تیزی سے جا رہے ہیں۔ لیکن اس خطرناک صورتِ حال میں امید کی ایک کرن نمودار ہوئی ہے۔ وہ یہ کہ اب اہل مغرب نے مادیت اور لادینیت کا تلخ ترین تجربہ کر لیا ہے اور روحانی سکون اور اطمینان سے محروم ہو کر نئی قسم کے امراض کا شکار ہو رہے ہیں۔ ان امراض کو عرفِ عام میں سائیکیک امراض (PSYCHIC AIL MENTS.) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ شدید قسم کی ذہنی کوفت یا مالیخولیا میں مبتلا ہو کر خودکشیوں کی تعداد میں آئے دن اضافہ کر رہے ہیں۔ اقوام متحدہ کے اعداد و شمار کے مطابق مغرب کے ہر ملک کے ہر ہسپتال میں نصف سے زائد بستر ذہنی امراض کے مریضوں کیلئے مخصوص ہیں۔ یہ انتشار اور بے قراری اس وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ کہ قرآن حکیم میں حق تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (ذکر اللہ میں اطمینانِ قلب ہے) جسطرح جسم کو غذا نہ ملنے کیوجہ سے بے قرار ہو جاتا ہے۔ آجکل دنیا میں روح کو غذا نہ ملنے کی وجہ سے بھی بدترین قسم کی بے قراری پیدا ہو گئی جس سے نجات حاصل کرنے کیلئے اہل مغرب کے حق پسند لوگ اب اسلامی روحانیت کو اولیاء کرام کی تصانیف میں تلاش کر رہے ہیں۔ اور اس سے سکونِ قلب حاصل کر کے دھڑا دھڑ مشرف باسلام ہو رہے ہیں۔ لہذا ہم مسلمانوں کو چاہیئے کہ اولیاء اللہ کی تصانیف کے یورپی زبانوں میں تراجم کا انتظام کر کے اُن متلاشیانِ حق کے کام کو آسان کریں۔ اور جسطرح مسلمانوں نے یورپ کو نشاۃ ثانیہ دیکر تباہی سے بچا لیا تھا اب ہم مسلمان اُسے نشاۃ ثانیہ سے بہرہ ور کر کے ساری دنیا کو اس تباہی سے نجات دلائیں جسکی طرف وہ تیزی سے جا رہی ہے۔

(۱) کپتان واحد بخش سیال ربانی بہاولپور

دیباچہ

بزرگوں کا کہنا ہے کہ صرف اولیاء اللہ کی باتیں کرنا اور انکے تذکرے سننا باعثِ ثواب ہے حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ فرماتے ہیں کہ "انکی باتیں اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اگر مرید کا دل شکستہ ہو تو انکی حکایتیں سننے سے جڑ جائے گا۔ اور لشکر کی مدد اُسے حاصل ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد بھی اس قول کی تائید کرتا ہے۔

قَولَہٗ تعالیٰ وَکُلًّا نَّقُصُّ عَلَیکَ مِنْ اَنبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِہٖ فُؤَادَکَ،

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں پیغمبروں کا حال اسلیئے سناتا ہوں کہ تمہارا دل ان کے ذکر سے سکون حاصل کرے اور قوی ہو جائے۔ اسی طرح حدیث میں ہے۔ ذکر الانبیاء عبادۃ و ذکر الصالحین کفارۃ) یعنی انبیاء علیہم السلام کا ذکر عبادت ہے اور صالحین (یعنی اہل اللہ کا ذکر کفّارہ گناہ ہے، امام یوسف ہمدانیؒ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ جب ایسا زمانہ آجائے کہ اولیاء اللہ ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو جائیں تو ہمیں کیا کرنا چاہیئے کہ ہمارے ایمان سلامت رہیں آپ نے فرمایا کہ روز آٹھ ورق انکے ارشادات و ملفوظات کے پڑھا کرو۔ حضرت شیخ فرید الدین عطار نے عِندَ ذِکرِ الصَّالِحِینَ تَنَزَّلُ الرَّحمَۃُ، کو حدیث کا درجہ دیکر ان اقوال پر مہر توشیق ثبت کر دی ہے۔

اولیاء اللہ کے تذکروں کا جہاں یہ فائدہ ہے کہ انکے مطالعہ سے حُسنِ عمل کی رغبت، گناہوں سے اجتناب، خوفِ خدا، اور آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے وہاں دنیوی فوائد بھی اس سے حاصل ہوتے ہیں مثلاً ان بزرگوں کے عہد کی بے شمار ایسی باتیں جو اور کسی کتاب میں نہیں ملتیں۔ ان تذکروں سے اخذ کر کے تاریخ کی اہم ضرورتوں کو بھی پورا کر دیتی ہیں۔

زیر نظر کتاب "لطائف ..." یہ دونوں پہلو میرے پیش نظر رہے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ اس کا مطالعہ کرنے والوں کو بھی اس سے دونوں فوائد حاصل ہوں گے۔

میں نے جب "لطائفِ سیریہ" کا مطالعہ کیا تھا تو مجھے اسی وقت یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ اسے اردو میں منتقل ہونا چاہیئے ۔ کیونکہ اس وقت فارسی کا ذوق عام نہ ہونے کی وجہ سے اس سے ہر کوئی استفادہ نہیں کر سکتا ۔ میں نے ترجمے کا ارادہ کیا تو معلوم ہوا کہ یہ کام بہت پہلے ہو چکا ہے ۔ چنانچہ اب مجھے یہ ترجمہ حاصل کرنے کی فکر ہوئی ۔ کافی تلاش و تجسس کے بعد ترجمے کی ایک کاپی ہاتھ آئی ۔ جو ملتان کے کسی پبلشر نے آج سے کافی عرصہ پہلے شائع کی تھی ۔ اس کا مطالعہ کیا تو بڑی مایوسی ہوئی کیونکہ ترجمہ اصل سے زیادہ مشکل تھا ۔ عبارت گنجلک ہو تو پڑھنے والا نہ اس سے کوئی لطف اٹھا سکتا ہے نہ معنی و مفہوم اور اسکے اسرار و رموز تک رسائی حاصل کر سکتا ہے ۔ پھر میں نے محسوس کیا کہ فارسی اور اردو ترجمہ اب تقریباً دونوں ناپید ہو چکے ہیں اور مارکیٹ میں کہیں دستیاب نہیں ۔ اسلئے میرے نزدیک ترجمہ بہر صورت ضروری ہو گیا ۔

لطائفِ سیریہ میں حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رح کی کرامات ہی درج نہیں بلکہ انکی زندگی کے تمام گوشوں کا عکس اس میں موجود ہے ۔ اس کے مطالعہ سے خواجہ صاحب کی شخصیت کی صحیح تصویر نظروں کے سامنے آجاتی ہے ۔ میں نے اسکے ترجمے کے علاوہ اس کتاب میں سلطان العاشقین خواجہ عبدالخالق رحمتہ اللہ علیہ کے حالات بھی درج کر دیئے ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ جس کے زیرِ سایہ تربیت حاصل کر کے سلطان التارکین حضرت سیرانی بادشاہ مرتبۂ کمال کو پہنچے سلوک و طریقت میں انکا مقام کیا تھا ۔ مزید برآں طاؤسِ یمن حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالاتِ زندگی جن سے سلسلۂ اویسیہ موسوم ہے شاملِ کتاب ہیں اور مجملاً نسبت اویسی کی وضاحت و تشریح بھی کر دی گئی ہے ۔

مجھے امید ہے کہ حصولِ ثواب کی جس نیت سے میں نے یہ کتاب مرتب کی ہے اللہ تعالےٰ مجھے اسکا اجر عطا کرے گا اور اہلِ ذوق کو اسکے مطالعہ سے آسودگیٔ فکر و نظر اور سکون و طمانیتِ قلب کی دولت حاصل ہو گی ۔

(مسعود حسین شہاب)

برکاتِ اویسیہ

سلسلۂ اویسیہ عاشقِ رسول مدنی۔ طاؤس یمنی حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے منسوب ہے۔ اصطلاح تصوّف میں نسبت اویسیہ وہ ہوتی ہے جو صاحبِ مزار سے بغیر ملاقاتِ ظاہری کے ہو اور یہ نسبت قائم کرنے والا خواب یا مراقبہ میں صاحب مزار کی زیارت کرے۔

عُلما و مشائخ نے اس سلسلے میں مختلف نظریات پیش کئے ہیں۔ مثلاً حضرت خواجہ محمد پارسا رحمتہ اللہ علیہ اپنے رسالہ قدسیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"اصطلاحِ صوفیہ میں اویسی اسکو کہتے ہیں جو بے واسطۂ پیر اور اسکے ارشاد و تلقین کے بغیر ہی درگاہِ خداوندی سے درجۂ ولائیت پائے۔" حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمتہ اللہ علیہ کا قول مولانا غوثی شطاری نے "گلزار ابرار" میں یہ نقل کیا ہے کہ

"بعض اولیاء اللہ جن کو اویسی کہا جاتا ہے، انکو بظاہر پیر کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بلا واسطۂ پیر خود انکو ہدایت فرما دیتے ہیں۔ جیساکہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو کسی واسطے کے بغیر ہی ہدایت نصیب ہوئی۔"

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ "ہمعات" میں نسبت اویسیہ کی تشریح یوں فرماتے ہیں۔

"نسبت اویسیہ کی تفصیل یہ ہے کہ انسان ایک نفسِ ناطقہ ہے جو بمنزلہ ایک آئینے کے ہے۔ جس میں انسان کی روحانی کیفیات کا بھی عکس پڑتا ہے اور اسکے جسمانی احوال سے ہر کیفیت اور ہر حالت میں قدرت نے ایک استعداد رکھی ہے۔ اسکی وہ استعداد جسکا تعلق جسمانی احوال سے ہے اور وہ استعداد جو اسکی روحانی کیفیات سے متعلق ہے۔ ان دونوں میں کلی تنافر و اختلاف ہے۔ روحانی کیفیات میں سے ایک کیفیت یہ ہے کہ سالکینِ راہِ طریقت جب عالم ناسوت کی پستی سے نکل کر عالمِ ملکوت کی بلندی پر فائز ہوتے ہیں اور خسیس و ناپاک اعتبارات کو کلیتہً ترک کر دیتے ہیں تو اس حالت میں وہ لطیف و خوشگوار کیفیات میں اس طرح سرشار ہو جاتے ہیں گویا ان کے نقوش ان کیفیات میں ڈوب کر بالکل فنا ہو گئے ہیں چنانچہ اس مقام میں سالکوں کی حالت اس مشک کی سی ہو جاتی ہے جس میں پوری قوت سے ہوا بھر

دیگئی ہو اور اسکی وجہ سے وہ اس طرح پھول گئی ہو کہ خواہ اسے پانی میں ڈال دیں وہ کسی طرح تہہ آب نہیں ہوتی۔"

اس تشریح کے علاوہ دیگر اقوال سلسلۂ اویسیہ کے بارے میں یہ ہیں۔

"جس کسی کو حضور نبئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی و اتباع سے مرتبۂ ولایت حاصل ہو اسکو اویسی کہتے ہیں۔"

"جسکو حضرت خضر علیہ السلام سے فیض پہنچے وہ اویسی ہے۔"

"جس کسی کو ایسے ولئ کامل نے ہدایت کی ہو جسکو درمیانی واسطوں کے بغیر ہی درجۂ ولایت مل گیا ہو اسکو اویسی کہتے ہیں۔"

اور اویسی اسکو بھی کہتے ہیں جو سلسلۂ اویسیہ کے مشائخ میں سے کسی سے ارادت رکھتا ہو۔

ہم اس کتاب میں جن اویسی بزرگوں کا تذکرہ کر رہے ہیں انکی نسبت اویسیہ کی شکل وہی رہی ہے جو اوپر بیان کی گئی ہے۔ مثلاً حضرت سلطان العاشقین حضرت خواجہ عبدالخالق رحمتہ اللہ علیہ نے مراقبہ کیا اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آپ کو زیارت ہوئی جنھوں نے اپنے دستِ مبارک پر آپ کو بیعت کے شرف سے نواز کر اپنے رنگ میں رنگ دیا۔

اسی طرح سلطان التارکین حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمتہ اللہ علیہ کو جہاں حضرت سلطان العاشقین سے نسبت ارادت تھی وہاں خضر علیہ السلام نے بھی آپکو فیضیاب کیا تھا۔ علاوہ ازیں متابعت و پیروئ سُنت کا جو اہتمام آپ نے زندگی بھر کیا اُس کے صلے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت و رہنمائی بھی آپکے شاملِ حال رہی۔

حضرت خواجہ اویس قرنیؓ

اس سے پہلے کہ ہم ان بزرگوں کے حالات وملفوظات قلمبند کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس عظیم المرتبت ہستی کا بھی اجمالاً یہاں تذکرہ کردیا جائے جن سے اس نسبت کا فخر انھیں حاصل ہے۔ میری مراد حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے ہے جنکو افضل التابعین کی سند حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار سے ملی اور جنھوں نے علائق دُنیا سے رشتہ توڑ کر تمام زندگی یادِ حق میں گذار دی۔

نام ونسب آپ کا نام اویس اور وطن قرن تھا جو یمن کا ایک قصبہ ہے۔ نسب نامہ اسطرح منقول ہے۔

"اویس بن عامر بن عبداللہ بن جراح بن ھلال بن اھیب بن جلشنہ بن خرمش بن غالب بن قسہر بن قریش بن مالک بن کنانہ۔"

حلیہ آپ کا رنگ گندمی قد میانہ جسم فربہ تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ لاغر اندام تھے۔ کمر پتلی اور شکم اندر کو دھنسا ہوا تھا۔ آپکی ریش مبارک گھنی اور سر کے بال پراگندہ اور اُلجھے ہوئے تھے جو گرد آلود رہتے تھے۔ آنکھیں سیاہ نیلگوں۔ تھوڑی پیشانی کیطرف اٹھی ہوئی دونوں کندھوں کے درمیان فاصلہ زیادہ اور ہتھیلی پر برص کا نشان تھا۔ چہرے سے افسردگی پریشانی اور خستہ حالی ظاہر ہوتی تھی۔

خوراک ولباس چھوارے یا چھواروں کی گٹھلیاں آپکی خوراک تھی۔ اکثر روزے سے رہتے۔ افطار کا وقت ہوتا تو چھوارے یا چھواروں کی گٹھلیاں جو بھی میسر ہوتیں اُن سے روزہ کھول لیتے۔

لباس کی صورت یہ تھی کہ کوڑے کرکٹ میں سے پھٹے پرانے چیتھڑے اٹھا لاتے اور انھیں صاف پاک کرنیکے بعد جوڑ جاڑ کر خرقہ تیار کر لیتے تھے۔ اس وضع قطع میں دیکھکر بچے ان پر ہنستے اور پتھر مارا کرتے تھے۔ آپ جب بہت تنگ آجاتے تو بچوں سے کہتے کہ تم کو پتھر ہی مارنے ہیں تو چھوٹے چھوٹے کنکر مارو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری پنڈلیوں سے خون بہہ نکلے اور میں نماز ادا نہ کر سکوں۔

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

آپ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نادیدہ عاشق تھے۔ آپکی والدہ ماجدہ جو بہت ضعیفہ تھیں انکی خدمت اور دیکھ بھال میں یہ مہلت نہ ملی کہ حضورؐ کی زیارت سے مشرف ہوتے حضرت شیخ علی الہجویری رحمتہ اللہ علیہ نے کشف المحجوب میں اور حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ نے تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ اویس قرنیؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو وجہ سے زیارت نہیں کی۔ایک یہ کہ غلبۂ حق ان پر مستولی تھا۔ دوسرے خدمت گذاری والدہ کی وجہ سے جو نہایت ضعیف۔ نابینا اور چلنے پھرنے سے معذور تھیں۔

بعض بزرگوں نے ماں سے حقیقی ماں جسکے بطن سے انسان پیدا ہوتا ہے مراد نہیں لی۔ انکا ارشاد ہے کہ وہ نور جس سے اللہ تعالیٰ نے تمام نور پیدا کیئے اسکا نام اُم الانوار ہے جیساکہ حضورؐ نے فرمایا ہے۔" اول ماخلق اللہ نوری" لہٰذا جب سالک تصفیہ و تزکیہ سے فارغ ہو کر اسمِ ذات میں مشغول ہوتا ہے تو اسمیں اتنا کمال حاصل کرلیتا ہے کہ اسمِ ذات کا نور اُسکے رگ و پے میں سرایت کرجاتا ہے اور پھر سالک کو اسکی جُدائی کی طاقت نہیں رہتی۔ چنانچہ حضرت اویس قرنیؓ کے متعلق جو یہ کہا جاتا ہے کہ اپنی والدہ کی جُدائی کے خیال سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کرسکے تو اسکا مطلب یہی ہے کہ وہ اس درجہ مستغرق حق تھے کہ اس سے الگ ہونا ان کے لئے ممکن نہ تھا۔

جہاں تک عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق ہے اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب مشرکین قریش نے جنگ حنین میں پیغمبر علیہ السلام پر پتھر مارے اور آپکے آگے کے دانت مبارک شہید ہوگئے تو حضرت اویس قرنیؓ نے یہ واقعہ سُنکر اپنے تمام دانت توڑ ڈالے۔ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ حضورؐ کے دندان مبارک شہید ہونیکی وجہ سے حضرت اویس قرنیؓ کے دانت خود بخود جھڑ گئے تھے۔ کیونکہ خود دانتوں کا توڑنا تو خلاف شرع فعل ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپکو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس درجہ عشق تھا اور آپ پر سُکر و مستی کا اسقدر غلبہ رہتا تھا کہ دانتوں کو خود توڑنے کی روایت بھی غلط معلوم نہیں ہوتی۔ مست الست بزرگوں سے اس قسم کے خلافِ شرع افعال کے سرزد ہونے کے بے شمار واقعات مشہور ہیں۔ جو غلبہ حال کیوجہ سے قابل مواخذہ نہیں سمجھے جاتے۔

بہرصورت یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت اویس قرنیؓ کی محبت کا حال تھا دوسری

طرف خود حضورؐ کی حضرت اویس قرنیؓ کے متعلق کیا رائے تھی یہ بھی قابلِ غور ہے۔ ابن عدی ابن عباسؓ سے روایات کرتے ہیں کہ

"پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری اُمت میں ایک شخص ہو گا۔ اویس بن عبداللہ قرنیؓ اس کا نام ہو گا۔ وہ ربیعہ اور مضر کے آدمیوں کی تعداد کے برابر میری اُمت کی شفاعت کرائے گا۔"

ایک اور حدیث جو تواتر کا درجہ رکھتی ہے یہ ہے کہ "فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تحقیق تابعین میں نیک ترین شخص وہ ہو گا جس کا نام اویس ہو گا۔"

ابن سعد۔ احمد۔ مسلم۔ عقیل اور حاکم نے اپنی مستدرک میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے لکھا ہے کہ

فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارے پاس اہلِ یمن کی مدد سے ایک شخص اویس بن عامر مرادی قرنیؓ آئیگا۔ اسکے بدن میں برص ہو گا جو جاتا رہے گا مگر ایک درہم کے برابر سفیدی کا نشان باقی رہ جائے گا۔ اسکی ایک ماں ہوگی جس کا یہی لڑکا ہو گا۔ وہ اگر خدا کی قسم کھائے گا تو خدا اس کو پورا کردیگا۔ اگر تم اس سے مل سکو تو اپنے لئے دعائے مغفرت کرانا۔"

حضرت کی گدڑی تذکرۃ اولیا میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا زمانہ قریب آیا تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ آپکے بعد آپکا مرقع (گدڑی) کس کو دیا جائے۔ فرمایا "اویس قرنیؓ کو" چنانچہ آپکی وفات کے بعد جب حضرت عمرؓ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کوفے میں آئے تو حضرت عمرؓ نے خطبہ کے دوران کہا کہ اے اہل نجد کھڑے ہو جاؤ۔ وہ کھڑے ہو گئے۔ پھر فرمایا کہ تم میں کوئی قرن کا ہے" عرض کیا کہ ہے اور قرن والوں نے اپنے آپکو پیش کر دیا۔ حضرت عمر فاروق اعظمؓ نے ان لوگوں سے حضرت اویس کا حال دریافت کیا۔ اکثر لوگ ان سے ناواقف تھے البتہ ایک شخص نے کہا "میں جانتا ہوں۔ اویس ایک بہت ہی حقیر و ذلیل شخص ہے۔ پاگل اور دیوانہ ہے۔ لوگوں سے بھاگتا ہے وہ ہرگز اس لائق نہیں کہ آپ اس سے ملاقات کریں" حضرت عمرؓ نے فرمایا ہم اس سے ملنا چاہتے ہیں۔ آپکو بتایا گیا کہ وہ وادیٔ عرفہ میں اونٹ چراتا ہے۔

نہ آبادی میں آتا ہے اور نہ کسی سے ملتا ہے۔ رنج و مسرت کو نہیں جانتا لوگ ہنستے ہیں تو وہ روتا ہے یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ وادیٔ عرفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت اویس نماز پڑھ رہے تھے جب نماز ختم کی تو حضرت عمرؓ نے سلام کیا۔ پھر ہاتھ پر برص کا نشان دیکھکر اُسکو بوسہ دیا اور فرمایا کہ پیغمبرِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ میری اُمت کیلئے دُعا کرو حضرت اویس نے کہا کہ اچھا تو لاؤ مجھے حضورؐ کا مرقع دو تاکہ دُعا کروں۔ مرقع لیکر دور ایک گوشہ میں رکھا اور ان حضرات سے الگ ہو کر پیشانی کو خاک پر رگڑ کر عرض کی یا اللہ جب تک تو تمام اُمت محمدیؐ کو نہ بخش دیگا میں اس مرقع کو جو تیرے پیغمبر نے مجھکو بھیجا ہے نہ پہنوں گا۔ غیب سے آواز آئی کہ اسقدر اُمت کو بخش دیا مرقع پہن لے۔ عرض کیا تمام اُمت کو بخشواؤں گا۔ اسیطرح عرض کئے گئے اور وہاں سے جواب سُنتے گئے۔ یہانتک کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نے کہا کہ آؤ اُنکے پاس چلیں اور دیکھیں کہ کیا کر رہے ہیں۔ حضرت اویس نے انکو آتا دیکھا تو کہا افسوس ہے تم یہاں آ گئے ورنہ جب تک میں تمام اُمت کو نہ بخشوا لیتا مرقع نہ پہنتا۔ غرض حضرت اویسؓ نے مرقع پہن لیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ربیعہ اور مضر کی بکریوں کی تعداد کے برابر اُمت محمدیؐ کو اس مرقع کی برکت سے بخش دیا۔"

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی عظمت و شان احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔ آپ جنگِ صفین میں حضرت علیؓ کی طرف سے لڑے اور وہیں شہید ہو گئے۔

حضرت سلطان العاشقین سہر پیر خواجہ عبد الخالق رحمتہ اللہ علیہ

سلطان العاشقین حضرت خواجہ عبد الخالق رحمتہ اللہ علیہ جو خانوادہ اوسیہ کے مشائخ کبار اور اولیائے عظام میں سے ہیں قوم کھرل[1] کے ایک علمی خاندان میں محب علی کے مقام پر جو لب دریائے گھارا پاک پتن سے دس میل کے فاصلے پر ہے ۱۸۶۰ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ آپ اور حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رح ایک دادا کی اولاد ہیں۔ آپکے دادا کا نام حافظ محمود تھا۔ جن کے دو صاحبزادے تھے ایک حافظ طاہر صاحب اور دوسرے حافظ محمد عارف صاحب۔ حافظ طاہر صاحب کے ہاں حضرت خواجہ عبد الخالق تولد ہوئے۔ اور حافظ محمد عارف صاحب کے ہاں حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رح۔

سلطان العاشقین حضرت خواجہ عبد الخالق رحمتہ اللہ علیہ کے والد ماجد حافظ طاہر بن حافظ محمود بن حافظ یعقوب عالم باعمل اور فقہ و حدیث کے ماہر تھے۔ شرعی امور میں آپکے فتوے کو سند کا درجہ حاصل تھا۔ قرآن حکیم سے اس خاندان کے خصوصی شغف کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہر فرد خاندان حافظ قرآن تھا۔

حضرت سلطان العاشقین نے بھی ہوش سنبھالا تو سب سے پہلے قرآن شریف حفظ کیا۔ اور پھر ابتدائی دینی تعلیم گھر پر حاصل کر کے مزید طلب علم کے لئے لاہور اور رامپور کا سفر اختیار کیا پھر دہلی میں حضرت خواجہ مولینا فخر جہاں دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے حلقۂ درس میں بھی شامل رہے۔ لاہور میں آپ نے

---

[1] آپ کا شجرہ نسب چندر بنسی خاندان کے راجہ ہستناپور سے جا ملتا ہے۔ اس خاندان میں جس شخص کو سب سے پہلے دولت اسلام میسر آئی اس کا نام گدھن تھا جو ۶۳۳ھ میں سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر اسلام کی دولت سے مالا مال ہوا اور اسلامی نام مہر بخش رکھا گیا۔ میاں مہر بخش کو بیعت کا شرف بھی حضرت غریب نواز رح سے تھا۔ ان کا مزار بگھیا بلوانی تحصیل اوکاڑہ ضلع ساہیوال میں ہے۔

کھرل راجپوتوں کی ہی ایک گوت ہے جو گوگیرا بھی کہلاتی ہے۔

مدرسہ حضرۃ وُڈے سے میاں صاحب مغلپورہ میں تحصیل علم کی۔

پیر کامل کی جستجو | تعلیم کے مراحل طے کرکے آپ وطن واپس تشریف لائے اور درس و تدریس کے شغل میں مصروف ہو گئے۔ اسی دوران معرفت حق کا جذبہ سینے میں اُبھرا اور آپکو پیر کامل کی جستجو لاحق ہوئی۔ انھیں دنوں[1] پنجاب کے مشہور صوفی بزرگ حضرت بُلھے شاہ بھی جو آپکے ہمدرس رہ چکے تھے اسی فکر میں غلطاں تھے وہ حافظ دائم صاحب کو ہمراہ لیکر آپکے پاس مشورے کی غرض سے آئے۔ اور سوچ بچار کے بعد یہ طے پایا کہ حضرت سلطان عبدالحکیم قادریؒ کی خدمت میں چلنا چاہیئے جو اسوقت اکمل المشائخین میں شمار کیے جاتے ہیں اور ملتغبہ میں رونق افروز ہیں چنانچہ یہ تینوں حضرات ملتغبہ میں حضرت سلطان عبدالحکیم قادری کے پاس پہنچے اور ان سے عرض مطلب کی۔ انہوں نے فرمایا آج رات آپ تینوں یہاں قیام کریں۔ میں مراقبہ کرکے آپ کو صورتحال سے مطلع کرونگا۔ تینوں تذبذب میں تھے کہ دیکھیں قدرت الٰہی سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ صبح ہوئی تو حضرت شیخ نے انھیں طلب کرکے حافظ دائم صاحب کو تو اپنے دامن سے منسلک کر لیا۔ سید بُلھے شاہ صاحب کو شاہ عنایت اللہ قادری لاہوری کی خدمت میں حاضر ہونے کا حکم دیا اور خواجہ عبدالخالقؒ سے ارشاد ہوا کہ آپ اپنے گھر واپس چلے جائیں اور قسمت کی یاوری کیلئے منتظر وقت رہیں۔ آپ یہ سُنکر بہت مایوس ہوئے دل میں سوچا کہ شاید میں محروم الشیخ ہوں اسی لیے مجھے خالی تسلی دیکر رخصت فرما رہے ہیں حضرت شیخ عبدالحکیم کے دل پر آپکا یہ اندیشہ منکشف ہو گیا اس لئے آپ نے فرمایا کہ آپ غمگین نہ ہوں اور ناامیدی کو دل میں

---

[1] یہ روایت مختلف کتب سیر میں ملتی ہے۔ لیکن ناموں میں کسی قدر اختلاف پایا جاتا ہے۔ مثلاً "خزینۃ الاصفیا مولفہ مفتی غلام سرور لاہوری میں حضرت بلھے شاہ کے ساتھ گل شبیر محمد کا نام درج ہے۔ چنانچہ تحفۃ الابرار نے بھی یہی نام درج کیے ہیں۔ لیکن سوانح عمری خواجہ عبدالخالقؒ و خواجہ محکم الدین سیرانیؒ مرتبہ ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی (جو مولانا معین الدین مرحوم نے فارسی میں لکھی تھی اور جس کا ترجمہ خواجہ محمد سلطان بالادین نے کیا تھا) حضرت بلھے شاہ کے ساتھ جس دوسرے بزرگ کا نام درج کیا ہے وہ حافظ دائم صاحب قوم کھرل کا ہے۔ چونکہ مترجم حضرت خواجہ عبدالخالقؒ کی اولاد میں سے ہیں اور کتاب ہذا میں جو روایت نقل کی گئی ہے۔ اسے انہوں نے بجنسہٖ قبول کیا ہے اس لئے یہ زیادہ مستند سمجھی جائیگی۔

راہ نہ دیں آپکی قسمت اتنی اعلیٰ ہے کہ مشائخ زمانہ آپ پر رشک کریں گے البتہ توقف کی ضرورت ہے۔ انشاء اللہ آپ بامراد ہونگے۔ اسکے بعد آپکو درود حاضری یعنی المستغاث کا وظیفہ بتایا اور تاکید کی کہ یہ وظیفہ پڑھا کرو۔

حضرت شیخ عبدالحکیم کے پاس سے رخصت ہو کر آپ واپس اپنے وطن میں آ کر حسب سابق درس و

بسلسلہ صفحہ نمبر ۱۸ ؂۲ یہ نام بھی مختلف تذکروں میں معمولی اختلاف کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ خزینۃ الاصفیا اور تحفۃ الابرار وغیرہ میں لفظ شیخ نام کے ساتھ ملتا ہے جبکہ سوانحِ خواجہ عبدالخالق" و خواجہ محکم الدین سیرانی" میں عبدالحکیم کے شروع میں سلطان اور آخر میں رنگریز کا لفظ چسپاں ہے۔ لیکن مختلف تذکروں کی ورق گردانی کے باوجود اس نام کے کسی بزرگ کا سراغ نہیں ملا۔ البتہ "اولیائے ملتان" میں میاں عبدالحکیم رنگریز نام کے ایک بزرگ کا پتہ چلتا ہے۔ جن کا مزار موضع عبدالحکیم والا میں موجود ہے۔ ان کے متعلق مشہور ہے کہ ان کے والد میاں غلام علی کپڑے دھونے کا کام کرتے تھے۔ ایک ولی کامل حاجی رحمت علی جن کے کپڑے بھی یہ دھویا کرتے تھے۔ جب دھلے ہوئے کپڑے یہ آپ کو دینے آتے تو آپ ان کی بے حد تعظیم و تکریم کرتے۔ لوگوں نے اسکی وجہ دریافت کی تو آپنے فرمایا کہ اس شخص کے ہاں ایک بچہ پیدا ہو گا جو اپنے وقت کا قطب ہو گا۔ اس لئے یہ سب تعظیم و توقیر اس بچے کے باعث ہے۔ چنانچہ جب میاں عبدالحکیم پیدا ہوئے تو چند حجاج آپکی جائے پیدائش پر گئے اور چند چیزیں جو ایک لوٹے۔ جائے نماز اور ایک تسبیح پر مشتمل تھیں بطور ہدیہ پیش کیں اور کہا بشارت ہو یہ چیزیں ہم مکہ مکرمہ سے تحفہ لائے ہیں۔ آپ بڑے ہوئے تو طبیعت عبادت کیطرف مائل ہو گئی اور انہماک و استغراق کی حالت طاری ہو گئی آپکے والد غلام علی اپنے بڑھاپے کیوجہ سے لوگوں کے کپڑوں کی دھلائی میں تاخیر کرنے لگے۔ لوگوں نے تنگ کرنا شروع کیا تو انہوں نے اپنے بڑھاپے کا عذر پیش کیا اور کہنے لگے کہ ایک لڑکا دیا لیکن وہ بھی میرے کام نہ آیا۔ ایک دن اسی قسم کی گفتگو میاں عبدالحکیم نے سنی تو نہایت ادب سے سوال کیا کہ کیا کام ہے اور کتنا کام ہے ضعیف و ناتواں باپ نے کہا کہ تقریباً پانچ سو کپڑے رنگنے کا کام ہے۔ آپنے تمام کپڑے ایک ساتھ پانی میں ڈال دیئے اور جس جس رنگ کا جو کپڑا تھا اسی رنگ میں رنگا رنگا پانی سے باہر نکال کر دیدیا۔ آپنے ۱۱۲۵ھ میں وفات پائی۔

تدریس میں مشغول ہو گئے۔ اس وقت آپکے فرزند حضرت صالح محمدؒ اور حضرت ولی محمدؒ سنِ شعور کو پہنچ چکے تھے۔ زمینوں کی دیکھ بھال اُنکے ذمہ تھی کیونکہ اسپر پورے خاندان کی معاش کا دار و مدار تھا۔ حضرت سلطان العاشقین جہاں طلبا کو تعلیم دیتے تھے وہیں بعد فراغت مراقبہ کر کے وظیفہ للستغات کا ورد فرماتے تھے

حضرت خواجہ اویس قرنیؓ سے بیعت کا حال

یہ شغل بلاناغہ جاری تھا اور آپ بہ مصداق اس شعر حسب فرمان شیخ عبدالحکیم منتظر وقت تھے۔

بعد یارب کدامی صبح جمالؒ
کہ آں خورشید دولت از دور آید

ایک دن نماز ظہر سے فارغ ہو کر وظیفہ شروع کیا تھا کہ کیا دیکھتے ہیں کہ شمال کی سمت سے جنگل میں ایک شور بلند ہوا۔ جیسے وہاں کوئی لشکر آرہا ہے۔ آپ ہیبت زدہ اور پریشان تھے کہ اسی میدان میں خیمہ لگتا ہے اور بارگاہ قائم ہوتی ہے۔ اس منظر نے آپکو اور بھی حیران کر دیا۔ سوچنے لگے کہ یہ فرودگاہ کس سلطان کی ہو سکتی ہے۔ پھر جلد ہی حواس پر قابو رکھکر وظیفہ دوبارہ شروع کیا۔ ابھی چند لمحے گذرے تھے کہ کانوں میں کسی کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی۔ سر اٹھا کر دیکھا تو ایک سفید نورانی چہرہ جو چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہا تھا قریب ہی بیٹھا نظر آیا۔ انکو دیکھنے سے آنکھیں چُندھیا گئیں اور عالم بے خودی طاری ہو گیا۔ کچھ دیر بعد ہوش میں آئے تو دیکھا کہ وہ بزرگ غائب تھے اور نہ فرودگاہ تھی نہ خیمہ۔ البتہ اس آفتابِ ولایت کے نور سے جو کثافت بدنی تھی وہ دور ہو چکی تھی۔ اور قلب پہ ایک عجیب سرور کا عالم طاری تھا۔ دوسرے روز پھر یہی صورت پیش آئی۔ وہ پیر خجستہ پیکر سامنے آئے اور دیکھتے ہی دیکھتے نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ ان سے کلام کرنیکی حسرت دل ہی میں رہ گئی۔ تاہم اب یہ یقین ہو چلا تھا کہ حضرت شیخ عبدالحکیم کے فرمان کے بموجب نتائج کا ظہور ہو رہا ہے۔ بہر حال آپنے طے کیا کہ اگر اب کے وہی شکل سامنے آئی تو ان کا نام ضرور دریافت کرونگا۔ چنانچہ تیسرے روز جب وہی سفید ریش اور نورانی چہرے والے بزرگ نمودار ہوئے

تو آپ نے کیف و مستی کے عالم میں انکا دامن پکڑ لیا اور اسمِ مبارک دریافت فرمایا یہ غیبی بزرگ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ تھے ۔ جنھوں نے اپنی زبانِ فیض ترجمان سے فرمایا کہ میرا نام اویس بن عامر اور وطن قرن ہے ، میں تمہیں حق تعالیٰ سے ملوانے پر مامور ہوا ہوں ۔ پھر بموجب یداللہ فوق ایدیہم اپنے دستِ مبارک کو حضرت خواجہ عبدالخالق کے ہاتھ پر رکھکر اذکار و اذکار کی تلقین فرمائی اور نظروں سے غائب ہو گئے ۔

طاؤسِ یمنی حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے صہبائے معرفت کا جو جام بھر کر دیا تھا اس نے حضرت خواجہ عبدالخالق کو از خود رفتہ اور بے ہوش کر دیا ۔ اور آپ جس جگہ مراقبہ فرماتے تھے وہاں بے حس و حرکت پڑے کے پڑے رہ گئے ۔ آپ کا معمول تھا کہ نمازِ مغرب کے بعد کاشانہ ہمایونی میں تشریف لیجا کر کھانا تناول فرماتے تھے ۔ لیکن اس روز جب آپ حسبِ عادت تشریف نہ لائے تو اہلِ خانہ کو تشویش ہوئی اور انہوں نے صاحبزادگان سے کہا کہ کسی خادم کو صورتِ حال معلوم کرنے کیلئے بھیجا جائے ۔ حسب الحکم خادم طالب گیا تو اس نے آپکو بے ہوشی کی حالت میں پڑا ہوا دیکھا حیران ہو کر اس کئی بار زور زور سے آواز بھی دی لیکن جب کوئی جواب نہ ملا تو حیران و پریشان واپس آکر اس نے سارا ماجرا بیان کیا ۔ جس پر صاحبزادگان اور دوسرے افراد وہاں پہنچے اور آپکو اٹھا کر گھر میں لائے ہر شخص نے اپنی سعی تدبیر آپکو ہوش میں لانے کی کی ۔ معالجوں کو بھی دکھایا لیکن کوئی دوا اور کوئی ترکیب کارگر نہ ہوئی ۔ تین شبانہ روز یہی کیفیت رہی ۔ حسنِ اتفاق سے تین روز بعد ایک سرود نواز نے جو شادی کی تقریب میں کسی ہمسایہ کے ہاں آیا ہوا تھا سرود بجایا تو ایکدم آپکے جسم میں جنبش ہوئی ۔ حاضرین نے یہ کیفیت دیکھی تو وہ فوراً سرود نواز کو بلا لائے اور اس سے نغمہ سرائی کی فرمائش کی ۔ ادھر وہ نغمہ سرا ہوا اور ادھر آپکی غفلت دور ہوئی اور اٹھ کر رقص فرمانے لگے ۔ چند ساعت کے بعد آپکا جوش فرو ہوا ۔ چونکہ نماز فجر کا وقت تھا اسلئے پانی طلب کر کے وضو فرمایا اور چند لقمے کھانے کے بھی تناول فرمائے حاضرین نے موقع غنیمت جان کر آپکی غفلت و بیہوشی اور وجد و کیف کا سبب دریافت کیا ۔ آپ نے فرمایا تم سب مجھکو مبارکباد دو کہ آج حضرت شیخ عبدالحکیم کے فرمان کا نتیجہ ظہور میں آیا اور میں نے اپنے محبوب و مطلوب کو پا لیا ۔ چنانچہ سب نے مبارکباد پیش کی اور سارا غم اور فکر دور ہوا ۔ لیکن اسی اثنا میں مؤذن کی آواز کان میں آئی تو "اللہ اکبر" کی آواز سنتے ہی دوبارہ بیخود بیہوش ہو گئے ۔ اس حالت کو دیکھکر لوگوں کو پھر پریشانی لاحق ہوئی ۔ سرود نواز کو دوبارہ بلایا گیا اور اس سے گانے کو کہا گیا ۔ اسکے

گانے سے آپکی طبیعت پھر بحال ہوگئی۔ صاحبزادگان نے اب یہ ضروری سمجھا کہ کسی گانے والے کو مستقل آپکے پاس رکھا جائے۔ چنانچہ سرودنواز سے کہا گیا کہ وہ مستقل یہاں قیام کرے اسکی جملہ ضروریات کی کفالت انکے ذمہ ہوگی۔ لیکن اس نے یہ کہکر اس پیشکش کو ٹھکرادیا کہ میں "خویش واقارب اور راج موروثی کو چھوڑ کر فقیر کے دروازے پر کس طرح قانع ہوکر رہوں"۔ یہ جواب دیکر وہ اپنے گھر روانہ ہوگیا ابھی تھوڑی دور گیا ہوگا کہ راستے میں ایک زبردست اژدہا بیٹھا نظر آیا۔ گویا وہ اسی کا منتظر ہے ناچار ہراساں وترساں واپس آیا اور اسے غیبی تنبیہہ جان کر حاضر خدمت ہوگیا اور اپنی گستاخی کی معافی مانگنے لگا۔ آپنے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا جا تجھے مولا کے سپرد کیا۔ انشاءاللہ مرتے دم تک یہ فقیر اور اس فقیر کی اولاد تجھے اور تیری اولاد کو اپنے سے دور نہیں کریگی۔ اسکے بعد وہ سرودنواز ہمیشہ آپکی خدمت میں حاضر رہتا اور بوقتِ ضرورت اپنی خوش الحانی سے حضرت کو خوش رکھتا۔ آپ بظاہر نماز بھی پڑھتے اور طالبانِ ہدایت کی حاجت روائی بھی فرماتے لیکن ہمہ اوقات کیف وسرمستی آپ پر طاری رہتی۔

ذوقِ سماع اور علمائے لاہور کا فتویٰ | آپکے ذوق سماع اور وجد وحال کی شہرت لاہور میں ان لوگوں تک پہنچی جو آپکے ہمدرس یا اساتذہ میں شامل رہے تھے تو انھیں تعجب ہوا کہ ایسے صاحب

لے "لطائف نفیسیہ در فضائل اویسیہ" کے مولف شیخ احمد بن محمود نے بھی آپکو اسی کیفیت میں دیکھا ہے اور آپ سے ملاقات بھی کی ہے۔ انھوں نے اپنی اس ملاقات کا حال اپنی کتاب میں بیان کیا ہے جسکا اردو ترجمہ "جبات اویس" مترجمہ سید منظور حسن رضوی مرحوم سے یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

"شیخ عبدالخالق اویسی ہانس (پنجاب) میں دریائے ستلج کے کنارے رہتے ہیں۔ ان پر عالم سُکر وفنائیت اس درجہ غالب ہے کہ نماز ادا نہیں کرسکتے۔ جب نماز میں کھڑے ہوتے ہیں۔ تو امام کے تکبیر کہتے ہی بے ہوش ہوکر کھڑے کے کھڑے رہ جاتے ہیں۔ سجود وقعود وغیرہ ارکانِ نماز ادا نہیں کرسکتے۔ جب امام ومقتدی نماز سے فارغ ہوتے ہیں اور گانے والے صحن مسجد میں بیٹھ کر گاتے ہیں اور انکے کان میں سرود کی آواز پہنچتی ہے تو کچھ دیر کے بعد اس حالت میں فرق آنا شروع ہوتا ہے۔ بعض اوقات کئی کئی نمازوں میں برابر غفلت اور بے ہوشی طاری رہتی ہے۔ نماز کے علاوہ بھی اگر میدانی

علم و فضل ہوتے ہوئے غیر شرعی حرکات آپ سے کس طرح سرزد ہوتی ہیں۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ آپکے پاس جاکر سماع کی بدعت سے آپکو باز رکھنے کی کوشش کریں گے۔

جب آپکو علماء لاہور کے اس ارادے کا پتہ چلا تو آپ نے اپنے صاحبزادگان سے کہا کہ مجھے چارپائی پر ڈال کر لاہور لے چلو۔ اور انھیں اطلاع بھیجکر منع کردو کہ وہ یہاں آنیکی تکلیف نہ فرمائیں میں ان کے اعتراض کا جواب خود وہاں آکر پیش کردونگا۔ چنانچہ حسب قرارداد آپ لاہور پہنچ گئے۔ لیکن اس حالت میں کہ استغراق اور محویت کا عالم طاری تھا۔ اہل لاہور نے یہ حالت دیکھی تو امتحان کے طور پر ایک حجرہ میں پانی کا کوزہ اور کھانے کی اشیاء رکھکر آپکو اس میں بند کردیا۔ آپ تین روز تک حجرے میں بند رہے اور جب حجرہ کھولا گیا تو کھانے پینے کی چیزیں جوں کی توں پڑی ہوئی تھیں اور آپ اسی عالم استغراق میں تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ روح قفس عنصری سے پرواز کرچکی ہے۔ اس حالت میں آپکو دیکھکر لوگوں کو تجہیز و تکفین کی فکر ہوئی۔ اس پر جو رفیق آپکے ہمراہ گئے تھے انہوں نے کہا کہ اگر سماع کی اجازت دی جائے تو تمام حقیقت آپ پر روشن ہو جائیگی۔ علماء نے بہ امر مجبوری اجازت دیدی۔ لیکن جب گانے والے نے جو آپکے ساتھ گیا تھا گانا شروع کیا تو انہوں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی تاکہ گانے کی آواز وہ سُن سکیں۔ ادھر گانے کی آواز کے ساتھ ہی آپکا جسم متحرک ہونے لگا۔ گویا بیجان بدن میں جان لوٹ آئی۔ تھوڑی دیر میں آپ اپنی اصل حالت پر آگئے اور وضو کیلئے پانی طلب کیا۔ بڑے خشوع و خضوع سے نماز ادا کی۔

اس کیفیت کو دیکھکر علمائے لاہور نے فتویٰ دیا کہ بغیر نماز ولایت ناقص ہے اور بغیر سماع

بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۲۳

اللہ اکبر یا کوئی آیۂ قرآن سن لیتے ہیں۔ تو فوراً از خود رفتہ ہو جاتے ہیں۔ پھر جب نغمہ سرود بجایا جاتا ہے تو ہوش میں آتے ہیں"۔

شیخ احمد بن محمود مزید لکھتے ہیں کہ "وہ خود حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور انکی زیارت کی ہے۔ نیز ان کی زبان فیض ترجمان سے خواجہ اویس قرنیؒ سے فیضیاب ہونے کا تمام قصہ بھی سنا ہے۔ ان کے اوصاف و مناقب بہت ہیں"۔

(حیات اویس صفحہ ۲۹)

نماز ناممکن ہے۔ اسطرح سلطان العاشقین علمائے لاہور سے اباحت سماع کا فتویٰ حاصل کر کے واپس وطن تشریف لے آئے[۱]۔

حلقہ ارادت | وجد و سماع سے آپکا تعلق زندگی بھر قائم رہا لیکن ساتھ ساتھ رشد و ہدایت کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ آپکے مریدوں کا سلسلہ ہندوستان بھر میں پھیلا ہوا تھا۔ دور دور سے معتقدین زیارت کے لئے آتے اور فیضیاب ہو کر جاتے۔ یوں تو آپکے مریدوں کی تعداد بے شمار ہے لیکن خلفائے مجاز صرف تین حضرات ہوئے ہیں۔ ایک سید محمد عارف ساکن بریلی۔ دوسرے خواجہ محکم الدین سیرانی اور تیسرے میاں محرم۔

آپ فرماتے تھے کہ فقیر نے تین چاول خرچ کئے ہیں۔ ایک چاول واقف معارف سید محمد عارف کو دیا جسے انھوں نے پکا لیا۔ ایک چاول بھائی محکم الدین کو دیا جس سے انھوں نے پوری ایک دیگ تیار کر لی۔ اور ایک چاول میاں محرم کو دیا لیکن وہ اسے محفوظ نہ رکھ سکا۔

سلطان العاشقین حضرت خواجہ عبدالخالق رحمتہ اللہ علیہ روحانی دنیا میں بڑے اعلیٰ مدارج کے مالک تھے۔ ہمعصر علماء و مشائخ نہ صرف آپکے قدرداں بلکہ عظمت کے معترف تھے۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا فخر جہاں دہلوی کی مجلس میں حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمتہ اللہ علیہ نے ازراہ محبت حضرت محکم الدین سیرانی کے بارے میں عرض کیا کہ حضرت ان پر بھی توجہ فرمائیے تو حضرت خواجہ فخر جہاں دہلوی نے فرمایا کہ حضرت

۱؎ سماع کے متعلق علماء و مشائخ کا یہ نظریہ ہے کہ سماع ان آدمیوں پر حرام ہے۔ جو خواہشات نفسانی سے مغلوب ہوں اگر گانا سننے والا صالح۔ نماز کا پابند ہے۔ قرآن پڑھتا ہے۔ ورد ترک نہیں کرتا۔ تو اس کے لئے حلال ہے۔ چنانچہ مشائخ متقدین و متاخرین میں سے اکثر سماع کی محفلوں میں شریک ہوئے ہیں۔ چشتیہ سلسلے میں تو بالالتزام سماع کا رواج ہے لیکن جن سلسلوں میں اس سے اجتناب کیا جاتا ہے۔ ان کے مشائخ نے بھی گانا سنا ہے۔ مثلاً حضرت شیخ بہاؤ الدین ذکریا ملتانی سہروردی نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے لئے سماع کا اہتمام کیا اور اس میں خود بھی شرکت کی۔

حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی نے اس سلسلے میں بڑی دو ٹوک بات کہی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ "منکران سماع کے معاملے میں ہمارا آخری جواب یہ ہے کہ یہ ہمارے پیروں کی سنت ہے اور ہم سنتے ہیں۔ تمکو انکار ہے تو تم نہ سنو۔"

خواجہ عبدالخالق جیسے بلند پایہ بزرگ کے ہوتے ہوئے انہیں کسی اور رہنما کی کیا ضرورت ہے[1]۔

حضرت کی اولاد حضرت خواجہ عبدالخالق رحمتہ اللہ علیہ کے تین فرزند تھے۔ حضرت صالح محمد، حضرت ولی محمد اور حضرت قطب الدین یہ تینوں اپنے والد بزرگوار سے بیعت تھے۔ دو بڑے صاحبزادگان کا زیادہ وقت زمینوں کی دیکھ بھال میں صرف ہوتا تھا کیونکہ یہی واحد ذریعہ معاش تھا جس پر سارے کنبہ کی کفالت کا دارو مدار تھا۔ علاوہ ازیں لنگر کی ضروریات کا انتظام بھی اسی آمدنی سے ہوتا تھا سب سے چھوٹے صاحبزادے حضرت قطب الدین پیدائشی ولی تھے آپ سے اکثر خوارقِ عادات کا ظہور ہوتا۔ ایک دفعہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے اور ایک دیوار کو گھوڑا بنائے ہوئے اس پر بیٹھے تھے۔ کسی ہمجولی نے کہدیا کہ تمہارا گھوڑا اٹھس ہے۔ انہوں نے یہ سنتے ہی دیوار کو اس طرح ٹھوکر لگائی جیسے سوار گھوڑے کو ایڑھ لگاتا ہے اور دیوار ایکدم چل پڑی۔ پھر اسے رکنے کو کہا تو وہ چلتے چلتے رک گئی۔

صاحبزادہ قطب کی کرامت حضرت قطب الدین نے دکھانے کو تو یہ کرامت دکھادی لیکن اس پر اتنے شرمسار ہوئے کہ اپنے والد بزرگوار اور اساتذہ سے کئی دن تک منہ چھپاتے رہے۔ اس واقعہ کے بعد سے آپکی کرامات کا سلسلہ روز افزوں ہوگیا۔ لیکن اسی کیساتھ یہ بھی ہوتا کہ جب کوئی کرامت ظاہر

---

[1] گنج تاریخ کے حاشیہ پر مفتی غلام سرور لاہوری تحریر کرتے ہیں۔

" از کبرائے مشائخ سلسلۂ اویسیہ است وفیض باطن از روحانیت خواجہ اویس قرنی حاصل کرد واز بزرگانِ وقت شد خلفائے وے در آقالیم دور و دور رافتند و بسماع غلو تمام داشت و وجد مینمود و مزارش در مقام مبارک پور متصل شہر بہاولپور است "

ترجمہ:۔ سلسلۂ اویسیہ کے مشائخ کبار میں سے تھے۔ فیض باطنی روحانی طور پر حضرت خواجہ اویس قرنی سے حاصل کیا اور بزرگانِ وقت میں سے ہوئے۔ آپکے خلفاء دور دور ملکوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ سماع میں حد درجہ غلو تھا اور وجد فرماتے تھے۔ شہر بہاولپور کے قریب مبارک پور کے مقام پر آپکا مزار ہے۔

مزار مبارک پور کے متعلق بھی مفتی صاحب کو مغالطہ ہوا ہے۔ جائے مزار نہ بہاولپور شہر سے متصل ہے اور نہ اس کا نام مبارک پور ہے۔ جس جگہ آپکا مزار ہے وہ بخشن خاں کے نام سے مشہور ہے جس کا فاصلہ بہاولپور سے تقریباً ستر میل ہے۔

ہوتی تو آپ کئی کئی دن تک نظروں سے غائب رہتے۔ اس صورتحال کو دیکھکر حضرت سلطان العاشقین نے انھیں متاہل کرنیکا ارادہ کیا تاکہ انکی بے قراری و اضطراب ختم ہو جائے۔

صاحبزادہ قطب کا غائب ہو جانا آپ یہ سوچ ہی رہے تھے کہ ایکدن مجلس میں بیٹھے بیٹھے صاحبزادہ قطب ایسے جوش میں آئے کہ ہوا میں پرواز کرنے لگے اور پھر نظروں سے ایسے چھپے کہ کبھی نظر نہ آئے۔ حضرت سلطان العاشقین جنھیں آپ سے بیحد محبت تھی آپکی یاد میں ہمیشہ بیقرار رہتے۔ پیار سے آپ انھیں میاں بنّاں کہا کرتے تھے۔ ایک ایک سے پوچھتے کہ میاں بنّاں کی بھی کوئی خبر معلوم ہوئی۔ حضرت سیرانی بادشاہ جب ملاقات کیلئے آتے تو ان سے بھی سب سے پہلے یہ سوال ہوتا کہ میاں بنّاں کی سناؤ وہ کس حال میں ہیں۔ آپ چونکہ حقیقت حال سے واقف ہو چکے تھے اسلئے ایکدن آپ نے فرمایا کہ میاں بنّاں درجۂ قطبیت سے درجۂ ابدال کو پہنچ گئے ہیں۔ بعض اوقات اس فقیر سے بھی ملاقات ہوتی ہے۔ ایکبار پھر جب حضرت نے سیرانی صاحب سے یہی سوال کیا تو آپ نے بتایا کہ صاحبزادہ قطب الدین اس دار ناپائیدار کو چھوڑ کر جنت کو سدھار گئے ہیں۔ حضور فاتحہ پڑھ لیں۔ اس خبر سے آپکو بیحد صدمہ ہوا اور طبیعت بجھ گئی۔ آپکا مزار بننے میاں کے نام سے بریلی میں آج بھی مرجع خلائق ہے۔

بناں میاں کی جدائی کا صدمہ حضرت قطب الدین عرف بنّاں میاں کی جدائی نے حضرت سلطان العاشقین کو اسقدر دل گرفتہ کیا تھا کہ کسی ایک مقام پر آپ کا جی نہیں لگتا تھا اور مسلسل یہاں سے وہاں منتقل ہوتے رہتے تھے۔ ایکدن آپ نے بمعہ فرزندان و خدمتگاران دریائے گھاگرا عبور کرکے شاہ کرم کے مقام پر رات بسر کی اور صبح ہوتے فرمایا کہ مرشد کامل کی جانب سے یہیں قیام کا حکم ہوا ہے چنانچہ متعلقین یہاں اقامت کیلئے ضروری انتظامات میں مصروف ہو گئے۔ اس سفر کے دوران سید محمد عارف جو آپکے خلفا میں سے تھے اور بریلی کے رہنے والے تھے آپکے ہمرکاب تھے۔ انہوں نے درخواست کی کہ حضور ان کے ساتھ بریلی چلیں اور انکے غریب خانہ کو اپنے قدموں سے سرفراز فرمائیں۔ آپ نے سید محمد عارف صاحب کی استدعا قبول کرلی اور بریلی روانہ ہونے کیلئے تیاری کرنے لگے۔ صاحبزادگان اور دیگر متعلقین اس پروگرام کے حق میں نہ تھے۔ وہ کہتے تھے کہ اہل خانہ کو اس کوچ میں بڑی پریشانی لاحق ہوگی حضور سے تو اس سلسلے میں کچھ کہنے کی کسی کو ہمت نہ ہوتی تھی۔ سید محمد عارف صاحب سے ہی سب نے مدعائے دلی بیان کیا۔ وہ اہل خانہ کو بھی اپنے ساتھ لیجانے پر مُصر تھے۔ بڑی مشکل سے انھیں اس پروگرام کو منسوخ

کرانے میں کامیابی ہوئی۔ جب بالوسی ہوکر سید محمد عارف صاحب اجازت لیکر اپنے وطن واپس چلے گئے تو سب کو اطمینان ہوا۔

حضرت کی طبیعت کا اضطرار

حضرت سلطان العاشقین بمعہ متعلقین واہل خانہ کے شاہ کرم محسن آباد میں مقیم تھے کہ ایکدن یکایک اشارہ ہوا کہ یہاں سے کوچ کا حکم ہوا ہے۔ سفر کی تیاری کرو۔ غرض مکانات نو تعمیر اور اراضی مزروعہ جو فصل دینے والی تھی سب کو چھوڑ چھاڑ کر مغرب کی جانب خانقاہ پیر خالص سے تین میل کے فاصلے پر جاکر قیام کیا۔ یہاں بھی ہر چیز فراہم ہوگئی۔ اور فصلیں پک کر تیار ہوئیں تو آپ نے پھر کوچ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ متعلقین نے عرض کیا کہ آتنا تو توقف فرمائیں کہ غلہ برداشت کر لیں لیکن آپ نے فرمایا کہ گندم کی یہ فصل ثمر آور نہ ہوگی۔ یہ کہکر آپ دریائے راوی کی جانب جہاں قدیم وطن مالوفہ تھا روانہ ہوکر بستی گوگیرہ میں آکر قیام پذیر ہوئے اور دیگر متعلقین فصل کے لالچ میں وہیں رک گئے لیکن کچھ دن بعد بے نیل و مرام وہ بھی بستی کرم شاہ سے روانہ ہوکر بستی گوگیرہ میں حاضر خدمت ہوگئے کیونکہ حسب فرمان فصل خراب ہوگئی تھی اور زمین وہاں سے کچھ حاصل نہ ہوا تھا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

ع "طمع را سہ حرف است ہر سہ تہی"

گوگیرہ میں سردی کا موسم بسر کیا تھا اور موسم بہار کی آمد آمد تھی کہ سلطان العاشقین نے یہاں سے ترک سکونت کر کے دریائے گھارا کی طرف رختِ سفر باندھنے کا حکم فرمایا۔ صاحبزادگان اور دیگر ہمراہیوں نے عرض کیا کہ حضور فصل تیار ہے۔ اگر حکم ہو تو اسکے اٹھانے تک یہاں قیام کر لیں۔ آپ نے فرمایا اس فصل کو بھی حکم ثمر نہیں۔ چنانچہ آپکی روانگی کے بعد دریا میں سیلاب آیا۔ اور فصلیں غرقاب ہوگئیں۔ آپ نے دریائے گھارا کو عبور کر کے شہر راناٹہ وٹو سلیم شاہ کے جنوبی جانب ایک میل کے فاصلے پر ایک لق و دق میدان میں قیام فرمایا۔ شب گذری تھی کہ راناں وٹو کو حضرت کی آمد کی اطلاع ملی۔ وہ مدت سے مشتاقِ دید تھا۔ خوشی خوشی آپکی خدمت میں حاضر ہوا اور دعوتِ طعام پیش کی۔ آپ نے اسکی دعوت قبول کر کے تین روز قیام فرمایا۔ راناں وٹو نے حاضر ہوکر پھر استدعا کی کہ اگر حضور مستقل یہاں قیام فرمائیں تو ہمیں آپکے فیضِ باطنی سے مستفیض ہونے کا موقع ملے اور یہاں ایک شہر کی آبادی کی صورت بھی نکل آئے۔ اس نے ازراہِ خلوص و عقیدت ایک ہزار بیگہ زمین بھی آپکی نذر کی۔ حضرت سلطان العاشقین اس مقام پر مستقل قیام کیلئے راضی ہوگئے۔ صاحبزادگان اور ہمراہیوں نے دو سال کے اندر محنت شاقہ سے زمین کو سرسبز و شاداب بنا

دیا۔ طالبانِ خدا کا اژدہام رہنے لگا۔ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمتہ اللہ علیہ بھی یہاں آکر زیارتِ مرشد سے مُشرف ہوئے۔

حضرت سلطان العاشقین کی بیٹھک اکثر مہارہ میں ہوتی تھی۔ ایکدن ہر دو صاجزادگان حضرت سیرانی بادشاہ اور بعض دوسرے اصحاب آپکے پاس بیٹھے تھے کہ حضرت نے فرمایا مجھے تخلیہ چاہیئے کیونکہ محکم الدین سے ایک بات کرنی ہے۔ چنانچہ سب اُٹھکر باہر چلے گئے۔ اور صاجزادہ صالح محمدؒ بھی کچھ دور ہو بیٹھے۔ حضرت نے طویل گفتگو فرمائی جو اسرار و رموز پر مشتمل تھی۔ پھر فرمایا "اس فقیر کی عمر ختم ہو رہی۔ مناسب ہوگا کہ تم اب اس فقیر کی صحبت میں رہو۔" حضرت سیرانی نے عرض کیا اگر حضور کی مرضی یہی ہے تو بارگاہِ الٰہی سے یہاں قیام کی اجازت لے دیجئے۔ حضرت سلطان العاشقین اس کے بعد کافی دیر تک مراقبہ میں رہے۔ پھر سر اُٹھایا اور فرمایا "امتناعِ سیر کی اجازت نہیں۔ ہاں اتنا ضرور کرنا کہ فقیر کے آس پاس ہی رہنا۔"

حضرت کی رحلت حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رخصت ہو گئے تو سلطان العاشقین کے سفرِ آخرت کی تیاری کا حال معلوم کر کے سب بہت ملول و آزاد وہ خاطر ہوئے۔ اب حضرت کا یہ دستور تھا کہ اکثر صاجزادگان کو پاس بلا کر نصیحت کرتے اور ایسی باتیں کرتے جس سے دارِ فانی سے بے تعلقی اور عالمِ جاودانی سے دل لگاؤ کا اظہار ہوتا تھا۔ ماہ ذوالحجہ کی آمد کے ساتھ ہی دنیا کے تمام تعلقات سے بیگانگی پیدا ہو گئی۔ اکثر اوقات مراقبے میں رہتے۔ بمشکل کسی وقت ایک دو لقمے کھا لیتے۔ ۲۰ ر ذوالحجہ کو معمولی سا بخار ہوا جس سے کمزوری بڑھتی شروع ہوئی۔ آخر آپنے وہ تمام امانت جو فیضانِ الٰہیہ سے آپکو حاصل ہوئی تھی اپنے خلفِ اکبر خواجہ صالح محمد کے سپرد فرما دی۔ ۲۶ ر ذوالحجہ [1] ۱۱۸۷ھ کو پیامِ رحلت آ پہنچا۔ اور وہ وجودِ مسعود جو مطلوبِ حقیقی سے ملنے کیلئے ہر وقت مضطرب و بے قرار رہتا تھا واصلِ حق ہوا۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

---

[1] خزینۃ الاصفیا مصنفہ مفتی غلام سرور لاہوری میں آپکی تاریخ وصال ۸ ر ذی الحجہ ۱۰۸۵ھ درج ہے۔ یہیں سے دوسری کتابوں میں بھی یہی تاریخ وصال اخذ کر لی گئی ہے۔ چنانچہ "ذکرِ خیر" مولفہ مولوی عزیز الرحمٰن عزیز بہاولپوری کے حاشیہ میں بھی بلا تحقیق اسی تاریخ کو نقل کر دیا گیا اور اس طرح آپ کے اور حضرت سیرانیؒ کے عہد میں ایک سو سال سے زیادہ کا فصل پیدا کر دیا۔ جو خلافِ واقعہ اور قطعی غلط ہے۔

آپکے وصال کی خبر حضرت خواجہ محکم الدین سیرانیؒ کو پاک پتن میں ملی۔ جہاں آپ حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے عرس میں شرکت کے لئے گئے ہوئے تھے۔ اس خبر کے ملتے ہی آپ فوراً وہاں سے روانہ ہو گئے حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ نے جو اس وقت پاک پتن میں ہی تھے آپکے پاس جاکر فاتحہ خوانی کی اور کہا کہ جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا اب آپ عرس میں شرکت کے بعد تشریف لے جائیں۔ لیکن آپنے فرمایا کہ صاحبِ مزار سے تو ملاقات ہو چکی اب قیام کی کیا ضرورت ہے غرض آپ وہاں سے رخصت ہو کر سیدھے مزار مبارک پہ پہنچے۔ صاحبزادگان اور خدام استقبال کیلئے بڑھے تو آپ سلام کر کے آگے بڑھ گئے اور کسی سے کلام نہ کیا مزار پُر انوار پہ حاضر ہو کر تھوڑی دیر مراقبہ کیا اور پھر سر اٹھا کر الحمد للہ الحمد للہ کا ورد کرتے وہاں سے آئے اور حاضرین سے ملاقات کر کے رسمِ تعزیت ادا فرمائی۔ علی الصباح صاحبزادہ صالح محمدؒ کے سر پر حضرت سلطان العاشقین کی دستار مبارک باندھی اور سلطان صالح محمدؒ کا لقب دیکر حضرت سلطان العاشقین کی مسند پر بٹھایا

بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۲۸

سوانح عمری خواجہ عبد الخالقؒ و خواجہ محکم الدین سیرانی مرتبہ مولانا ابو الصالح محمد فیض اویسی جو مولانا عین الدین مرحوم کی فارسی تصنیف ہے اور جس کا ترجمہ حضرت خواجہ عبد الخالق علیہ الرحمتہ کے موجودہ سجادہ نشین حضرت صالح محمد اویسی کے چھوٹے بھائی حضرت سلطان بالا دین نے کیا ہے اس میں آپکی تاریخ وفات ۲۶ ذوالحجہ ۱۱۸۶ھ درج ہے۔ البتہ مفتی غلام سرور لاہوری کی تصنیف گنج تاریخ میں جو ۱۲۸۴ھ میں لکھی گئی ہے۔ اس کے صفحہ نمبر ۷۷ پر آپکی تاریخ وفات کا جو قطعہ درج کیا گیا ہے۔ اس کے حساب سے ۱۱۸۵ھ کے اعداد برآمد ہوتے ہیں۔ قطعہ تاریخ یہ ہے۔

وصل شد باذاتِ حق چوں عبد خالق نامور　　رفت روح پاک او بر عرش از فرش زمیں

رحلتش "خورشید اجلال" از خرد شد جلوہ گر　　ہم دگر "محبوبِ خالق ہادیِ راہِ یقیں"

۱۱۸۵ھ　　۱۱۸۵ھ

لیکن ہم قربت ذاتی کے اعتبار سے سوانح عمری میں درج شدہ تاریخ وفات (۱۱۸۶ھ) کو درست سمجھتے ہیں۔ پھر چونکہ حضرت سیرانیؒ کا وصال حضرت خواجہ عبد الخالقؒ کے وصال کے دس سال بعد ہوا تھا اس لحاظ سے بھی آپکی صحیح تاریخ وصال ۱۱۸۶ھ ہی بنتی ہے۔

جسدِ مبارک کی بار بار منتقلی۔ حضرت سلطان العاشقین خواجہ عبدالخالق علیہ الرحمتہ کی خانقاہ پہلے جس جگہ بنی تھی وہ پیر عبدالخالق کے نام سے مشہور تھی۔ فرمانروائے بہاولپور نواب صادق محمد خاں نے بصیغہ انعام کافی اراضی بنام سجادہ نشین خانقاہ شریف پیش کی تھی۔ جو پشت ہا پشت اس خاندان کے نام رہی۔ اگرچہ یہ اراضی علاقہ بنگلہ فاضل کا میں حکومت انگلشیہ کے تصرّف میں تھی لیکن میاں خدا بخش کی حیات تک بحال رہی ان کے انتقال کے بعد ۱۲۷۶ھ میں از روئے آئین انگریزی تخفیف میں آگئی۔

حضرت سلطان العاشقین کے وصال کے چار سال بعد دریائے گھارا میں سیلاب آیا اور مزار مبارک کے زیر آب ہونے کا خطرہ پیدا ہوا تو صاحبزادگان نے وہاں سے آپکا صندوق نکال کر محب علی کے مقام پہ پہنچانا چاہا لیکن راٹھا وٹو مزاحم ہوا۔ اسی دوران حضرت خواجہ محکم الدینؒ زیارت کیلئے تشریف لے آئے۔ آپ صورتحال معلوم کر کے بذاتِ خود مزار سے صندوق نکال کر محب علی لے گئے اور وہیں دفن کر کے خانقاہ مبارک تعمیر کرنے کی تجویز فرمائی ۱۲۲۷ھ میں چالیس سال بعد دریائے گھارا میں پھر سیلاب آیا اور مزار کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوا۔ صاحبزادگان اتنے عرصہ بعد صندوق نکالنے میں متردد تھے کہ حضرت صاحب السیرؒ کے سجادہ نشین کی جانب سے یہ پیغام ملا کہ صندوق کو نکال کر بہاول پور منتقل کر دیا جائے تاکہ آپ یہاں اپنے رفیقوں اور عزیزوں کے ہمراہ رہیں لیکن ورثاء کو اس تجویز سے اتفاق نہ ہوا۔ بلکہ صندوق مزار مبارک سے برآمد کر کے ایک کمرۂ بے در میں رکھ دیا گیا اور اوپر سے غلاف ڈال دیا گیا۔ ارادہ تھا کہ یہیں خانقاہ مبارک تعمیر کیجائیگی کہ اسی طرح ایک سال گذر گیا۔ آخر الامر علاقہ شہر فرید کے راسخ العتقاد افراد جو داود پوترہ مندانی تھے اور ان میں محمد پناہ خاں اور محبت خاں پیش پیش تھے حاضر خدمت ہوئے اور گذارش کی علاقہ شہر فرید میں جہاں قصور داران کی رہائش ہے وہاں خانقاہ مبارک تعمیر کی جائے تاکہ ہم غلامان شرفِ ہمسائیگی سے مشرف ہو سکیں داؤد پوترہ صاحبان نے اپنی عورتوں کو بھی حضور کے ورثاء کے دروازے پر لا کر بٹھا دیا اور اپنی درخواست قبول کرنے کے لئے بار بار زور دیتے رہے۔ محبّوں اور مخلصوں کے اصرار نے صاحبزادگان کو مجبور کر دیا کہ صندوق شہر فرید میں منتقل کر دیا جائے چنانچہ صندوق کو کشتی پر لاد کر اور اہل خانہ کو بذریعہ سواری خشکی کے راستے روانہ کیا گیا۔ وہاں پہنچکر داؤد پوتروں کی خواتین نے مکانات اور حویلیاں فارغ کر کے انکو دیدیں۔ اور صندوق کو کشتی سے اتار کر اس مقام پر رکھ دیا گیا جہاں اس وقت خانقاہ مبارک ہے، محبت خاں داؤد پوترہ نے لنگر کے مصارف کیلئے ایک چاہ نذر کیا جو اب تک خانقاہ کے شمال میں چاہ دربار والہ کے نام سے موجود ہے۔

یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ چالیس سال بعد جب آپکا صندوق برآمد کیا گیا۔ تو حضرت سلطان العاشقین کا جسم مبارک اپنی اصل حالت میں تھا جسکی حاضرین نے زیارت کی۔

تعمیرِ خانقاہ معلی اور مسجد شریف میاں محمد یعقوب خاں وزیر اعظم نواب بہاول خاں ثالث نے جو حضرت کے مریدوں میں سے تھا جب آپکے مزار پر فاتحہ خوانی کیلئے آیا تو اس نے سجادہ نشین صاحب سے خانقاہ اور مسجد کی تعمیر کی خواہش کی۔ اور حسبِ رضامندی سجادہ صاحب تھوڑے سے ہی عرصے میں خانقاہ اور مسجد کی تعمیر مکمل کرا دی۔ اسکے بعد جب نواب بہاول خاں ثالث کا بہ سلسلہ شکار ادھر آنا ہوا اور وہ زیارت کیلئے مزار پر حاضر ہوئے تو انہوں نے استفسار کیا کہ یہ خانقاہ اور مسجد کس نے تعمیر کرائی ہے۔ میاں محمد یعقوب خاں نے عرض کیا کہ یہ خدمت اس غلام نے انجام دی ہے۔ نواب صاحب یہ سُن کر بہت خوش ہوئے اور خانقاہ کے ساتھ مجلس خانہ کی تعمیر اپنے ذمہ لے لی۔ چنانچہ منشی جمعیت رائے ولد منشی مقدم رائے کی نگرانی میں چھ ماہ کے عرصہ میں مجلس خانہ تعمیر ہو گیا۔

حضرت سلطان العاشقین کے خلفاء

جیساکہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے حضرت سلطان العاشقین خواجہ عبدالخالق علیہ الرحمتہ کے تین خاص خلفاء حضرت سلطان التارکین خواجہ محکم الدین سیرانیؒ، حضرت سید محمد عارفؒ اور حضرت میاں محرم تھے، ان تینوں کے مختصر حالات یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

حضرت خواجہ محکم الدین سیرانیؒ سلطان التارکین حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمتہ اللہ علیہ جنھیں سیرانی بادشاہ اور صاحب السیر بھی کہتے ہیں مسلکاً قادری حنفی تھے، حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے باطنی فیض اویسیہ طریقے سے حاصل کیا تھا۔ اسلئے آپکو اویسی بھی کہتے ہیں۔

آپکی ولادت کھرل قوم کے ایک ممتاز گھرانے میں ۱۱۳۵ھ اور ۱۱۳۷ھ کے لگ بھگ ہوئی۔ اجداد کا وطن گوگیرہ ضلع منٹگمری ہے۔ آپکے بزرگ محب علی کے مقام پر جو پاک پتن سے دس میل کے فاصلہ پر لب دریائے گھارا[1] ہے۔ آکر آباد ہوگئے تھے۔ والد ماجد کا اسم مبارک حافظ محمد عارف بن حافظ محمود ہے ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی۔ ۱۶ سال کی عمر میں شرح عقائد علامہ تفتازانی تک درسی کتابوں کا دور ختم کر لیا۔ پھر آپ اپنے چچازاد بھائی حضرت خواجہ عبدالخالقؒ کے پاس چلے گئے جو انھیں مزید تحصیل علم کیلئے اپنے ساتھ دہلی لے گئے۔ کچھ عرصہ[2] آپنے حضرت قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہارویؒ کے ہمراہ لاہور میں بھی طالب علمی کا زمانہ گذارا تھا

---

[1] یہ وہی دریا ہے جو گھاگھرا اور ہاکڑہ کے نام سے بھی مشہور ہے اور جس کا سرچشمہ چمبہ کی پہاڑی ریاست میں واقع ہے جو کلو کی وادی کے قریب ہے۔ بعض ماہرین جغرافیہ کی رائے میں اس دریا کا بالائی حصہ سرسوتی یا ستودر (ستلج کے قدیم نام) کہلاتا ہے اور اسکے نشیبی حصے کو ہاکڑہ کہتے ہیں۔ چولستان کے وسیع علاقے کو یہی دریا کبھی سیراب کرتا تھا اور اسکے کنارے پر بہت سی بستیاں آباد تھیں۔ اب جہاں یہ دریا خشک ہوچکا ہے وہاں پر وہ بستیاں بھی جو اسکے کنارے آباد تھیں معدوم ہوچکی ہیں۔

[2] لاہور کی تعلیم کے متعلق شعاع نور مولفہ محمد حفیظ الرحمٰن مرحوم میں مناقب المحبوبین کے حوالہ سے یہ روایت

لیکن صحیح معنی میں تکمیلِ علم دہلی میں ہوئی۔ اس زمانے میں دہلی علما و فضلا کے مرکز کی حیثیت رکھتا تھا۔ ایکطرف حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی مسند درس و وعظ پر جلوہ افروز تھے تو دوسری طرف حضرت[1] مولانا فخر جہاں فخر الدین فخرِ دہلی کی مجلسِ علم و فضل قائم تھی۔ حضرت سیرانی بادشاہ نے آپ سے ہی اکتسابِ فیض کیا۔

طریقت و سلوک کی منازل آپنے اپنے چچازاد بھائی حضرت خواجہ عبد الخالق رحمتہ اللہ علیہ کی صحبت میں طے کیں۔ آپکے ہی ارشاد کے بموجب سیرانی بادشاہ نے حضرت چاولیا[2] مشائخ کی خانقاہ پر بے خواب و خور چالیس دن کا چلہ کھینچا چلے سے فارغ ہو کر جب حجرہ سے باہر آئے تو روزہ کھولنے کیلئے بیر کی خواہش دل میں پیدا ہوئی چنانچہ غیب سے حضرت خضر علیہ السلام ایک بزرگ کی شکل میں ظاہر ہوئے اور انہوں نے آپکو بیر پیش کئے جس سے آپنے روزہ افطار کیا۔ اسکے بعد آپ اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چلے کی پوری کیفیت بیان کی۔ آپنے "سیرو فی الارض" کے تحت آپکو سیر و سیاحت کا حکم دیا۔ چلے کے دوران بھی یہی پیغام راحت افزا آپکو ملا تھا۔ چنانچہ آپ ساری زندگی سفر میں رہے۔ کئی بار حج بھی کیا۔ اس زمانے میں سفر کی موجودہ سہولتیں نہ تھیں اسلئے اکثر سعادتِ حج پا پیادہ حاصل کی۔ مرشد نے آپ کو دعا دی تھی کہ میری اولاد تیرے نام سے ہی پہچانی جائیگی۔

بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۳۲

درست ہے۔ کہ حضرت محکم الدین سیرانیؒ اور خواجہ نور محمد مہارویؒ درسی تعلیم حاصل کرنے کیلئے لاہور پہنچے تو اسوقت کیفیت یہ تھی کہ یہ دونوں بزرگ دن کے وقت تعلیم میں مصروف رہتے اور رات کے وقت گداگری کر کے ضروریات پوری کرتے جس سے نفس کو رام کرنے کا بھی سامان ہوتا۔

۱۔ آپ کا مزار پرانی دہلی میں خانقاہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کے احاطہ میں ہے۔

۲۔ شیخ چاولیا مشائخ اولیائے کاملین میں سے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ راجہ جےپال کے بیٹے تھے۔ یہ راجہ اشاعتِ اسلام کی ابتداء کے وقت ملتان اور اسکے نواح پر حکمران تھا۔ خلفائے عباسیہ کے لشکر نے جب پہلے پہل سندھ پر حملہ کیا تو راجہ جےپال کی حکومت بھی ختم ہو گئی۔ رائے چاؤ جو ابھی نوعمر ہی تھا دائرہ اسلام میں شامل ہو گیا۔ آگے چل کر اس نے عبادت و ریاضت کا یہانتک حق ادا کیا کہ دنیوی حکومت کی جگہ روحانی مملکت کی خسروی اسکے حصہ میں آئی۔ یہی رائے چاؤ شیخ چاولیا کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپکا وصال ۱۳۱ ھ میں ہوا۔ مزار مبارک پاکپٹن میں ہے۔

چنانچہ اس کے باوجود کہ حضرت سلطان العاشقین خواجہ عبدالخالق علیہ الرحمتہ کا سلسلۂ اولاد ماشاء اللہ تا ایں دم قائم ہے اور وہ یکے بعد دیگرے مسندِ سجادگی کی زینت بنتے آرہے ہیں۔ لیکن انکی وجہِ شہرت حضرت سیرانی بادشاہ کی ہی گدی ہے اور وہ ان سے ہی منسوب کئے جاتے ہیں۔

بزرگانِ وقت آپکے متعلق بڑی اچھی رائے رکھتے تھے۔ حضرت خواجہ نور محمد مہاروی فرماتے تھے کہ آپکو ابتدائے سلوک سے انتہائے مدارج تک کبھی حالتِ انقباض نہیں ہوئی۔ ایک دفعہ خواجہ عبدالخالق سے آپکے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپنے فرمایا کہ میں نے محکم الدین کو ایک چاول دیا تھا لیکن انہوں نے اپنی ہمت سے اس ایک چاول سے ہزاروں من کا خرمن تیار کر لیا۔

آپکے کمالاتِ روحانی کے واقعات بیحد و حساب ہیں۔ اس کتاب میں آپکے جو ملفوظات پیش کئے گئے ہیں ان سے آپکی باطنی قوت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ آپکی نگاہِ حق آگاہ سے بے شمار مخلوقِ خدا مستفیض ہوئی اور بہت سے سالکانِ راہِ طریقت آپکی توجہ سے آسمانِ ولایت پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔

یوں تو آپکے مرید لاتعداد ہیں لیکن وہ چند خلفاء جو انوارِ باطنی سے پوری طرح آراستہ ہوئے انکے نام ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ شیخ قمر الدین علیہ الرحمتہ سکنہ موضع قائم پور۔ یہ بزرگ نواب سرفراز خاں حاکم ملتان کے پیر تھے۔

۲۔ شیخ محمد سلیم قریشی علیہ الرحمتہ سامانی۔

۳۔ شاہ ابوالفتح علیہ الرحمتہ ساکن موضع موئے مبارک تحصیل رحیم یار خاں۔

۴۔ خواجہ سلیمان علیہ الرحمتہ۔ ان کا مزار حضرت سیرانی بادشاہ کے مزار سے متصل ہے۔

۵۔ شیخ محمد انور ملتانی علیہ الرحمتہ۔ یہ بھی حضرت کے قریب ہی مدفون ہیں۔

۶۔ شیخ اللہ داد علیہ الرحمتہ۔ یہ بزرگ ڈیرہ غازیخاں کے رہنے والے تھے۔ ملتان میں مزار مبارک ہے۔

۱؎ آپ موضع گورماتی ضلع مظفر گڑھ کے رہنے والے تھے۔ مرشد کے تتبع میں سیر و سیاحت کی۔ ۲۳ جمادی الثانی ۱۲۶۵ھ کو وفات پائی۔ بیرون پاک دروازہ نزد ریلوے اسٹیشن ملتان آپکا

۷۔ دیوان محمد غوث علیہ الرحمتہ جلالپوری - یہ پیر لال قتال علیہ الرحمتہ کی اولاد میں سے تھے۔

۸۔ شیخ دوست محمد علیہ الرحمتہ۔ آپ کا مزار جہانگڑہ میں ہے۔

۹۔ حافظ عبدالکریم علیہ الرحمتہ۔ حُسنِ قرأت میں پنجاب بھر میں آپکا جواب نہ تھا۔

۱۰۔ شیخ عبدالسلام جوگی - یہ نو مسلم تھے۔ اور صاحبِ استدراج تھے۔ حضرت نے انکی قوتِ استدراج سلب کرلی تھی۔ جس سے متاثر ہوکر یہ مسلمان ہو گئے اور پھر آپکے فیضِ صحبت سے باطنی کمالات کو پہنچے۔

۱۱۔ مولوی غلام محمد[۲] - یہ نوابصاحب بہاولپور کے خاندانِ اتالیق سے تعلق رکھتے تھے۔ خواجہ صاحب کے مزار کا اندرونی گُمبد انھیں کا بنوایا ہوا ہے۔ بڑے صاحبِ کرامت بزرگ تھے۔

ان کے علاوہ خلیفہ محمد صدیق داجلی۔ خلیفہ محمد وارث۔ خلیفہ محمد اعظم اٹھوال۔ خلیفہ محمد مقبول کھوکھر۔ مہرو خاں پرجانی اور میاں سلطان محمود بزدی کا شمار بھی آپکے خلفاء میں ہوتا ہے۔[۳]

حضرت سلطان التارکین کا وصال کاٹھیاواڑ میں دھراجی بندر کے مقام پر زہر خورانی کے سبب

بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۳۴

مزار ہے۔ جس پر دس اشعار کا قطعہ تاریخ درج ہے، یہ شعر اسی قطعہ میں سے لئے گئے ہیں۔

اللہ دادے محمد شیخ کامل	کہ بودش جملگی اخلاقِ محمود
بہ بست وسوم از ثانی جمادی	شبِ جمعہ جہاں را گرد بدورد
چوں مسکین جست تاریخش زہاتف	ندا آمد کہ ”ختم الاصفیا بود“

۱۲۶۵ھ

[۲] یہ مولوی غلام حسین مرحوم کے پردادا تھے جو نواب صاحب صادق محمد خاں خامس کے اتالیق اور سابق ریاست بہاولپور کے ہوم منسٹر کے عہدے پر بھی فائز رہے ان کے ایک فرزند ریاست کے وزیر تعلیم میجر محمد شمس الدین مرحوم تھے۔ ان کے علاوہ مشہور سیاستداں میاں نظام الدین حیدر اور سابق سپرنٹنڈنٹ پولیس کیپٹن ضیاء الدین بھی انھیں کے فرزند ہیں۔

[۳] ”ارضِ ملتان“ میں محمد مراد و حافظ نور احمد کو بھی حضرت سیرانی کے مریدوں میں درج کیا ہے۔ محمد مراد کا مزار پرانی کوتوالی بیرون لوہاری دروازہ ملتان میں احاطہ کے اندر ہے۔
حافظ نور احمد کا مزار تارگنج ملتان میں ہے۔ انکی تاریخ وفات ۶ محرم الحرام ۱۲۶۶ھ ہے۔

۶ ربیع الاخر ۱۱۹۷ھ کو ہوا۔[۱] اس سانحہ عظیم کی تفصیل اس طرح ہے کہ کاٹھیاواڑ میں آپکے مریدین و معتقدین کافی تعداد میں تھے۔ انکی خواہش تھی کہ آپ وہیں مستقل قیام فرمائیں اور اگر زندگی میں ممکن نہ ہو تو بعد وصال آپکا مزار وہیں بنے۔ تاکہ آپکی فیض رسانی کا سلسلہ قائم رہے۔ چنانچہ حافظ محمد کوکی جو آپکے مریدوں میں سے تھا جب اسکو یہ معلوم ہوا کہ آپ واپس جارہے ہیں تو اس نے ایک روز اپنے ہاں قیام اور دعوتِ طعام کی استدعا کی۔ آپنے دعوت قبول کرلی اور اسکے ہاں تشریف لیگئے۔ اس نے کھانے میں زہر ملادیا۔ جسکے کھاتے ہی آپکی حالت بگڑ گئی۔ اسی حالت میں نماز عشاء ادا فرمائی۔ پانی کی پیاس معلوم ہوئی تو حافظ محمد کوکی سے پانی طلب کیا۔ اس نے تامل کیا کہ اسکے پینے سے زہر کا اثر تیز ہو جائیگا جس پر آپنے فرمایا کہ "اے احمق اب کیا سوچتا ہے۔ جو ہونا تھا وہ تو ہوچکا اب پانی کیوں نہیں پلاتا"۔ غرض حافظ کوکی نے پانی لاکر دیا جسکے پیتے ہی قئے ہوگئی۔ قئے میں گوشت کے لوتھڑے نکلے۔ فقیر ابو طالب جس کے حجرے میں آپکا قیام تھا وہ اُسوقت وہیں موجود تھا۔ اس نے یہ خیال کر کے کہ آپکا آخری وقت آپہنچا آپکی آنکھوں پر ہاتھ رکھکر بند کرنیکی کوشش کی۔ لیکن آپ اس وقت ہوش میں تھے۔ لہذا فرمایا "اے ابو طالب! ابھی وقت نہیں آیا۔" یہ کہکر جذبہ کی حالت میں کھڑے ہوگئے۔ ابو طالب نے دریافت کیا حضرت صاحبزادگان کو کیسے اطلاع دیجائے۔ متعلقین کا خیال کر کے آپکا دل بھر آیا۔ پھر آپنے یہ نصیحت کی کہ حافظ محمد کوکی کو جس نے آپکو کھانے میں زہر دیا تھا۔ کوئی کچھ نہ کہے۔ اس کو دس روپے اپنے پاس سے دیکر کہا کہ پانچ روپے میرے کفن پر صرف کرنا اور باقی پانچ روپے خیرات کردینا۔

---

[۱] مفتی غلام سرور لاہوری نے آپ کی تاریخ وفات یہ نظم کی ہے۔

حضرت محکم شہِ دین اہل سیر — گشت چو از دہر بجنت مقیم
باز پے رحلت آں بادشاہ — گفت خرد "حاکم محکم عظیم"
۱۱۹۷ھ

بہاولپور کے مشہور تاریخ نویس محمد حسن میرانی نے یہ منظوم تاریخ نکالی ہے۔

کرد رحلت بسوئے خلد بریں — صاحب السیر شاہ سیرانی
چوں حسن از خرد وصالش جست — گفت "خواجہ شہید ربانی"
۱۱۹۷ھ

قبر کے متعلق فرمایا کہ کسی جگہ گڑھا کھود کر میری نعش اسمیں دفن کر دینا۔ ایک درویش جسکا نام شیخ ننھو تھا اور جس نے حضرت کا مادہ استغراغ پی لیا تھا اسکے بارے میں فرمایا کہ اسکو شہر میں نہ رہنے دینا۔

اس کے بعد حضرت نے ذکر "اره" شروع کیا اور تھوڑی دیر میں روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ۔ رات کے وقت ہی آپکی تجہیز و تکفین ہوئی اور نماز جنازہ پڑھاکر تدفین کر دیگئی۔ کئی دن بعد اہل بہاولپور اور لواحقین کو آپکے وصال کی اطلاع ملی سب سے پہلے صاحبزادہ اویس بخش اور حاجی محمد اعظم اٹھوال ڈیراجی بندر پہنچے۔ انکے پیچھے پیچھے دیگر حضرات کی ایک جماعت وہاں پہنچ گئی اور اہل ڈیراجی کی مخالفت کے باوجود آپکا تابوت بہاولپور لے آئی اور بستی گوٹھ بخشا قسمانی سے پانچ کوس کے فاصلے پر گوٹھ جیا پوستی میں آپکا تابوت سپرد خاک کر دیا۔ اس بستی میں ایک ضعیفہ مائی حلیمہ رہتی تھی۔ جس کے پاس حضرت اکثر تشریف لائے تھے۔ اور اسکو منہ بولی بہن بنایا ہوا تھا۔ اسکے اصرار پر اسی مقام کو آپکی آخری آرام گاہ کے لئے منتخب کیا گیا۔ یہ بستی حضرت کی خانقاہ مبارک کیوجہ سے خانقاہ شریف کے نام سے ہی مشہور ہوگئی۔ آج گوٹھ جیا پوستی کو کوئی نہیں جانتا البتہ خانقاہ شریف کا نام ہر کہہ و مہہ کی زبان پر ہے یہ جگہ مین ریلوے لائن پر مشہور ریلوے جنکشن سمہ سٹہ کے جنوب میں ڈیڑھ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

نواب مظفر خاں سدوزئی گورنر ملتان نے آپکے مزار کا ساتھ ایک چبوترہ۔ اور دہ در دہ حوض کے علاوہ ایک مسجد بھی تعمیر کرائی۔ بعد میں والی بہاولپور نواب محمد بہادل خاں رابع نے خانقاہ کی دوبارہ تعمیر اور ضروری مرمت کرائی۔ اسی زمانہ میں کچی کاری کا نفیس کام اور چوبی رنگین کٹہرے اور چوبی رنگین چھت تیار ہوئی۔

ہر سال ۵ ربیع الثانی کو آپ کا عرس ہوتا ہے جس میں ملتان، مظفر گڑھ اور ڈیرہ غازیخان وغیرہ سے کافی تعداد میں لوگ آکر شرکت کرتے ہیں۔ کاٹھیاواڑ کی میمن بھی حسب سابق انتہائی عقیدت و احترام کے ساتھ عرس میں شریک ہونے آتے ہیں اور بڑی خیرات کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ کے تبرکات میں جو چیزیں قابل زیارت ہیں۔ ان میں دستار۔ بالاپوش۔ پاپوش اور ایک شلوار شامل ہے۔

حضرت سیرانی بادشاہ کے جانشین | جیسا کہ معلوم ہے حضرت سلطان التارکین سیرانی بادشاہ نے تمام

عمر تجرد میں گذاری تھی۔ اور آپکی کوئی سلبی اولاد نہ تھی جو آپکی جانشین ہوتی۔ اس وجہ سے آپکے بھائی میاں امان اللہ کے فرزند سلطان احمد دین مسندِ سجادگی پر بیٹھے۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادہ خواجہ محمد بخش خواجہ احمد یلیر۔ خواجہ نبی بخش۔ خواجہ امام بخش[1] یکے بعد دیگرے زیبِ سجادہ ہوئے۔ خواجہ امام بخش لاولد تھے۔ اسلئے انکے بعد خواجہ فیض محمد[2] بن نور احمد بن محمد عارف بن سلطان احمد دین خلیفہ اوّل حضرت سیرانی بادشاہؒ سجادہ نشین ہوئے۔ دو تین سال بعد ان کا انتقال ہوگیا۔ اور ان کے صاحبزادے خواجہ محمد الدین[2] سجادگی کے حقدار قرار پائے۔ خواجہ محمد دین کے بعد ان کے فرزند میاں سردار احمد اویسی زیبِ سجادہ ہوئے۔ ان کا انتقال ۱۱ اکتوبر ۱۹۷۹ء کو حج پر جاتے ہوئے جدہ کے قریب ہوائی جہاز میں ہوگیا چنانچہ آپکی نعش پی۔ آئی۔ اے کے ذریعہ کراچی لائی گئی اور وہاں سے سمہ سٹہ لاکر خانقاہ مبارک میں دفن کردی گئی۔ آپکے جانشین کا تاحال فیصلہ نہیں ہوا۔

حضرت سیّد محمد عارف حضرت سیّد محمد عارف شاہ بانس بریلی (ہندوستان) کے رہنے والے تھے۔ اوائل عمر میں طبیعت عیش و تنعم کی طرف مائل تھی لیکن بعد میں دُنیا سے دل اُچاٹ ہوگیا اور کسی پیرِ کامل کی جستجو لاحق ہوئی۔ ان دنوں حضرت سلطان العاشقین کے فیضانِ علم کا چرچا شہر در شہر تھا چنانچہ سیّد محمد عارف بھی آپکی شہرت سُن کر شوقِ زیارت میں دور دراز کی مسافت طے کرکے حاضرِ خدمت ہوئے اور اور آپکی باطنی قوت سے متاثر ہوکر شرفِ بیعت سے مشرف ہوئے۔ کافی عرصہ مجاہدہ و ریاضت میں مشغول رہے جس سے نفس کی خودسری اور پراگندہ طبعی دور ہوگئی۔ حضرت سلطان العاشقین کی رہنمائی میں سلوک کی منازل طے کیں اور فقر کے جملہ امور میں کمال حاصل ہوگیا تو حضرت نے خرقۂ خلافت عطا کرکے رخصت فرمایا۔ آپ ہر سال طالبانِ حق کی ایک جماعت کے ساتھ پاپیادہ حضور کی زیارت کے

---

[1] خواجہ امام بخش نے ۱۳۶۴ھ مطابق ۱۹۴۵ء میں وفات پائی تھی۔ محمد حسن خاں سیرانی نے یہ قطعہ تاریخ کہا تھا۔

کیسے کیسے اٹھ گئے اہلِ صفا   روئیں کس کس شخص کو اہلِ زمین

فکر ہے تاریخ کی تجھکو اگر   اے حسن کہہ "شیخ کامل فخرِ دیں" ۱۹۴۵ء

[2] خواجہ محمد الدین ابن خواجہ فیض محمد کی تاریخ وصال ۱۷ ذوالقعدہ ۱۳۷۷ھ مطابق ۵ جون ۱۹۵۸ء ہے۔

لئے آتے تھے۔

فروتنی ست دلیل رسیدگان کمال
سوار چونکہ بہ منزل رسد پیادہ شود

میاں محرّم

میاں محرّم قوم ماچھی سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت سلطان العاشقین کے کمالاتِ روحانی کی شہرت سن کر انکے دامنِ ارادت سے وابستہ ہو گئے۔ آپنے اسقدر ریاضت اور مجاہدہ کیا تھا اور شیخ کی محبت اسقدر جاگزین ہو گئی تھی کہ فنافی الشیخ کا درجہ حاصل ہو گیا تھا۔ کہتے ہیں کہ شیخ کی متابعت و محبت نے آپکو بالکل شیخ کے رنگ میں رنگ دیا تھا یہاں تک کہ شکل و صورت میں بھی آپنے شیخ کی شکل و صورت اختیار کر لی تھی اس کمال مشابہت کیوجہ سے لوگوں کے دلوں میں آپکا وقار و احترام کافی بڑھ گیا جسکی وجہ سے آپ میں تکبر اور غرور پیدا ہو گیا اور آپ خود کو عبد الخالق کہنے لگے۔ اور حضرت شیخ کیخدمت میں حاضر ہونے سے بھی گریز کرنے لگے۔ ایک دفعہ اپنے معتقدین کی کثیر جماعت کے ساتھ حضور کی مجلس میں آئے اور گستاخانہ حرکات کرنے لگے۔ مثلاً حضرت کا آفتابہ خاص اپنے استعمال میں لائے۔ اور حضرت کے خاص بستر پر استراحت کرنے کیلئے کہا۔ ان حرکاتِ ناشائستہ سے لوگ تو سخت نالاں تھے لیکن حضرت کے دل میں کوئی کدورت پیدا نہیں ہوئی تھی۔ آخر جب اسکے تجاوزات حد سے زیادہ بڑھنے لگے تو آپ دل برداشتہ ہو گئے اور خدام کو حکم دیا کہ اسے حاضر کرو۔ جب خدام اسکے پاس پہنچے تو اس نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ مجھے انکی کوئی ضرورت نہیں۔

حضرت کو جب اسکے اس جواب کا علم ہوا تو غصہ میں آکر آپ خود اسکے حجرہ میں پہنچے۔ آپکو آتا دیکھکر اس نے دروازہ بند کر لیا۔ حضرت بخرقِ عادت حجرہ میں داخل ہوئے تو وہ دریچہ سے نکل کر ہوا میں پرواز کر گیا۔ حضور بھی مثل شہباز ہوا میں اڑے اور اسے پنجہ غضب میں بھینچ کر معرفت کے نور سے تہی کر دیا۔ اسکے بعد محرّم صاحب زمین پر آپڑے۔ چہرہ متغیر ہو گیا اور کتے کیطرح بھونکنے لگے۔

اسی حالِ زبوں میں کافی عرصہ گزر گیا۔ اب کیا تھا میاں محرّم کفِ افسوس ملکر زار زار روتے۔ دروازے پر آکر ماتھا رگڑتے اور عفوِ تقصیر کی درخواست کرتے۔ آخر صاحبزادہ صالح محمد صاحب کو اسکی حالت پر رحم آیا اور انہوں نے اسکی سفارش کی۔ جس پر حضور نے اسے معاف کر دیا اور نا محرم کو ایکبار پھر محرمِ راز کر دیا۔ انکی قبر لیّہ میں انار والا کے مقام پر موجود ہے اور مرجعِ انام ہے۔

حضرت سلطان العاشقین کے سجادگان

حضرت خواجہ صالح محمد رحمتہ اللہ علیہ حضرت سلطان العاشقین خواجہ عبدالخالق علیہ الرحمتہ کے وصال کے بعد اُنکے بڑے صاحبزادے حضرت خواجہ صالح محمد رحمتہ اللہ علیہ کے سر پر حضرت سیرانی بادشاہؒ نے دستار باندھکر مسندِ سجادگی پر بٹھایا۔ آپنے والد ماجد سے بیعت کا شرف حاصل کیا تھا۔ اور تزکیۂ نفس و تصفیۂ وجود کی منازل طے کرنے میں کمال مجاہدہ سے کام لیا تھا۔ آپنے گھر اور باہر کی تمام ذمہ داریاں اپنے سر لیکر حضرت سلطان العاشقین کو ان تفکرات سے بالکل آزاد کردیا تھا۔ لنگر کے مصارف سے لیکر طلباء و عقیدتمندان کی دیکھ بھال اور انکے قیام و طعام کے جملہ انتظامات آپکے سپرد تھے۔ مزید برآں حضرت کے آرام و آسائش اور سفر و حضر کی جملہ ضروریات کا خیال رکھنا آپکے ذمہ تھا۔

جب حضرت سلطان العاشقین کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپنے فیضانِ اویسیہ کی تمام دولت آپکے سینے میں منتقل کردی تھی۔ آپ صحیح معنوں میں اپنے والد کے جانشین ثابت ہوئے۔ ۲۴ محرم ۱۳۶۴ھ کو آپکا وصال ہوا۔ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی علیہ الرحمتہ کو آپکے وصال کی خبر ہوئی تو گھر پر آکر تعزیت ادا کی اور فرمایا۔ "حضرت میاں صاحب کا وصال اب ہوا ہے۔" اسکے معنی یہ ہیں کہ جب تک آپ حیات رہے آپنے حضرت سلطان العاشقین کی کمی کسی کو محسوس نہ ہونے دی۔

حضرت عثمان نوریؒ حضرت صالح محمد رحمتہ اللہ کے وصال کے بعد انکے بڑے صاحبزادے حضرت خواجہ عثمان نوریؒ زیب سجادہ ہوئے۔ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی کے دستِ مبارک سے آپکے سر پر بھی سجادگی کی دستار بندھی۔ آپ اپنے والد سے دستِ بیعت تھے۔ اور ظاہری و باطنی کمالات میں وافر حصہ پایا تھا۔

حضرت عثمان نوریؒ کی شادی حضرت سلطان التارکین کے حقیقی بھائی خواجہ امان اللہ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ اسی تعلق کی بناء پر آپ محب علی سے ہجرت کرکے خانقاہ شریف خواجہ محکم

الدین سیرانی یہیں قیام پذیر ہو گئے تھے۔ اور اپنے جدِ امجد کی خانقاہ مبارک کے سجادے کیلئے اپنے چھوٹے بھائی خواجہ سلطان بالا دین کو اپنا قائم مقام بنا کر بٹھا دیا تھا۔

حضرت سلطان العاشقین کے وصال کے چالیس سال بعد دریائے گھارا کے سیلاب کے سبب جب آپکے مزار کو نقصان کا خطرہ لاحق ہوا اور آپکا صندوق وہاں سے کسی اور جگہ منتقل کرنیکا سوال پیدا ہوا تو حضرت عثمان نوری نے وہاں آ کر یہ خواہش ظاہر کی کہ آپکا صندوق بہاولپور میں لیجایا جائے۔ آپکے ہمراہ حضرت محمد دین سجادہ نشین حضرت سیرانی بادشاہ کے صاحبزادہ حافظ قادر بخش بھی گئے تھے۔ انہوں نے اپنے والد کیطرف سے اسی خواہش کا اظہار کیا۔ لیکن اس صلاح پر سب کا اتفاق نہ ہو سکا۔

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ حضرت سلطان العاشقین کے صندوق کی منتقلی کا مسئلہ درپیش تھا تو ایک رات حضرت سلطان بالا دین نے خواب میں دیکھا کہ حضرت جدِ امجد کا ایک مرید جسکا نام قطب الدین ہے کہہ رہا ہے کہ غلام زندگی میں حضرت کی صحبت سے دور نہیں ہوا۔ اب انتقال صندوق کے وقت مجھے نہ بھول جایئے گا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں اس رفاقت سے محروم ہو جاؤں۔ چنانچہ صبح حضرت سلطان بالا دین نے خواب کا حال سب کو سنایا اور طے پایا کہ جہاں حضرت سلطان العاشقین اور حضرت خواجہ صالح محمد کا صندوق لیجایا جائے وہیں میاں قطب الدین کی نعش بھی ساتھ جائے۔ چنانچہ جب ان کا مزار شق کر کے انکی نعش باہر نکالی گئی تو وہ صحیح سلامت تھی۔ صرف کفن بوسیدہ ہو گیا تھا۔ جسے صاحبزادگان نے تبدیل کر دیا۔ لہٰذا انکا مزار بھی وہیں بنایا گیا۔ جہاں حضرت سلطان العاشقین اور انکے سجادہ نشین حضرت صالح محمد کے مزارات ہیں۔

حضرت سلطان بالا دین

حضرت عثمان نوری نے ۱۲۳۳ھ کو رحلت فرمائی اور حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رح کے جوار میں سپرد خاک ہوئے۔ انھیں اللہ تعالٰی ایک فرزند عنایت کیا تھا جس کی عمر نے وفا نہ کی اور چھوٹی عمر میں ہی اللہ کو پیارا ہو گیا۔ لہٰذا ان کے وصال کے بعد حضرت سلطان بالا دین ہی سجادگی پر متمکن رہے۔ آپنے فیض روحانی حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رح علیہ الرحمتہ سے حاصل کیا تھا۔ ریاضت و مجاہدہ نے آپکو علائق دنیا سے بے نیاز کر دیا تھا آپکے علوئے مرتبہ کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رح نے حضرت خواجہ عبدالخالق کی درگاہ پر حاضر ہو کر ایک پوشاک آپکو پہنائی اور بغلگیر ہو کر

فرمایا۔ " اس میں رازِ الہی پوشیدہ ہے اور یہ میرا آستانہ ہے"

حضرت خواجہ شہاب الدین | حضرت سلطان بالادین کے بڑے فرزند شہاب الدین تھے جو چھوٹی عمر میں ہی کسی غلطی پر والد کے عتاب کا نشانہ بن کر اس دنیا سے چل بسے تھے ان کے بعد ۱۲۱۸ھ میں شہاب الدین ثانی تولد ہوئے۔ آپ کمسن ہی تھے کہ حضرت سلطان بالادین کی رحلت کا وقت قریب آگیا۔ چنانچہ آپ نے آدھی رات کے وقت انہیں یاد کیا۔ وہ آنکھیں ملتے ہوئے آئے تو حضرت نے آپکو اپنے سینے سے لگا کر جو گنجینۂ فیض بزرگوں سے انہیں پہنچا تھا وہ انہیں منتقل کر دیا۔

حضرت سلطان بالادین کے بعد آپ ہی مسندِ سجادگی پر رونق افروز ہوئے۔ وہ دولتِ عرفان جو والد بزرگوار سے بوقت وصال حاصل کی تھی اسکے علاوہ تزکیۂ نفس بھی آپ نے کمال کو پہنچایا تھا آپ خاموش طبع اور گوشہ گیر تھے۔ صحبتِ اہلِ دنیا سے ہمیشہ گریز کرتے تھے۔ البتہ غربا و مساکین پر آپکا التفات رہتا تھا۔ ذکر نفی و اثبات اور پاس انفاس کا شغل اختیار کر رکھا تھا ہر وقت محویت و استغراق کا عالم طاری رہتا تھا۔ اکثر خویش و بیگانہ سے بھی بے خبر رہتے تھے۔ کسی ویرانے میں جا کر شب بیداری اور ذکر الٰہی کرتے تھے۔ آپکا وصال ۱۱ ربیع الاول ۱۳۰۴ھ کو ہوا۔

خواجہ صالح محمد | حضرت شمس العارفین خواجہ شہاب الدین کے بعد انکے بیٹے خواجہ صالح محمد مسندِ سجادگی پر فروکش ہوئے آپکی ولادت بروز شنبہ ماہ رجب ۱۲۶۵ھ میں ہوئی تھی۔ اپنے والدِ ماجد کے ہاتھ پر بیعت کی۔ تحصیل علم کتب نظم۔ علم صرف اور تفسیر حسینی تک فرمائی۔ سلوک کی منازل والد ماجد کی نگرانی میں طے کر کے مجازِ بیعت قرار دیئے گئے۔

آپ نماز روزہ کے پابند اور عادات صالحہ کے مالک تھے۔ خدا پرستی اور پاک دامنی میں تمام عمر بسر ہوئی۔ آپکی رحلت ماہِ جمادی الاول ۱۳۱۲ھ میں ہوئی۔

حضرت حاجی محمد یعقوب | حضرت خواجہ صالح محمد کے بعد انکے فرزند حاجی محمد یعقوب مسند نشین ہوئے۔ آپکا اسم مبارک عم حقیقی خواجہ غلام اویس کی وصیت اور شمس العارفین حضرت خواجہ شہاب الدین کی ہدایت کیمطابق حاجی محمد یعقوب رکھا گیا۔ چونکہ آپ ۹ ذی الحجہ کو پیدا ہوئے تھے۔ اسلئے حاجی آپکے نام کا جزو پہلے دن سے قرار پایا۔ والد بزرگوار کا سایہ آپکی کم عمری میں اٹھ گیا تھا خداداد ذہانت اور ذاتی لگن سے آپنے تحصیل علم فرمائی۔ دنیاوی معاملات۔ املاک کی دیکھ بھال اور حلقہ

بگوشانِ دربارِ عالیہ کی فیض رسانی میں اتنا وقت نہ ملا کہ علم کو انتہا تک پہنچا تے۔ تاہم کتب بینی کا شوق آپکو آخر دم تک رہا۔ آپکے کتب خانے میں نادر و نایاب کتب جمع تھیں۔ جو آپ دہلی اور دوسرے علمی مراکز سے برابر منگواتے رہتے تھے۔ یہ ذخیرۂ کتب آج بھی محفوظ ہے اور حضرت خواجہ صالح محمد اویسی اور حضرت خواجہ سلطان بالا دین کی ذاتی لائبریریوں میں موجود ہے۔

حضرت حاجی محمد یعقوب مادر زاد ولی تھے۔ طبیعت میں خودداری اور بے نیازی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ کہتے ہیں آپکو دستِ غیب تھا۔ بیٹھے بٹھائے ہزاروں روپیہ غیب سے آجاتا تھا۔ آپکا تکیہ کلام تھا۔

ماخُدا واریم ما رانے خُدا در کار نیست

سلطان الاذکار کا ہر وقت ذکر فرماتے رہتے تھے۔ جس سے طبیعت میں اسقدر روحانی حرارت پیدا ہو گئی تھی کہ موسمِ سرما کی شدید سردی میں بھی ململ کا کُرتہ زیبِ تن فرماتے اور نمازِ عشاء تک صحن خانہ میں زیرِ سقفِ آسمان رونق آرائے محفل طریقت رہتے۔ آپ زبردست انتظامی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ آپکے اصطبل میں اکتالیس گھوڑے تھے لیکن کیا مجال ہے کہ ایک رنگ کا گھوڑا دوسرے رنگ کے گھوڑوں میں مل جائے۔ ہم رنگ گھوڑے ایک ہی صف میں بندھتے تھے۔ شہسواری میں بھی آپکا ثانی نہ تھا۔

حضرت حاجی محمد یعقوب کی بہت سی کرامات بھی مشہور ہیں۔ ایکدفعہ سندھ کے مشہور بزرگ حضرت زنگریز جال دین والی (تحصیل صادق آباد) میں تشریف فرما تھے۔ وہاں مجلسِ سماع منعقد تھی۔ حضرت زنگریز اور ان کے مرید بھی شریکِ مجلس تھے اور ان پر حالتِ وجد طاری تھی۔ اسی اثنا میں مخدوم اشرف الدین (والد مخدوم الملک سید غلام میراں شاہ) شکار کھیل کر واپس آئے۔ انہوں نے مجلسِ سماع میں ان حضرات کو حالتِ وجد میں دیکھا تو ان پر تمسخر کیا اور انکو بُرا بھلا کہتے ہوئے اندر چلے گئے۔ جب ان حضرات کی حالتِ وجد فرو ہوئی تو حاضرینِ مجلس میں سے کسی نے مخدوم اشرف الدین کی ناشائستہ حرکت کا ذکر کیا۔ حضرت زنگریز کو اس بات پر بہت غصہ آیا اور انہوں نے جلال میں آکر کہا میں نے لوحِ محفوظ سے اس کا نام مٹا دیا ہے۔ اب اسکے ہاں کوئی اولاد نہ ہوگی۔ اسکے بعد مخدوم صاحب نے ہر چند تلافیٔ مافات کی کوشش کی لیکن حضرت زنگریز نے جواب دیا کہ جبتک کوئی قطبِ وقت اس کے لئے

دعا نہیں کرے گا۔ یہ محروم الاولاد ہی رہیگا۔ چنانچہ مخدوم صاحب کافی عرصہ تک اولاد سے محروم رہے۔ آخر مخدوم اشرف الدین نے حضرت حاجی محمد یعقوبؒ سے رجوع کیا۔ جن سے انکے والد مخدوم جیون شاہ کے تعلقات یگانگت تھے۔ اسی تعلق کی بناء پر مخدوم اشرف الدین حضرت حاجی محمد یعقوب کیخدمت میں پہنچے اور صورتِ حال انکے سامنے بیان کی۔ ساتھ ہی اپنے کیئے پر اسقدر نادم تھے کہ روتے روتے بُرا حال ہوگیا تھا۔ اس کیفیت سے متاثر ہوکر حاجی صاحب نے دو تعویز مخدوم صاحب کو دیئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دو فرزند عطا کرے گا۔ جن میں سے بڑا فرزند درویش ہوگا جسے میرے سپرد کردینا اور دوسرا مخدوم ہوگا جو آپ کے حصے میں آئے گا۔

چنانچہ کچھ دن بعد مخدوم صاحب کو اللہ تعالیٰ نے یکے بعد دیگرے دو فرزند عطا کیئے۔ ایک مخدوم سید الٰہی بخش اور دوسرے غلام میراں شاہ۔ مخدوم سید الٰہی بخش کی بیعت حضرت حاجی محمد یعقوب سے تھی اور مخدوم غلام میراں شاہ نے اپنے والد کی وفات کے بعد حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی سے بیعت کی۔ مخدوم الٰہی بخش فرمایا کرتے تھے کہ جس وقت مَیں نے اپنے قبلہ والد صاحب سے بیعت کی اجازت طلب کی تو آپنے بخوشی اجازت دیدی لیکن ساتھ ہی فرمایا کہ بھایہ صاحب علیہ الرحمتہ کا دامن نہ چھوڑنا۔ بھایہ علیہ الرحمتہ سندھ کے ایک بزرگ تھے جن سے حضرت مخدوم اشرف الدین کی بیعت تھی۔ مخدوم صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے خاندان کو خانوادۂ اویسیہ کا خاص فیض حاصل ہے۔

حضرت حاجی محمد یعقوب اویسی نے تقریباً ۴۹ سال لوگوں کو اپنے فیوضِ روحانی سے سرفراز کرنیکے بعد ۲۴ جنوری ۱۹۵۱ء بمطابق ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ بروز بدھ بوقت ۳ بجکر ۵ منٹ پر اس دارِ فانی سے دار البقاء کی طرف کوچ فرمایا۔

ہر آنکہ زاد بناچار بایدش نوشید
زجامِ دہر مئے کل من علیہا فان

خانقاہ حضرت میر عبد الخالقؒ کے موجودہ مجلس خانہ کی تکمیل تعمیر حضرت حاجی محمد یعقوبؒ کی مساعی کا نتیجہ ہے۔ مزار مبارک کی عمارت نواب سعادت یار خاں عباسی والئ ریاست بہاولپور نے تعمیر کرائی تھی۔ بعد میں لکڑی کے ستون اور چھت بوسیدہ ہوگئی تھی جسکی از سرِ نو تعمیر مجلس خانہ کی تعمیر

کے وقت حضرت علیہ الرحمتہ نے کرائی۔ بعض میر بھائیوں نے بھی اس میں حصّہ لیا جس میں مخدوم الملک سیّد غلام میراں شاہ کے والد گرامی مخدوم اشرف الدین خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں جنھوں نے چھت کے لئے شہتیر بطور نذرانہ پیش کئے۔ علاوہ ازیں محمد یعقوب خاں وزیر ریاست سکنہ احمد پور شرقیہ نے مسجد کی تعمیر کروائی۔ اس مسجد کا اندرونی حصّہ بہت تنگ تھا لہٰذا اس مسجد کو شہید کر کے موجودہ سجادہ نشین حضرت خواجہ صالح محمد اویسی نے از سرِ نو تعمیر کرایا۔ مسجد کے صحن میں ایک خوبصورت حوض بھی آپ نے ہی بنوایا ہے جہاں نمازی وضو کرتے ہیں۔ آستانہ پیر حضرت عبدالخالق میں سیمنٹ کی چوکھٹ ٹائیلوں کا فرش اور کٹہرہ کی مرمت بھی آپ نے ہی ذاتی خرچ سے کرائی ہے۔

حضرت حاجی محمد یعقوبؒ کے تین صاحبزادے ہوئے۔ ایک حضرت صالح محمد (موجودہ سجادہ نشین) دوسرے حضرت سلطان بالادین۔ اور تیسرے میاں شہاب الدین۔ آخر الذکر فرزند کا انتقال ۱۷ سال کی عمر میں ۵ ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ کو ہوگیا۔ آپ بوقتِ انتقال قرآن پاک کے سترہ پارے حفظ کر چکے تھے۔

حضرت سلطان بالادین بھی صاحبِ سلوک و طریقت ہیں۔ علماء و فضلاء سے خاص راہ و رسم ہے۔ اپنے جد بزرگوار حضرت پیر عبدالخالقؒ کا عرس اپنی قیام گاہ پر علیحدہ کرتے ہیں جسمیں کافی تعداد میں ان کے معتقدین شرکت کرتے ہیں۔

سجادہ نشین حال حضرت خواجہ صالح محمدؒ حضرت حاجی محمد یعقوب کے وصال کے بعد آپکے بڑے صاحبزادے حضرت خواجہ صالح محمد سجادہ نشین مقرر ہوئے اور حضرت سلطان العاشقین کی دستار آپکے سر پر رکھی گئی۔ آپکی ولادت ۱۹ جمادی الاول ۱۳۲۶ھ بمطابق ۱۹ جون ۱۹۰۸ء بروز جمعہ ہوئی۔ آپنے قرآن مجید حافظ عبدالرحمٰن ڈیروی سے پڑھا۔ فارسی کی تعلیم مولوی محمد اکرم جلالپوری۔ مولوی عبدالرحمٰن سندھی اور مولوی حاجی سے حاصل کی۔ مولوی سندھی اور مولوی دین محمد جلالپوری نے عربی کی تعلیم دی۔

زیورِ علم سے آراستہ ہونے کے علاوہ آپنے سلوک کی منازل طے کرنے میں بھی بڑے مجاہدے کئے۔ آپ بیک اپنے بزرگوں کی تمام خوبیوں کا عکس ہے۔ نیک نفسی تقویٰ و پرہیزگاری میں جواب نہیں سادگی کا یہ عالم ہے کہ دیکھنے والا آپکے مقام و مرتبہ کا صحیح اندازہ نہیں کر سکتا۔ زبان میں بلا کی تاثیر ہے۔ بزنہ سے

نکلی ہوئی بات پوری ہو کر رہتی ہے ۔ ہر نفس ذکر الٰہی میں مشغول۔ ہر ساعت خدمتِ خلق کیلئے وقف شب بیداری ہیں۔ کم کھاتے ہیں۔ ضروریاتِ زندگی محدود ہیں۔ دنیوی آرام و آسائش کے دروازے اپنے اوپر بند کر رکھے ہیں۔ خدا نے بے اندازہ دولت سے نوازا ہے لیکن یہ اسے خدا کی امانت سمجھتے ہیں۔ نہ اسراف کے قائل۔ نہ بخل کے روادار۔ کارِ خیر کے لئے ہر وقت مستعد۔ غریبوں اور مستحقوں کی امداد کو اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ کسرِ نفسی کا یہ حال ہے کہ اپنے سے چھوٹوں سے بھی جھک کر ملتے ہیں۔ اس گئے گذرے زمانے میں اگر کسی کو اولیاء اللہ کی جھلک دیکھنی ہو تو آپ کو دیکھ لے۔

نحیف الجثہ۔ کم گو۔ شب بیداری اور اکثرتِ ذکر کے آثار چہرے پر عیاں۔ لباس تکلفات سے آزاد۔ سر پر سفید صافہ۔ جسم پر لمبا گھٹنوں تک چولا۔ معمولی لٹھے کا تہبند اور پیروں میں دیسی جوتی پہنے ایک معمولی درجے کے کاشتکار معلوم ہوتے ہیں۔ صفاتِ مخفیہ کو اسطرح چھپاتے ہیں جیسے کچھ جانتے ہی نہیں۔ علم و عرفان کا خزینہ سینے میں لئے ہوئے ہیں لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس راہ پر کبھی چلے ہی نہیں۔ باتوں میں نہ ہیر پھیر نہ بناوٹ۔ نمود و نمائش سے دور تصنع سے پرے۔ طبیعت میں نفاست۔ مزاج میں سادگی۔ رفتار تیز لیکن جچی تلی گفتار دھیمی لیکن شیریں۔ کسی کو نصیحت کرنی ہو تو ایسے لطیف پیرائے میں کہ سننے والے کے دل میں بات اتر جائے شگفتہ بیانی اور بذلہ سنجی ایسی کہ محفل زعفران زار بن جائے۔ سلوک و طریقت کے اسرار و رموز بیان کرنے پر آئیں تو بڑے بڑے صاحبِ علم و دانش سکتے میں آجائیں۔ آپ کئی بار حج کی سعادت سے بہرہ افروز ہوئے ہیں۔ زیارت مدینہ اور طوافِ کعبہ کا شوق ہر وقت دل میں چٹکیاں لیتا رہتا ہے۔ حقیقت میں ایسے صاحبِ حال۔ صاحبِ کرامت اور صاحبِ علم و فضل ہستی کا وجود فی زمانہ ایک نعمتِ غیر مترقبہ سے کم نہیں۔ جو لوگ آپکے دامنِ ارادت سے وابستہ ہیں انکی خوش قسمتی میں کسے شک ہو سکتا ہے۔

خدا نے آپکو دو فرزند عطا کئے ہیں۔ ولی عہد میاں غلام اویس اور چھوٹے صاحبزادے میاں شہاب الدین ہیں۔ دونوں ماشاءاللہ نہایت سعادتمند اور خوش اطوار ہیں۔ میاں غلام اویس کی شادی حضرت صاحب السیرؒ کے سجادہ نشین جناب میاں سردار احمد کی صاحبزادی سے ہوئی ہے۔ اور میاں شہاب الدین جناب میاں سردار احمد کے بہنوئی میاں محمد قاسم کی صاحبزادی سے منسوب ہیں۔

دونوں بھائیوں نے بہاولپور ماڈل ٹاؤن اے میں اپنی ذاتی کوٹھیاں بنائی ہوئی ہیں جہاں اپنے بال بچوں کے ساتھ رہائش رکھتے ہیں۔ زمینوں وغیرہ کا انتظام میاں غلام اویس کے سپرد ہے جو انتہائی جانفشانی اور محنت سے اس کام کو انجام دیتے ہیں۔ حضرت سلطان العاشقین خواجہ عبدالخالق رحمتہ اللہ کے عرس کے انتظامات میں بھی یہ اپنے والد گرامی کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائے۔

این دُعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

شجرہ طیبہ خاندان اویسیہ
حافظ محمد یعقوب صاحب
حافظ محمود صاحب
حافظ محمد طاہر
حافظ محمد عارف
سلطان العاشقین حضرت خواجہ عبد الخالق رح
امان اللہ
سلطان التارکین حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رح
ہدایت اللہ
حضرت صالح محمد
حضرت علامہ ولی محمد
حضرت قطب الدین
محمد دین
سلطان احمد دین
اویس بخش
نظام الدین
عثمان نوری
سلطان بالادین
ایزد بخش
دیدار بخش
ابوبکر
قادر بخش
لاولد
فیض بخش
لاولد
غلام محی الدین
لاولد
غلام رسول
محمد عارف
خواجہ محمد بخش
شہاب الدین
غلام عباس
محمد ماہ
نور احمد
خواجہ احمد یار رح
غوث بخش
لاولد
اویس بخش
قادر بخش
لاولد
صالح محمد
سلطان بالادین
خواجہ نبی بخش
خواجہ امان اللہ
کرم دین
شادی سے پہلے وفات
سلطان احمد دین
محمود الدین
محمد دین
فیض محمد
عبد الرزاق
امام بخش
محمد یعقوب
محمد بخش
خواجہ امام بخش
خواجہ امان اللہ
صالح محمد
سلطان بالادین
شہاب الدین
نور احمد
محمد قاسم
محمد دین
جندوڈہ
سترہ سال کی عمر میں وفات
غلام اویس
شہاب الدین
محمد عارف
محمد خالد
محمد طارق
میاں سردار احمد
احمد یار
عطا محمد
میاں محمد یعقوب
عرف منظور صاحب
موجودہ سجادہ نشین اولاد نرینہ نہ تھی۔
صلاح الدین
شہاب الدین
امان اللہ
سیف اللہ
نظام الدین
ضیاء الدین
نجیب الدین
اویس بخش
ایزد بخش
حافظ نظام الدین
ولی محمد
قطب الدین
معین الدین

اُردو ترجمہ
لطائفِ سیریہ

ملفوظات حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی قدس سرہٗ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَمَظْهَرِ لُطْفِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِيْنَ

اصحابِ علم و دانش کو معلوم ہو کہ یہ رسالہ زبدۃ الصالحین حضرت مولوی محمد جیون دا جلی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف، "لطائفِ سیریہ" کا انتخاب ہے جو قطبِ ربانی، غوث صمدانی حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی قدس سرہٗ کے ملفوظات پر مشتمل ہے۔ یہ انتخاب طالبِ رحمان فقیر علی[1] مردان اویسی قادری نے طالبانِ دین

---

[1] ۔ مولانا علی مردان کے پیرو مرشد خواجہ محمد مراد اویسی حضرت خواجہ محکم الدین سیرانیؒ کے خلفا میں سے تھے۔ جدِ امجد فقیر عبد القادر جو عراق سے ہندوستان آئے تھے بڑے صاحبِ وجد و حال بزرگ تھے۔ مولانا علی مردان صاحبِ علم و فضل اور شب زندہ دار تھے۔ ملتان کے سادات گردیزی و گیلانی اور خاندانِ قریشی آپ کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ تفسیر و حدیث اور فقہ کی تدریس میں آپ کا جواب نہ تھا۔ دور دور سے لوگ اکتسابِ علم کے لئے آپ کے پاس آتے تھے۔ ۱۲۸۳ھ میں ۸۶ سال کی عمر پا کر آپ نے انتقال فرمایا۔ ملتان میں حرم گیٹ کے باہر آپ کا مزار ہے۔ مقبرے کے شرقی دروازے پر الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون کی عبارت درج ہے۔ جس سے آپ کی تاریخ وفات برآمد ہوتی ہے۔

بیرونی دیوار پر مندرجہ ذیل اشعار تحریر ہیں ؎

بود مردِ خدا علی مرداں — کہ براہِ خدا قدم فرسود
گرچہ عمرش گذشت از ہشتاد — لیک در ذکر و فکر و درس فزود
از مریدانِ شیخ محکم دین — و از محمد مراد فیض ربود
ہادیِ راہِ حق چناں آمد — کہ بہر یک طریق سہل نمود

اور برادرانِ اہلِ یقین کے استفادہ کیلئے کیا ہے۔ خدا تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے اور ہم کو پیر کامل کے نقشِ قدم پہ چلنے کی توفیق عطا کرے۔ بیشک اللہ تعالیٰ مشکلوں کو آسان کرنیوالا اور عاجزوں کی دعائیں قبول کرنے والا ہے۔

الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین ایاک نعبد وایاک نستعین اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم والضالین (آمین)

اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد وبارک وسلم۔

فصل اوّل | سلطان التارکین حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی اویسی قادری حنفی رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کے اوصاف کا اجمالی بیان جو مندرجہ ذیل القاب سے ظاہر ہیں۔ اور جنکو پڑھنے سے چشمِ مشتاق روشن اور دلِ عشاق منور ہوتے ہیں۔

مشہدِ اسرارِ رحمان۔ محرمِ رموزِ سبحان۔ معین الشریعت۔ قطب الدین والملتہ۔ صدر الاحرار۔ فخر الابرار۔ نظام الاسلام۔ مخدوم الانام۔ عنقائے قاف قربت وفنا۔ شہباز جو محبوبیت وبقا۔ منحی دوائر ناسوت۔ عارف معارف ملکوت واقف مواقف جبروت۔ کاشفِ مکاشفِ لاہوت۔ گوہر درجِ تفرید۔ اختر برجِ تجرید۔ مصدرِ صدق وصفا۔ مجمعِ حلم وحیا۔ بحرِ امواجِ حقائق۔ قسمِ دنٍ ودقائق۔ مخزنِ اسرارِ سبحانی۔ مطلعِ انوارِ صمدانی۔ کوثرِ فیوضِ الٰہی سلسبیل الطاف لامتناہی۔ الناطق بالحق والصواب۔ الجامع السنتہ والکتاب کاملِ الحیا والایمان۔ ماحی الکفر والطغیان۔ کعبتہ الاصفیا۔ قبلہ الاتقیا۔ کنز م الکرم۔

بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۴۸

دعدہ عمر چوں شد ش آخر	لاجرم فرقت از جہاں فرمود
سحر شنبہ لیلتہ الاسراء	کردہ روحش باوجِ عرش صعود

گشت تاریخش از سر الہام
چہ اجل مظہر اویسی بود

(اولیائے ملتان صفحہ ۱۱۷ تا ۱۱۹)

خان النعم ۔ کریم الشیم ۔ شریف الہمم ۔ عین الاعیان ۔ راحتہ الجنان ۔ مطعم جیعان ۔ مکسی عریان ۔ ساقی عطشان برآرندہ از خذلان ۔ شفیق غرباء ۔ رفیق فقراء ۔ سوح الحمائیتہ ۔ وسیح الدرائینہ ۔ محبوب الرسول مقبول ۔ سیف اللہ المسلول تجرد الاحرار فخر الامجاد ۔ نور الابصار ۔ بصیرۃ الاخیار ۔ نجات العلیل ۔ حیات الغلیل ۔ ملجائے مسکینان ۔ ماوائے شکستگان ۔ شفائے مریضان ۔ دوائے جریحان ۔ شجرۂ ہدائے گم گشتگان گرہ کشائے غم زدائے غمگینان ۔ کامروائے محتاجان ۔ مصباح محافل فرشیاں ۔ شمع مجالس عرشیاں ۔ مفتاح درہائے بستہ مومیائی ۔ اعضائے شکستہ شب چراغ مہجوران نیر نہار محزونان ۔ دلیل المتحیرین ۔ انیس المتفکرین ۔ علم الہدے ۔ نجم التقی ۔ حجتہ اللہ آیتہ رسول اللہ ۔ خلیل جلیل ہادی سبیل موسوی ۔ فطرت عیسوی ۔ خصلت یوسفِ مصر ملاحتِ عزیزِ شہر لطافت ۔ یعقوب بلدۂ شوق ۔ نوح قریہ فوق ۔ روح داؤد اللسان ہارون البیان ۔ سکندر منقبت سلیمان حشمت سرو قامت ادریس استقامت اسمٰعیل الاستعداد ۔ راحتہ الفواد ۔ خضر یقینا یحییٰ احینا ۔ المتخلق باخلاق اللہ ۔ المتصف با وصاف اللہ ۔ غوث البالغین ۔ شمس السالکین ۔ سلطان التارکین ۔ برہان الواصلین ۔ وارث الانبیاء والمرسلین ۔ محب حضرت خاتم النبیئین ۔ زبدۂ خلفاء جناب المقربین ۔ سجادہ آرا حضرت خیر التابعین شیخ العالمین امیر الکاملین حضرت خواجہ محکم الدین مشہور بہ حضرت میاں سیرانی بادشاہ ، فی السموات السبع والارضین رضوان اللہ علیہ وعلی جمیع اسلافہ واخلافہ اجمعین ۔

نظم

خواجہ سیری ز نورِ حق مشحوں	غوثِ آفاق مظہر بیچوں
جادوئے چشمِ تو کہ زہرہ صفت	صد ملک قید شاں بیک افسوں
معجزِ عیسیٰ از قبدتِ ظاہر	خضر بر خط سبز تو مفتوں
از کمالِ مقامِ تو واقف	نشود گرچہ باشد افلاطون ،
شائق خستہ را بہ لطف نواز	ہر دم از خوانِ تو بود میموں

فصلِ دوم

امام العارفین، زبدۃ الواصلین حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی قدس سرہٗ کی مختصر سوانح عمری

بچپن کے آغاز سے ہی جذبات الٰہی کی کیفیات بے تعلقی و بے پروائی کی نشانیاں اور محویت و فنا کے آثار آپکی جبینِ نور آگیں سے ظاہر ہونے لگے تھے۔ جو عارف آپ کو دیکھتا اور آپکی ظاہری استعداد کا عکس اسکے آئینہ دل پر پڑتا وہ پہچان لیتا کہ یہ شہباز بلند پرواز ملکوتی و جبروتی فضاؤں سے گذر کر قصرِ لاہوت میں اپنا آشیانہ بنائے گا۔ اور اوصاف صمدیت کے مشاہدے اور ذاتِ احدیت کے نظارے کے بغیر ایک پل چین سے نہ بیٹھے گا۔ (ذلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء واللّٰہ ذو الفضل العظیم)

ترجمہ:۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عنایت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے۔

حدیث شریف ہے۔ السعید من سعد فی بطن امہ - ترجمہ، سعادت والا اپنی ماں کے پیٹ میں سعادت مند ہوتا ہے۔ گویا "پوت کے پاؤں پالنے میں ہی معلوم ہو جاتے ہیں"۔

۱۶ سال کی عمر کو پہنچے تو قاعدہ قرآنی اور شرح عقائد علامہ تفتازانی تک پڑھ چکے تھے۔ آپ کا معمول یہ تھا کہ سفر میں ہوں یا گھر میں لوگوں سے میل جول نہ رکھتے بلکہ اکثر خاموش رہتے۔ ہاں ضروری بات[1] چیت کرنی ہوتی تو نہایت فصاحت کیساتھ اُسے بیان کر دیتے۔ اکثر وقت مجاہدۂ باطنی یا مراقبے میں صَرف کرتے۔ عبادت صدقِ دل اور اخلاصِ نیت کے ساتھ کرتے۔ کم کھاتے اور کم سوتے۔ بعد میں اشارۂ غیبی کے تحت سلطان العاشقین، غوث البالغین حضرت عبدالخالق اویسی حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے میدانِ تفرید و تجرید میں قدم رکھا۔ اور طریقت و معرفت کے بحرِ ناپیدا کنار میں تیرنے لگے۔ جذباتِ الہیہ اور انجذابِ لامتناہیہ کی مدد سے برسوں کی منزلیں مہینوں میں اور دنوں کے مرحلے لمحوں میں طے کر کے منزلِ مقصود تک جا پہنچے۔ کیوں نہ ہو۔ (جذبۃ من جذبات الحق خیر من عبادۃ الثقلین)

---

[1] "ذکر خیر" مطبوعہ ۱۳۴۴ھ میں مولوی عزیز الرحمٰن مرحوم نے لکھا ہے کہ

ابتدائے عمر سے چونکہ اپنے عم زاد بھائی کے ساتھ دہلی میں تعلیم کا سلسلہ جاری رہا اور عمر کا دوسرا حصہ بھی بالعموم سیاحت و سفر میں بسر ہوا تھا اسلئے حضرت کی زبان ہندوستانی (اردو) ہو گئی تھی اور آخر عمر تک یہی زبان بولتے رہے۔"

ترجمہ:۔ وہ جذبہ جو جذباتِ الٰہیہ میں سے ہو۔ جذبۂ ثقلین (جن و انسان کی عبادت) سے بہتر ہے

آپ نے ولایتِ کبریٰ اور ولایتِ قصوریٰ کا مرتبۂ عالیہ حاصل کیا اور اندراج النہایتہ فی البدایتہ کی خلعتِ فاخرہ سے سرفراز ہوئے۔ مقامِ قَابَ قَوسَینِ او اَدنیٰ میں باریاب ہو کر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے مرصع تاج سے ممتاز ہوئے۔

مدینہ منورہ میں سرورِ کائنات علیہ افضل التحیہ والصلوٰۃ کی بارگاہ سے خلقِ خدا کی رہنمائی جن و انس کی ہدایت اور مشرق و مغرب کی سیر کر کے اپنا فیضِ عام کرنے پر مامور ہوئے۔ چنانچہ اس اعزاز کے طفیل آپ نے تمام عالم میں ہر ناقص و کامل کے سامنے رنگارنگ نعمتوں اور گوناں گوں احسانات کے خوانچے رکھے۔ آپ نے بیکرانہ سمندر کی طغیانی سے ہزاروں تالاب اور نالے بھر دیئے۔ لاکھوں بندگانِ خدا حضرت کی نظرِ کیمیا اثر سے بجلی کے کوندے کی طرح آن کی آن میں مراتبِ عالیہ تک پہنچ گئے۔ سیکڑوں کی زندگی کے صحرا آپ کے کلامِ فیض التیام کی برکت سے محبتِ الٰہی کی لہلہاتی کھیتیوں اور معرفتِ ربانی کے خرم و شاداب چمنوں میں تبدیل ہو گئے۔ ان فیض یافتہ حضرات میں سے بعض بزرگوں کی خدمتِ اقدس میں راقم الحروف (محمد جیون دہلی) کو بھی حاضر ہونے کا موقع ملا ہے۔

حضورؒ نے کئی دفعہ سفرِ حجاز بغیر سواری کے طے کیا۔ آپ کا معمول تھا کہ نمازِ ظہر کے وقت بلاناغہ قرآن مجید کی تلاوت فرماتے۔ مغرب کے وقت قصیدۂ غوثیہ اور صبح کے وقت قصیدۂ آمالی اور دعائے مغنی کا ورد کرتے۔ اکثر نمازِ اشراق اور نمازِ اوابین بھی پڑھتے تھے۔ کبھی کبھی نمازِ ضحیٰ اور نوافلِ تہجد بھی ادا کرتے تھے۔ غرض آپ کسی وقت بھی عبادت اور ذکر و فکر کے شغل سے خالی نہ رہتے تھے۔ ہمیشہ باوضو رہتے۔ جسم کے ساتھ کپڑے بھی پاکیزہ اور معطر رکھتے۔ پانی کے اسراف سے اجتناب کرتے۔ سرمہ کنگھی، مسواک، کوزہ، مصلے وغیرہ جو نظافت و پاکیزگی کے اسباب ہیں ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

سادات کرام سے بیحد محبت و احترام سے پیش آتے۔ علماء و فضلا کی قدر کرتے۔ غریبوں مسکینوں کے حال پر خاص نظرِ عنایت رکھتے اور انکے ساتھ ہمیشہ حسنِ سلوک کرتے۔ دنیاداروں سے میل جول قطعی پسند نہ تھا۔ ان سے ہمیشہ گریز فرماتے تھے۔ جو آپکی خدمت میں آتا فیض و کرم سے اپنا دامن بھر کر لیجاتا۔ آپکی مجلس میں امر معروف اور نہی عن المنکر کے علاوہ کسی قسم کی گفتگو نہ ہوتی تھی۔ صاحبِ ثروت و احتشام آپکے سامنے آتے تو تھر تھر کانپتے۔ صاحب دل کمالِ ادب و عقیدت سے سرِ تسلیم خم کئے رہتے۔ پریشان حال لوگ آپکی صحبت میں

قرار و سکون کی دولت پاتے۔ ہجوم خلائق اور پُرشور آوازوں کے باوجود آپکی نظر ملائق امکانیہ اور افکارِ فانیہ سے بالا رہتی۔ ہوش[1] در دم اور خلوت[2] در انجمن کی کیفیت ہمیشہ طاری رہتی۔ صاحبِ وجد و سماع تھے کمالِ اثر کا یہ عالم تھا کہ بعض اوقات جو صاحبان زیارت کیلئے آتے وہ مجرد آپکی زیارت سے اسقدر خود رفتہ ہوتے کہ بال بال ذکر الٰہی کرتا نظر آتا۔ ایسا بھی ہوا کہ بعض خوش نصیب مراتبِ کشف سے سرفراز ہو گئے۔ اور اسم ذات کے غلبے نے انہیں مست و بےخود کر دیا۔ بڑے بڑے مشائخ وقت اپنے مسندِ ارشاد اور سجادگی کو تہہ کر کے اس فخرِ اولیاء اور قدوۃ الاتقیا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپکی صحبت فیضدرجت کو اپنے لئے فخر و مباہات کا موجب تصوّر کرتے۔ اولیائے عصر آپکی تابعداری اور فرمانبرداری کو بارگاہِ صمدیت میں بلندی کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ امرائے سلوک و معرفت اور رؤسائے شریعت و طریقت کا یہ حال تھا کہ جیسے پروانے شمع پر گرتے ہیں۔

نہ من برآں گلِ عارض غزل سرایم و بس
کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزار انند

سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد کہ اُمّتی کمثل المطر لایدری آولہم خیر ام اٰخرہم۔ شاید آپ کی ہی ذاتِ والاصفات کیلئے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس زمانے میں خیر التابعین شمس العارفین حضرت خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ اور غوثِ صمدانی۔ محبوبِ سبحانی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے جمیع مراتب اور کمالات حضرت سیرانیؒ کے لباس میں جلوہ گر ہوئے ہیں۔ چنانچہ کہہ سکتے ہیں کہ ان ہر دو بزرگانِ والامقام کے تمام مراتب و مناقب اور انوار و اسرار آپکی ذات میں موجود ہیں۔

---

[1] [2]۔ سلسلۂ اویسیہ کی بنیاد جن اصولوں پر ہے ان میں ہوش در دم اور خلوت در انجمن کو خاص اہمیت حاصل ہے۔
ہوش در دم کی اصطلاح نقشبندی طریقے میں بھی رائج ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کوئی دم یادِ خدا سے غافل نہ ہو۔ یعنی انسان جو سانس لے یادِ حق میں لے اور اسکی حضوری کے بغیر کوئی سانس نہ لے۔

خلوت در انجمن سے مراد یہ ہے کہ طالب ظاہر میں مخلوق کے ساتھ مشغول رہے اور باطن میں سب سے بیلخدہ اور دور رہے یعنی صورتاً سب کے ساتھ ہو اور اصل میں کسی کے ساتھ نہ ہو۔ یا یوں کہہ سکتے ہیں کہ "دست بکار دل با یار" حضرت شاہ جلال الدین محمد جعفری اویسی نے اپنی کتاب گلزارِ جلالی میں یہ حدیث بیان فرمائی ہے۔ خالِطُوا النَّاسَ بِاَجْسَادِکُمْ وَزَایِلُوْهُمْ بِقُلُوْبِکُمْ۔
یعنی لوگوں میں رہو جسموں تک اور دور رکھو ان کو اپنے دل سے۔

گھوڑوں کیلئے اکثر آپ خود گھاس کاٹ کر لاتے ۔ لباس مسنونہ اور طعام مشروعہ جو بھی گنجینۂ الٰہی سے میسر آجاتا اُسے غنیمت جانتے ۔ تصنع اور بناوٹ سے کوئی علاقہ نہ تھا ۔ سادگی اور بے تکلفی پسند خاطر تھی ۔ زیورات اور روپے پیسے کو ہاتھ لگانے سے بھی پرہیز کرتے تھے ۔ آپ نے ساری عمر اسی نہج اور اسی انداز پر گذار دی ۔

۶ ربیع الآخر ۱۱۸۸ھ کو بمقام وہراجی بندر جمعہ کو شہادت فمویہ کی راہ سے قربِ الٰہی میں پہنچے ۔ عَاشَ وحیًا ماتَ شہیدًا ۔

فصلِ سوم :-

حضرت سلطان التارکین قدوۃ العارفین قبلہ عالم و عالمیاں حضرت محکم الدین سیرانی بادشاہ کے حلیہ شریف کے بیان میں

آپکے حلیہ شریف کی تفصیل اسلئے دیجارہی ہے کہ شاہراہِ طریقت کے سالک اور سبیل حقیقت کے پیرو اس سے آگاہ ہوکر قربِ ربانی حاصل کرنے کیلئے صاحبِ حلیہ کی باطل سوز صورت[1] کا تصور کریں اور اپنے آئینہ دل کو اس جمالِ حق نما کے عکس سے رشک گلزار بنائیں ۔ کیونکہ آپکے روئے مبارک کا تصور ترکِ فضول اور فیوضِ باطنیہ کے حصول کیلئے اکثر اعظم ہے ۔ چنانچہ گروہِ کفار سے اکثر حالانکہ اس وقت اسلام کی حالت کمزور تھی ۔ کفر اور اہل کفر

---

[1] اہل طریقت نے تصور شیخ پر بہت زور دیا ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ مرید پیر کو ہر وقت مشاہدۂ غیب میں سمجھے اور اپنے اوپر پیر کی تجلی کا تصور کرے پیر کے دل پر جو حق کی تجلی ہوتی ہے ۔ اس کا عکس اس کے دل پر پڑتا ہے ۔ بالکل اسطرح جیسے آفتاب کا عکس پانی پر پڑتا ہے اور پانی کے پاس جو دیوار ہوتی ہے ۔ اس کے اوپر پانی کا عکس نمودار ہوتا ہے ۔ چونکہ دیواریں کثافت کیوجہ سے یہ قابلیت نہیں ہوتی کہ آفتاب کا عکس اسکے اندر منعکس ہو اسلئے جب وہ پانی کے قریب ہوتی ہے ۔ تو آفتاب کے عکس میں سے پانی کے توسط سے اپنا حصہ لے لیتی ہے ۔

عین القضاۃ ہمدانی اور منصور حلاج کے نزدیک پیر کی نظر مرید کے دل پر رہتی ہے ۔ وہ ہر حال میں مرید کا نگہبان ہوتا ہے ۔ اور اسکی حراست میں رہتا ہے جسکی وجہ سے مرید گناہوں کی جرأت نہیں کرسکتا ۔

حضرت بندہ نواز گیسو دراز خاتمہ تصوف میں تحریر فرماتے ہیں ۔ "مرید پیر پرست ہونا چاہئے ۔" جسکا مطلب یہ ہے کہ پیر انوارِ لاہوتی کا مظہر ہوتا ہے اور اسکی پرستش حق کی پرستش ہے ۔ اگر یہ کہا جائے

کا غلبہ تھا۔ آپکا جمال باکمال دیکھتے ہی زنار توڑ تاڑ اور دینِ آبائی کو چھوڑ چھاڑ کر مسلمان ہو گئے اور سینکڑوں فاسق و فاجر آپکے اطوارِ حمیدہ اور اخلاقِ پسندیدہ سے متاثر ہو کر تائب ہوئے اور اعمالِ ناشائستہ کے ارتکاب سے نادم ہو کر زمرۂ صالحین و ابرار میں داخل ہوئے۔ دور دراز علاقوں کے بہت سے لوگوں نے عالمِ رویا میں آپکی صورت دیکھی اور آپ پر دل و جان سے فریفتہ ہو کر جب کبھی خدمتِ عالی میں آئے تو آپکو بعینہ ویسا ہی پایا جیسا خواب میں دیکھا تھا۔ اسی طرح بہت سے خوش نصیب عالموں صالحوں ۔ اور درویشوں اور امیروں نے خواب میں آپکی زیارت کر کے جو اذکار و اشغال آپسے دریافت کئے وہی آپکی خدمت میں حاضر ہونے پر معلوم ہوئے۔

حلیہ مبارک

آپ کا قد سرو کی طرح سیدھا اور بلند تھا۔ تمام اعضا قوی اور متناسب و مربوط تھے۔ رنگ سانولہ گندم گوں۔ سر موزوں و خوشنما تھا۔ سر کے بال گنجان اور گھنے نہ تھے۔ پیشانی مبارک دلربا اور معتدل تھی چہرہ گول تو نہ تھا لیکن قدرے کتابی تھا۔ آنکھیں کسی قدر چھوٹی۔ پلکیں نوکدار اور چھدری تھیں۔ آنکھوں کی سیاہی بہت سیاہ اور سفیدی نہایت سفید تھی۔ ناک بلند نتھنے معتدل و دلپسند۔ ابرو میانہ اور غیر پیوستہ۔ چہرہ تابناک اور چمکیلا تھا۔ ریش مبارک ہلکی مگر دلفریب۔ دہن مزین اور بسیط تھا۔ لب معتدل۔ دانت باریک انار کے دانوں کی طرح تبسم کے وقت دانتوں کی سفیدی کم ظاہر ہوتی تھی ۔ آواز حسین اور دلربا تھی۔ کان معتدل قدرے طویل۔ اور کان کی لو خوبصورت۔ داہنا کان چھدا ہوا۔ داہنی آنکھ اور ابرو کے پیچھے ایک چھوٹا سا مسّا تھا۔ دستار گول باندھتے تھے۔ اور کبھی کبھی قادری ٹوپی بھی پہن لیا کرتے تھے۔ سینہ مبارک کشادہ تھا۔ چھاتی کے عین وسط میں معمولی سا گڑھا تھا۔ تمام اعضا صاف شفاف تھے جن پر بال نہیں تھے۔ شکم مبارک نہ موٹا تھا۔ نہ پتلا بلکہ متوسط تھا۔ اسی طرح کمر بھی متوسط تھی۔ بازو قد کی طرح زیبا اور متناسب۔ ہاتھ کی ہتھیلیاں چوڑی اور معتدل تھیں۔ ہاتھ اور پاؤں کے ناخن بھی معتدل تھے۔ اور ان کا رنگ بہت سُرخ تھا۔ ایک

بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۵۵

کہ اس درمیانی صورت سے کیا فائدہ تو اسکا جواب یہ ہے کہ حضوری قائم کرنے کے لئے۔ کیونکہ پیر کی صورت سامنے موجود ہوتی ہے اور ایسی چیز جو سامنے موجود ہو تو اس کا تصور بہ نسبت غائب کے تصور کے جس میں خطرات بھی پنہاں ہوتے ہیں۔ اچھی طرح ہو سکتا ہے۔

ہتھ کی انگلی کا ناخن چوڑا اور موٹا تھا جو کسی وجہ سے ٹوٹ کر دوبارہ پیدا ہوا تھا۔ دونوں کندھے کُشادہ
ور مستوری تھے۔ کولہے اور ران طول و عرض میں درمیانہ۔ بائیں پنڈلی ذرا موٹی اور داہنی معتدل تھی۔
پاؤں ۱۶ انگل لمبے تھے۔ تلوے نہ بہت گہرے اور نہ بالکل ہموار تھے۔

ریاض الشعراء کے اشعار کسقدر حسب حال ہیں۔

قامت ہمہ فتنہ و قیامت ، انگار دو صد جہاں قیامت
از گلشن حُسن تازہ سروے ، بنشستہ بشاخ او تدروے
جانہا بقدش سپند گشتہ ، گوئے آتش بلند گشتہ،
تیرے ز کمان حُسن جستہ ، دلہا بجز رم تاز خستہ،
خجلت زدہ رخش رُخِ حور ، نازل در شانش آیتِ نور
پیش رخش آفتاب روشن، ، چوں ذرہ خرد بچشم روزن،
با عارض او بماہ چہ لافے ، از ہم بشناس درد و صافے
مہ کے برخش برابر آید، ، خورشید اینجا چہ در خور آید
از صبح جبین او چہ گویم ، زاں نور مبین او چہ گویم
در شان وے آیتے نکوئی ، سر لوح کتاب خُوبروئی
صبح ارچہ بہ نیکوی علم زد ، با خنس از آفتاب دم زد
سنجیدہ خرد بسے بہم شان ، ایں جبہ نداشت مہر تاباں
ریوش مہ وجبہ غمزۂ او ، رشکِ شبِ ماہ طرۂ او
با ایں کجی کہ ابرویش راست ، سوداش بادل آیند راست
مانند دو ابرویش در آفاق ، جفتی نبود بدبری طاق
بادل چو رود بجانہ جنگی، ، آید ز کمان او خدنگی،
ہر دل نہ زدن شان او را ، رستم بکشد کمان او را
ابرو نہ کمان فتنہ بارے ، مژگاں نہ خدنگ دل شکارے
زابرو مژہ اش نگاہ مستی ، شمشیر بدل زدہ دو دستی

زاں چشم دمے کہ حرف دانم   مستی ببر و زکف عنانم
ہر گوشہ ز چشم دل فروزش   چوں سرمہ ہزار تیرہ روزش
مردم چوں سرمہ خستۂ او   برخاک سیہ نشستۂ او،
با شوخی آں دو چشم پرکار   آہوئے رمیدہ نقش دیوار
کردہ است بیاں دم نظارہ   صد معنی را بیک اشارہ
ہشیاری اوست عین مستی   بیماری اوست تندرستی
در گوشۂ چشم طرفہ خالی   چوں در پئے آہوئے غزالی،
خالی کہ بکنج چشمش افتاد   چوں صفر برتبہ پیشش واد
افزود ہزار گونہ اش زیں   چوں عین کہ نقطہ سازدش غین
زاں روئے منور آفتاب است   بینی چو الف در آفتاب است
از بینئ آں نگار زیبا،   رفت است دماغ حسن بالا
چوں بینی.او دگر نہ بینی،   گر بینی بندہ در ببینی
لعل لب آں بتی دلاویز   ہم شکرزلر ہم نمک خیز
ار بادہ نمک ربودہ کیفش   دیں می ز نمک فزودہ کیفش
لعل لب او عقیق کانی   دنداں چو ستارۂ یمانی
دنداں زلبش دم شکر قند   تاباں ز شفق ستارۂ چند
از تنگی آں دہن چگویم   ہیچ است زہیچ من چگویم
در وصف دہاں آں بتے تنگ   بر دل شدہ عرصۂ سخن تنگ
بیدانہ ازاں دہن نشانی   خورسند بہ ہیچ از و جہانی
دنداں و دہان آں بت چیں   در غنچۂ گل نہفتہ نسرین
میم و سینش گواہ ایں پس   یعنی دہنش نمیکند مس،
در پردۂ زلف او بناگوش   صبح آمدہ شام را در آغوش
پہلوش نمودہ گوشوارہ   زاں گونہ کہ در سحر ستارہ

رخسارۂ وسیب آں زنخداں / ماہ کنعاں ز چاہ کنعاں

با گردن آں سر نکویاں / گردن نکشند خوبرویاں،

آں گردن واں عذار چوں حور / نوری است نہادہ بر سر نور

گرد وچو بگردنش برابر / گردن زنی است شمع انور

چوں گردن او بدید در جمع / پروانہ کشید دست از شمع

گفتند کہ شمع روشنت کو / گفتا سر او بگردنت او

دوشش و برا و زبس بجوئے / از آب گہر سرشتہ گوئی،

زاں دوش و بر انکہ رفت از ہوش / تا خانہ اش آرو زند بر دوش

دوست ازاں حیرت بباغ / شاخ گل تازہ را کند داغ

ہر کس کہ بہ پنجہ اش نظر یافت / یکبارہ حواس خمسہ در باخت

شرمندہ سینہ زبس صفا دل او / پیدا چوں ماہ از تہ جو،

زاں موئے اگر بود نشاں ہیچ / نامش کمر است درمیاں، ہیچ

تاب کمرش کسی کہ بیند / بے تاب و تواں بسی نشستند

زیبا خالی است بر میانش / کو تنگ گرفتہ درمیانش

در نازکی است آں کہ مو / در خال گرہ فتادہ بر مو

بینندہ دراں کمر شکے داشت / تا کلک قضاش نقطہ بگذاشت

بے لے غلطم زراہ اعجاز / ہر موئے برآمدہ رسن باز

بیگراں خالی سحر فن را / کاریخت بہیچ خویشتن را

با صبح شفق بہم بسایم / تا نقشے ازاں شکم نمایم

نغز مدۂ نرم وصفا چوں برف / آمیختہ برف را بشنجرف

وصف شکمش بخود چو سنجید / پائے قلم بصفحہ لغزید

ازبس لغزیدنش کہ روداد / تا موا نوئے ہیچ جانہ استاد

از فربدن ساق و ساعداد / صد دل دست پاچہ ہرسو

آں حسن بطمطراق عشست — ساقش نمہائے ساق عبرشت
تابندہ صفائی اوز دامن — چوں در فانوس شمع روشن
سرتا قدمش صفائی جاں بود — آئینہ رونمائے جاں بود
انداز و آواز قامت او — میر بخت چو گل ز شاخ ہر سو
طنازی و خود نمائی و ناز — معشوقی و دلبری و انداز
اینہا ہمہ و ہزار چنداں — در پردۂ شرم داشت پنہاں
گفتی سخنے بچشم و ابرو — اگہ نشدے ازاں سر مو
کردے بنگہ ادائے مطلب — زاں ساں کہ ادا نساز دش لب
نازش ہر چند صد زباں داشت — یک یک ز نگاہ ترجماں داشت
در خانہ دمے کہ میخرامید — از ناز بسوئی ہر کہ میدید
کارش بنگہ تمام میکرد — القصہ کہ قتل عام میکرد

نازش کہ بشرم در نہاں بود — تیغش بغلاف جاں ستاں بود
گر آئینہ اش بہ پیش بودے — در شرم از عکس خویش بودے
تابِ نظر بشر کجا داشت — کز چشم ستارہ ہم حیا داشت
در آرزوئے رخِ چو ماہش — دل بود ز بس کہ فرش راہش
ہر گہ بزمیں قدم نہادے — پایش بسر دل او فتادے
زاں پائے نہادن بہ تمکین — میشد کف پائے او نگاریں

چوتھا باب

حضرت سلطان التارکین برہان الواصلین محکم الدین سیرانی بادشاہ کے مناقب و کرامات اور کلمات اعجاز آیات

اگرچہ حضرت کی بزرگیوں کے متعلق کچھ بیان کرنا بڑے بڑے فصیح اللسان اور سخن سنجوں کے بس کی بات نہیں ۔ چہ جائیکہ مجھ جیسا کج مج بیان اس باب میں اظہارِ خیال کی جرأت کرے۔

بوصف روئے تو حافظ چگونہ نطق زند
کہ چوں صفاتِ الٰہی ورائے ادراکی

مگر اس شعر کے مصداق۔

ہمیں بس گرچہ بس کاسد قماشم　　　که در سلک ثنا خوانانیش باشم

چند اوراق اپنی ناموزوں عبارت میں قلمبند کئے ہیں اور خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا ہے کہ حقیر کا یہ تحفہ قبول ہو۔

نقل (۱) ۱۰ رمضان المبارک ۱۲۲۵ھ کو عصر کیوقت کمترین جیون واجلی اپنے پیر و مرشد حضرت سلطان التارکین کیخدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اسوقت خانقاہ شریف کے دروازے کے سامنے صفہ میں تشریف فرما تھے۔ بندہ شمال کیجانب جا بیٹھا۔ شاخِ عرفان کا وہ طوطی یوں گویا ہوا کہ ایک دفعہ آپ سیر کرتے ہوئے ٹھٹھہ کے نواح میں جا نکلے۔ ٹھٹھہ کے جنوب میں ایک گاؤں تھا جسمیں سے ہو کر آپ گذر رہے تھے کہ ایک مکان سے ایک کنواری لڑکی کے قرآن پڑھنے کی آواز آپکے کان میں پڑی۔ یہ آواز سُن کر آپ بلا تامل اس مکان میں داخل ہو گئے اور اس لڑکی سے کلامِ الٰہی سنتے رہے۔ حالانکہ وہ گھر پردے والا تھا مگر کسی نے آپکے گھر میں داخل ہونے پر اعتراض نہ کیا۔ جب وہ لڑکی سوا پارے کے قریب پڑھ چکی تو آپ وہاں سے اٹھ آئے اور جدھر جانا تھا چل دیئے۔ اس واقعہ کے بعد جب کبھی آپکا گذر وہاں سے ہوتا آپ اس گھر میں جا کر اس لڑکی سے کلامِ الٰہی سنتے۔ ایکدفعہ کافی مدت بعد وہاں سے گذر ہوا تو اس لڑکی کی شادی ہو چکی تھی اور وہ ایک بچے کی ماں بن چکی تھی۔ آپ حسبِ معمول اس گھر میں گئے اور اس لڑکی سے

قرآن شریف تلاوت کرنیکی فرمائش کی۔ لڑکی نے ایام نفاس کا عذر کیا۔ آپنے پھر بھی اصرار کیا کہ لڑکی کچھ نہ کچھ ضرور سنا دے۔ اس پاکدامن نے اس شعر کے مصداق

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید   کہ سالک بے خبر نبود ز رسم وراہ منزل ہا

تعمیل ارشاد کی۔ اسکے بعد اس نے التماس کی کہ حضرت اس خادمہ کو ذکر ارہ کی تلقین فرمادیں۔ حضرت نے کہا کہ تم اسکو پورا نہیں کرسکو گی کیونکہ تمہارا ظرف تنگ ہے۔ لڑکی نے اس جواب پر انتہائی سادگی سے کہا کہ حضرت میرا ظرف تنگ ہے، یا حضور کا ظرف خالی ہے۔ یہ سنکر حضرت نے اُسے ذکر ارہ کی تعلیم دیدی۔ لیکن ادہر ذکر ارہ کا اس نے ورد کیا ادہر اسکا سینہ شق ہوگیا۔ گھر والے یہ کیفیت دیکھکر رونے پیٹنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد گھر کے مرد بھی آگئے انھیں جب حقیقتِ حال معلوم ہوئی تو وہ حضرت کی تلاش میں نکلے۔ آپ اس لڑکی کو ذکر ارہ کی تلقین کر کے وہاں سے چلے آئے تھے۔ یہ لوگ ڈھونڈتے ڈھانڈتے اس حویلی میں پہنچے جہاں آپ ایک کمرے میں قبلہ رو بیٹھے ہوئے تھے۔ ان لوگوں نے غصے میں کہا کہ یا تو اس مقتولہ کا جلد علاج کرو ورنہ تمہارا بھی یہی حشر کیا جائے گا۔ حضرت نے فرمایا "خاموش ہوجاؤ" شور مت کرو۔ لڑکی کی یہ حالت اسم ذات کے جوش اور حرارت سے نمودار ہوئی ہے۔ ابھی ٹھیک ہوجائیگی۔ اسکے بعد اپنا جھوٹا پانی دیکر فرمایا کہ یہ پانی مریضہ کے حلق میں ڈال دو اور اس میں سے تھوڑا سا پانی اسکے بچے کو بھی پلا دو۔ چنانچہ ان لوگوں نے آپکے فرمان پر عمل کیا اور وہ لڑکی اپنی اصل حالت میں آگئی۔ مگر اسکی بھوک پیاس بالکل زائل ہوگئی اور کھانا پینا چھٹ گیا۔

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد آپنے فرمایا کہ ایک دفعہ میں نے میاں صاحب کو خواب میں اسطرح دیکھا کہ آپ کھڑے ہوئے دستار باندھ رہے ہیں اور میں لیٹا ہوا ہوں۔ اتنے میں دو شخص ملیدہ لئے ہوئے آئے۔ حضرت میاں صاحب نے فرمایا احمد کو اٹھاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت میں تو جاگ رہا ہوں۔ آپنے فرمایا میاں اٹھو اور یہ کھالو۔ میں نے عرض کیا حضرت کیا یہ اللہ والوں کا صدقہ ہے۔ آپنے اثبات میں جواب دیا غرض میں اُٹھا اور ملیدہ کھانے لگا۔ کھانے کے دوران میں نے آپسے تین سوال دریافت کئے جن میں سے ایک سوال یہ تھا کہ کیا وجہ ہے کہ اب بزرگوں کا فیض بہت کم ظاہر ہوتا ہے۔ جواب میں ارشاد فرمایا کہ پہلے فیض الٰہی کے چار دروازے مخلوق پر کھلے ہوئے تھے جن میں سے تین دروازے بند ہوچکے ہیں۔ صرف ایک دروازہ فقراء کی تنظیم کیلئے رکھا گیا ہے۔ باقی دو سوالوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ منجملہ اسرار مخفیہ ہیں انکو ظاہر نہ کرنا اس لئے فقیر احمد انکو ظاہر کرنیسے معذور ہے۔ واضح ہو کہ ملیدہ لانے والے دو شخصوں میں سے ایک شخص وہی

سیدزادہ تھا جس نے اپنی ماں کے ساتھ حضرت میاں صاحب کا جھوٹا پانی پیا تھا (فائدہ) حضرت میاں صاحب کا اس عفیفہ کو ایام نفاس میں تلاوت قرآن کیلئے حکم کرنا۔ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کے عین مطابق ہے۔ انکے نزدیک عورتوں کو ایام حیض و نفاس میں قرآن شریف پڑھنا درست ہے یہ بات بھی پوشیدہ نہ رہے کہ اگر ایک امام کا مقلد کسی خاص مسئلے میں دوسرے امام کی تقلید کرلے تو جائز ہے۔

نقل (۲) حضرت قبلہ عالم مدظلہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ صلاحیت شعار مولوی محمد حاصل حنفی چشتی نے یہ بیان کیا کہ ایکبار حضرت میانصاحب بیس دن تک اس فقیر کی مسجد میں ٹھہرے رہے۔ میں آپ سے واقفیت نہ رکھتا تھا۔ اسلئے عام مسافر سمجھکر ایک موٹی سی روٹی اور پیاز کے دو گٹھے ہر روز انھیں دے جایا کرتا تھا۔ ایکدن آپنے فرمایا مولوی صاحب! میرے پاس خرچ کیلئے رقم موجود ہے۔ محض آپکی دل شکنی کا خیال کرکے روٹی لے لیتا ہوں۔ ورنہ پیاز سے مجھے بیحد نفرت ہے۔ مہربانی کرکے آئندہ پیاز نہ بھیجیں۔ چند روز بعد جب آپ تشریف لے گئے تو اسکے کچھ دیر بعد صداقت نشان عبدالرحمٰن گھلیجہ جو حضرت عبدالخالق قدس سرہٗ کے مرید باصفا اور میرے دلی دوست تھے مجھ سے ملنے آئے۔ میں نے حضرت کا قصہ اور حلیہ انکے سامنے بیان کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ شاہباز وقت سیرانی بادشاہ یہی تھے ہمیں اشتیاقِ ملاقات دامن گیر ہوا۔ آپ کی تلاش میں جنگل کیطرف نکل گئے کیا دیکھتے ہیں کہ آپ ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہیں ہم نے قدمبوسی کی۔ اتنے میں ایک قوال جو یک چشم تھا خدمت میں حاضر ہوا اور اُس نے ارشادِ گرامی کیمطابق ڈھولہ گانا شروع کیا۔ میاں عبدالرحمٰن ایسے بیخود ہوئے کہ تن بدن کا ہوش نہ رہا۔ حضرت میانصاحب کی حالت یہ ہوئی کہ پہلے دونوں ابرؤں پر سلوٹ ظاہر ہوئی۔ پھر پیشانی مبارک سے ٹھوڑی تک گوشت لہرانے لگا۔ اسکے بعد پیشانی سے زانو تک گوشت نے دو تین دفعہ آمد و رفت کی اور پھر ایسا جوش آیا کہ حضرت کا تمام وجود گوشت کا لوتھڑا دکھائی دینے لگا۔ حضرت کے بدن کا کوئی حصہ بھی اپنی اصل حالت میں نہ رہا تھا۔ آخر گوشت کا سیل یہاں تک جوش زن ہوا کہ میں گھٹنوں تک گوشت میں دب گیا۔ حالانکہ آپ مجھ سے کافی فاصلے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میاں عبدالرحمٰن اضطراب اور بیقراری کے عالم میں اس گوشت کے لوتھڑے پر پاؤں مارتے تو انکے پاؤں کے نشان گوشت پر اسطرح پڑ جاتے جسطرح ریت کے تودے پر ظاہر ہوتے ہیں۔ قوال نے یہ حالت دیکھی تو وہ ڈر گیا میں نے ہر چند اُسے تسلی دی اور اپنا کرتہ اتار کر بطور انعام دیدیا لیکن وہ وہاں سے بھاگ گیا۔ کافی دیر کے بعد آپ اپنی اصل حالت پر آئے۔

نقل (۳) اسی روز حضرت قبلۂ عالم نے یہ بھی روایت بیان کی. زبدۃ الواصلین مولوی حاجی حاجی رحمۃ اللہ علیہ جب حج وزیارتِ حرمین شریفین سے مشرف ہو کر واپس آئے تو انہوں نے ملک عرب میں حضرت میانصاحب کی جو تعریفیں سنی تھیں بیان کیں۔ مثلاً بزرگانِ عرب میں سے ایک بزرگ کے ساتھ میانصاحب کی واقفیت تھی کسی شخص نے اس بزرگ سے کہا آپ مجھکو حضرت میانصاحب کے سپرد کر دیں تاکہ انکی رفاقت اور محبت میں، میں بھی دنیا کی سیر کروں اور آپکے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہوں۔ اس بزرگ نے اس استدعا پر حضرت میانصاحب سے اسکی سفارش کی۔ آپنے فرمایا بہتر ہے لیکن میں اپنی عادت سے باز نہیں رہ سکتا۔ القصہ جب وہ فقیر حضرت میاں صاحب کے ہمراہ شہر سے باہر نکلا تو میاں صاحب اس تیزی سے چلے کہ وہ بیچارہ درماندہ ہو کر پیچھے رہ گیا۔ ہر چند کوشش کی مگر آپ سے نہ مل سکا جب میانصاحب اسکی نظروں سے اوجھل ہو گئے تو وہ شخص مایوس ہو کر واپس لوٹ گیا۔ اور سارا قصہ عربی بزرگ کو سنایا۔ انہوں نے فرمایا تجھے حضرت کی رفاقت کا حوصلہ نہ تھا۔

نقل (۴) دوسری روایت اسطرح ہے کہ ایک دفعہ سمندر میں طوفان آرہا تھا اس لئے جہازوں کی آمد و رفت بند تھی۔ حضرت میاں صاحب نے عرب سے ہندوستان آنے کا قصد کیا تو فقرائے دربار نے ہر چند موسم کے ناموافق ہونیکا عذر پیش کر کے مزید وہیں ٹھہرنے کی استدعا کی لیکن میاں صاحب نے کسی کی بات نہ مانی اور وہاں سے رخصت ہو گئے۔ ناچار دوسرے لوگ بھی پیچھے پیچھے چلے آئے۔ جب سمندر کے کنارے پہنچے تو وہاں کوئی جہاز موجود نہ تھا میاں صاحب نے فرمایا کہ تم سب آنکھیں بند کر کے ہمارے پیچھے ہو لو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد آنکھیں کھولنے کا ارشاد ہوا۔ جب لوگوں نے آنکھیں کھولیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ تمام جماعت دوسرے کنارے پر موجود ہے۔ آپکی نعلین مبارک خشک ہیں صرف تلا کسیقدر گیلا ہے۔

نقل (۵) اسی روز حضرت قبلۂ عالم نے فرمایا کہ ہماری شادی ہونیوالی تھی۔ اس وقت ہم بھدی شریف میں مقیم تھے۔ اور میاں صاحب قبلہ قصبہ راٹھیہ میں اقامت گزیں تھے۔ جب کوئی فقیر آپ سے میری شادی میں شرکت کیلئے عرض کرتا تو آپ بہت خفا ہوتے۔ آخر ایک دن ہمارے پاس یہ پیغام پہنچا کہ ہم تمہاری شادی میں نہیں آئیں گے۔ تم ہمارا انتظار نہ کرو اور کار خیر جلدی انجام دے لو۔ اس کے بعد آپ راٹھی سے خیر پور کی طرف چلے گئے۔ ہم اس پیغام

سے بیحد رنجیدہ تھے۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ میں خیر پور میں حضرت میاں صاحب کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہوں۔ جب نماز سے فراغت پائی تو جناب قبلہ وکعبہ نے دو زانو بیٹھکر میری طرف نظر التفات کی اور فرمایا بچڑا (برخوردار) فکر نہ کرو۔ میں تمہاری شادی میں ضرور آؤنگا۔ میں نے عرض کیا کہ غریب نواز میرے غمخوار وارث سب کے سب بعینہٖ اجل بن چکے ہیں اب بجز خدا اور خدا کے رسول میرا کوئی ہمدرد نہیں ہے۔ آپکی توجہ ضروری ہے۔ آپنے دوبارہ تسلی دی۔ الغرض جب میں بیدار ہوا تو لوگوں سے سنا کہ آپ خیر پور سے رانٹھی کیطرف لوٹ آئے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد آپکا پیغام بھی آپہنچا کہ جس دن تمہارے خویش اقربا اور دوست آشنا آجائیں گے۔ انشاء اللہ ہم بھی محفل نکاح میں شامل ہونگے۔ قصہ کوتاہ آپ تشریف لائے اور رستہ ہی میں پیغام بھیجا کہ استقبال کیلئے مت آنا۔ ہم خود گھر پہنچ جائینگے۔ جب آپ تشریف لے آئے تو میری طرف چشم عنایت سے دیکھکر تبسم فرمایا اور خواب کا واقعہ یاد دلایا۔

نقل (۶) قبلۂ عالم مدظلہٗ نے اسی تاریخ کو یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ایکدفعہ ولی الوقت حضرت شاہ ابوالفتح رحمۃ اللہ علیہ حضرت میاں صاحب کی زیارت کیلئے کھچی تشریف لائے لیکن حضرت کھچی میں موجود نہ تھے اسلئے شاہصاحب کو ملاقات نہونے کا بیحد ملال ہوا۔ ناچار مشرق کیطرف روانہ ہوئے۔ اسی اثنا میں کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت میاں صاحب گھوڑی پر سوار سامنے سے آرہے ہیں۔ شاہ صاحب نے ملاقات کی اور میانصاحب یہ کہکر وہاں سے رخصت ہوگئے کہ شاہصاحب تمہارا مطلب پورا ہوگیا۔ لہذا اب گھر کو لوٹ جاؤ۔ بعد میں لوگوں سے سنا کہ اس وقت میاں صاحب پاک پتن میں موجود تھے۔ اسی طرح ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حافظ رجب جو خیر پور کا رہنے والا تھا اسکی بیوی بیمار تھی چونکہ حافظ رجب آپکا مرید با اخلاص تھا اسلئے اس نے اس مصیبت کیوقت آپکو یاد کیا یاد کرنا تھا کہ آپ اسی وقت تشریف لائے اور فرمایا کہ میاں رجب کچھ فکر نہ کرو۔ انشاء اللہ تمہاری بیوی اچھی ہوجائے گی۔ چنانچہ ادھر حضرت نے یہ مژدہ سنایا اور ادہر مریضہ اچھی ہوگئی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس روز بھی حضرت میاں صاحب پاک پتن میں تھے۔

نقل (۷) ماہ مذکور کی ۹ تاریخ کو یہ مسکین اپنے پیر و مرشد حضرت سلطان احمد مدظلہٗ کیخدمت میں عشاء کیوقت حاضر تھا۔ آپ محلہ مبارک کے شمالی گوشے میں بیٹھے ہوئے تھے اور کمترین آپکے جنوب کی طرف مشغول نظارہ تھا۔ اس وقت آپنے یوں ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ میں قصبہ راٹھیہ میں عصر کے وقت

حضرت میاں صاحب کیخدمت میں حاضر تھا۔ ناگاہ ایک فقیر مسجد کے بیرونی دروازے سے مسجد میں آتا ہوا دکھائی دیا۔ اُسے دیکھتے ہی آپ اپنی نشست سے اُٹھے اور اس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھے آپ اسکے پاس پہنچے اور اسکے کان میں کچھ کہکر اپنے ساتھ لے آئے۔ موقع پاکر میں نے اس فقیر کو اپنے ساتھ لیا اور صحرا کی طرف نکل گیا۔ وہاں جاکر تنہائی میں فقیر سے اس قصۂ مخفیہ کے متعلق دریافت کیا۔ پہلے تو فقیر نے انکار کیا مگر میرے اصرار پر اس نے بتایا کہ حضرت میاں صاحب بغداد شریف میں فوت ہو گئے تھے اور میں آپکی تجہیز و تکفین نماز جنازہ اور تدفین میں شریک تھا۔ آج جو یہاں آیا اور آپکو زندہ پایا تو حیران رہ گیا۔ اسی وجہ سے حضرت میاں صاحب نے جلدی سے میرے پاس آکر چپکے سے کہا کہ اس قصہ کو مشہور نہ کرنا۔

نقل (۸) ایک روز میاں عبداللہ لاہوری کے سامنے حضرت قبلۂ عالم مدظلہٗ نے ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے۔ اگر حضرت میاں صاحب کے دیدار فیض آثار سے مجھکو بیداری میں شرف حاصل ہو جائے تو کیا عجب ہے، اسی خیال میں گھر سے اٹھکر خانقاہ مبارک میں آیا اور اسی فکر میں وہاں بیٹھ گیا۔ اس وقت کوئی اور آدمی وہاں موجود نہ تھا۔ تھوڑی دیر میں کیا دیکھتا ہوں کہ خانقاہ کے دونوں کواڑ خود بخود زور سے کھلے اور حضرت میاں صاحب اندر سے کلمہ شریف لا الہ الا اللہ پڑھتے ہوئے باہر نکلے اور میرے پاس آن بیٹھے۔ پھر نہایت شفقت سے ارشاد فرمایا کہ اے فرزند ارجمند شرع نبویؐ اور حکم الٰہی کا لحاظ ہے ورنہ یہ حالت جو تم نے دیکھی ہے ایک معمولی بات ہے۔ اسکے بعد دو تین گھڑی میرے پاس بیٹھکر اور دلداری کی باتیں کر کے واپس تشریف لیگئے اور اس طرح میرا دلی مقصد یعنی عالم بیداری میں آپکی زیارت حاصل ہو گیا۔

نقل (۹) حضرت قبلۂ عالم مدظلہٗ روایت کرتے ہیں کہ حضرت سلطان التارکین سیرانی بادشاہ کے وصال کے بعد میرے دل میں اکثر یہ خیال آتا تھا کہ کسی ایسے صاحب کمال کی صحبت میسر آئے جو رفتار و گفتار میں حضرت کے مشابہ ہو تو راہ سلوک کی منازل طے کرنے میں کیا مزا آئے۔ اسی اثناء میں سنا کہ ایک ولی جو صاحب جذب و تفرید ہیں جنوب کیطرف سے ملتان میں تشریف لاتے ہیں، یہ خبر سنکر میرے دل میں اشتیاق کا شعلہ بھڑکا اور میں نے ملتان میں دوستوں کو کہلا بھیجا کہ جب صاحب موصوف ملتان میں تشریف لائیں تو مجھے خبر کردیں۔ چنانچہ ایکدن خبر ملی کہ ولی صاحب ملتان میں رونق فرما ہیں حُسنِ اتفاق سے اس دن میں ملتان میں ہی قیام پذیر تھا۔ یہ سنتے ہی خوشی خوشی تن تنہا میں انکی زیارت کیلئے چلا۔ ولی مذکور

جس جگہ قیام فرماتھے اس کا دروازہ دور سے دکھائی دیتا تھا جب میں نے اسطرف نظر کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت میاں صاحب اس گھر سے نکل کر اس فقیر کی طرف آرہے ہیں پہلے تو بہت حیران ہوا اور دل سوچا کہ آپ کا ہم صورت کوئی اور شخص ہوگا لیکن جب غور سے دیکھا تو یہ بہ نفس نفیس آپ ہی تھے میں بہت نادم ہوا اور شرم سے عرق عرق ہوگیا جب آپ نزدیک آئے تو فرمایا کیا تم مجھے زندہ نہیں سمجھتے کہ اوروں کے در در کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہو۔ مجھ پر اسقدر رعب طاری ہوا کہ منہ سے ایک لفظ نہ نکل سکا۔ آپ کچھ دیر بعد وہاں سے چلے گئے۔ میں وہاں سے اُلٹے پاؤں گھر پہنچا اور خانقاہ مبارک کا رخ کیا۔ اس واقعہ کے تیسرے دن میں خانقاہ کے تھلے پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے آکر مجھ سے ملاقات کی اور زار وقطار رو کر کہا کہ حضرت خدا کے واسطے میری تقصیر معاف کرا دیجئے۔ یہ کہکر قصہ مذکور بیان کیا اور کہا کہ جب آپنے ملتان میں غلام کی ملاقات کا ارادہ کیا تھا اسوقت حضرت پیرانی صاحب میرے پاس موجود تھے کہ یکایک آپنے فرمایا ہمارا فرزند تمہارے پاس آتا ہے اور یہ بات اچھی نہیں یہ کہکر اُٹھے اور حضور کی طرف چلے آئے اسکے بعد پھر تشریف نہیں لائے۔ ورنہ اس واقعہ سے پہلے میں ہمیشہ حضرت کی زیارت سے مشرف ہوا کرتا تھا۔ اس دن سے بالکل محروم ہوں۔ لہذا جناب سے التماس ہے کہ دُعا فرمائیں کہ ہاتھ سے گئی ہوئی دولت پھر ہاتھ آئے۔

(فائدہ) جب اہل اللہ عنایت ازلی اور متابعت نبوی کے باعث "موتوا قبل ان تموتوا" پر عامل ہوکر وجودِ ظاہری کو فنا کر دیتے ہیں اور محبتِ ذاتیہ کے رابطہ کے ذریعہ اوصاف الٰہیہ اور نعمتِ احمدیہ بقدر امکان حاصل کر لیتے ہیں تو جو خوارق عادات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات سے تعلق رکھتے ہیں یا ملائکہ کرام اور فرشتگانِ عظام سے ظاہر ہوتے ہیں۔ ان سے بھی بلاشک وشبہ ظہور میں آتے ہیں۔ جو امر خارق عادت ولی خدا سے ظاہر ہو وہ کرامت ہے اور کرامات اولیا حق اہلسنت وجماعت کے عقائد کا بھاری مسئلہ ہے۔ امام حجتہ الاسلام غزالی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب المنقذ من الضلال میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ اہلِ دل حالتِ بیداری میں ملائیکہ اور ارواحِ انبیا کو دیکھتے ہیں۔ انکی آوازیں سنتے ہیں اور ان سے فوائد غریبہ حاصل کرتے ہیں۔ سید نور الامین رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے بعض اوقات سلام کا جواب قبر کے اندر سے یوں سنا ہے وعلیکم السلام یا ولدی۔ مواہب لدنیہ میں اس قسم کی بہت سی حکایتیں درج ہیں۔ شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ

تعالیٰ عنہ، اپنی کتاب عوارف المعارف میں شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا یہ مقولہ نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کا حکم حاصل کر کے شادی کی ہے۔ بہجتہ الاسرار میں شیخ ابو العباس احمد سے روایت ہے کہ ایک دن میں شیخ عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر تھا جس میں دس ہزار آدمی اور موجود تھے اور شیخ علی ابن ہیتی حضرت کے مقابل بیٹھے ہوئے تھے۔ علی ابن ہیتی کو نیند آ گئی۔ سرور بغداد نے یہ حالت دیکھکر لوگوں کو خاموش رہنے کا حکم دیا لوگ دم بخود ہو گئے۔ پھر حضرت کرسی سے اُتر کر شیخ علی ابن ہیتی کے سامنے مؤدب کھڑے ہو کر اسکو دیکھتے رہے۔ اتنے میں شیخ علی بیدار ہوئے۔ حضرت محبوب سبحانی نے ان سے فرمایا کیا تم نے حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے انہوں نے عرض کیا قبلہ بے شک میں نے سرور کائنات کی زیارت کی ہے۔ شاہ بغداد نے فرمایا اسی لئے میں نے بلحاظِ ادب لوگوں کو چپ کرا دیا ہے۔ پھر دریافت فرمایا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمکو کس بات کی وصیت کی ہے انہوں نے عرض کیا کہ آپکی ملازمت میں رہنے کا حکم دیا ہے اُسکے بعد شیخ علی نے لوگوں کیطرف مخاطب ہو کر کہا کہ میں نے جو کچھ خواب میں دیکھا ہے شیخ الاسلام نے اسے عالم بیداری میں دیکھا ہے۔ امام محمد غزالی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ جو باتیں عوام الناس کو خواب میں نظر آتی ہیں خواص بیداری میں دیکھ لیتے ہیں اور جو باتیں عوام کو محنت اور عرقریزی سے حاصل ہوتی ہیں۔ خواص کو بلا مشقت وہبی طور پر عطا ہو جاتی ہیں۔ واضح رہے کہ ۱۲۴۵ھ میں خواجہ عبد الخالق قدس اللہ سرہٗ شرعی عذر سے قبر مبارک کے اندر سے نکالے گئے۔ حالانکہ اس وقت آپکی وفات کو پچاس سال گذر چکے تھے مگر آپکا وجودِ فیض آمود بدستور محفوظ تھا۔ اور جسم کی نرمی اور رنگت وغیرہ میں کچھ فرق نہیں پڑا تھا یہی معلوم ہوتا تھا کہ حضرت سوئے ہوئے ہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآنِ مجید اور فرقانِ حمید سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ثابت ہے جیسا کہ کلامِ پاک میں وارد ہے۔ اِنَّکَ مَیِّتٌ فَاِنَّھُم مَیِّتُون۔ اور خود حضور کا ارشاد ہے انی رجل مقبوض اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول پر فان محمداً مات "تمام امت کا اجماع ہے تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کا ذائقہ چکھا ہے لیکن بعد میں حق تعالیٰ نے آپکو زندہ کر دیا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کا بدن مبارک زمین پر حرام کر دیا ہے۔ پس آنحضرت حیات جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں جیسا کہ مرگ سے پہلے تھے۔ اور یہ زندگی اکمل ہے شہیدوں

کی روحانی و اخروی زندگی ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جسطرح دنیا میں کھاتے پیتے تھے اسی طرح اب بھی کھاتے پیتے ہیں۔ ممکن ہے عالمِ برزخ میں اور حالت ہو۔ کیونکہ کھانے پینا عادت کی بات ہے اور وہاں کا حال عادت کے برخلاف ہے۔ مدارج النبوۃ اور مواہبِ لدنیہ میں اس مسئلے کا مفصل بیان ہے۔ جو شخص دیکھنا چاہے ان میں دیکھ لے۔ شیخ عبدالحق رحمتہ اللہ علیہ مشکوٰۃ شریف کی شرح میں نماز جمعہ کے باب میں لکھتے ہیں کہ حیاتِ انبیاء علیہم السلام پر تمام علماء کا اتفاق ہے اس میں کسی شخص کو اختلاف نہیں ہے۔ یعنی انبیاء علیہم السلام دنیاوی حقیقی زندگی رکھتے ہیں۔ شہدا کیطرح معنوی و روحانی زندگی نہیں رکھتے۔ اور یہ حدیث اس امر کی تصدیق کرتی ہے۔ ان اللہ حرم اجساد الانبیاء علی الارض۔

نقل (۱۰) حضرت قبلۂ عالم قدس سرہٗ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت سلطان التارکین کچھی میں تشریف فرما تھے۔ یہ فقیر اور دو تین اور خادم ہمراہ تھے۔ ایک مسجد میں جو قبرستان کے کنارے پر واقع تھی نماز ظہر کیلئے وضو کرنے لگے۔ اثنائے وضو میں میری نگاہ جو قبروں پر پڑی تو قبروں کا تمام حال ہوبہو منکشف پایا۔ جتنک حضور قبلۂ عالم وضو فرماتے رہے یہی حالت رہی۔ آپ وضو کر چکے تو یہ کیفیت حال ختم ہو گئی۔ جب میں نے ساتھیوں کے سامنے یہ کیفیت بیان کی تو سب نے کہا اس وقت ہم پر بھی یہی حال وارد تھا۔ اور اس بحر مواج کا فیض سب کو مالا مال کر رہا تھا۔

نقل (۱۱) زبدۃ الاماثل حضرت مولینا حافظ خدابخش رحمتہ اللہ علیہ المتوفی ۱۲۵۱ھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت سلطان التارکین ایک دفعہ بتقریب ضیافت میں ایک شخص کے ہاں گئے جسکا گاؤں بیر واہ کے کنارے پر واقع ہے۔ چاشت کے وقت جب فقیروں میں کھانا تقسیم ہو رہا تھا تو ایک مسافر فقیر آیا۔ حضرت اسکو دیکھکر بہت محجوب اور شرمندہ ہوئے۔ حاضرین سے ارشاد فرمایا کہ اس فقیر کو روٹی دو اور ہر طرح خاطر مدارات کر کے اسکو خوش کرو۔ حاضرین متعجب تھے کہ کیا معاملہ ہے جب فقیر روٹی لیکر چلا گیا تو ایک شخص نے اس کے پیچھے جاکر حقیقتِ حال معلوم کی۔ معلوم ہوا کہ آپ اس فقیر کے ساتھ کسی شہر میں ہم حجرہ تھے۔ وہاں کافی عرصہ تک آپ مرض دنبل میں مبتلا رہے۔ آخر اسی مرض میں اس دارِ فانی سے کوچ فرمایا۔ مذکورہ فقیر غسل جنازے اور دفن کے وقت آپکے پاس موجود تھا اور اسوقت اس نے حضرت کو زندہ پایا تو متعجب ہوا۔ آپ اس راز کے فاش ہو جانے کی وجہ سے مشوش ہو گئے (فائدہ) شیخ عبدالحق قدس سرہٗ ایک کامل ولی شیخ جلال پانی پتی رح کے مریدوں میں سے تھے۔ وہ ایک دفعہ اپنے مریدوں کے

ہمراہ کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں ایک درخت کے نیچے سستانے کیلئے بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد مریدوں نے دیکھا تو شیخ کو مردہ پایا۔ بڑے گھبرائے۔ یہ بھی ڈر تھا کہ کہیں ان پر قتل کی تہمت نہ لگ جائے۔ اسی پریشانی میں تھے کہ شیخ اٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ یہ مقام بہت فرحت افزا اور عمدہ تھا۔ میرا جی چاہا کہ اسی جگہ سے آفرینندۂ جان وجہاں کے حضور میں پہنچ جاؤں۔ مگر تم نہیں چاہتے تو خیر یونہی سہی بیبزرگ فرماتے تھے کہ خداوند تعالیٰ نے انھیں اپنی جان پر مختار بنایا ہے۔ ملک الموت انکی روح قبض نہیں کرسکیگا۔

نقل (۱۲) حضرت خلیفہ محمد وارث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آغازِ جوانی میں بمقام خیر پور ٹاویں والی ایک بزرگ کی خدمت میں جو صاحبِ مدارجِ عالیہ تھے استفادہ کیلئے بیٹھا ہوا تھا۔ اتفاقاً حضرت حضرت سلطان التارکین بھی اس مسجد میں تشریف لے آئے۔ میں جناب کی نورانی صورت کو دیکھتے ہی آپکا والا و شیدا ہو گیا اور اسی وقت اس بزرگ کے پاس سے اٹھکر کمالِ اخلاص کیساتھ حضرت میاں صاحب کیخدمت میں آبیٹھا۔ میری یہ حرکت بزرگ مذکور کو بہت ناگوار گذری میں نے یہ حالت دیکھی تو سارا ماجرا حضرت میاں صاحب سے عرض کر دیا۔ آپنے اسوقت تو زبانی کچھ نہ کہا مگر رات کو خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ بزرگ مذکور نے شیر بن کر مجھ پر حملہ کیا ہے۔ اور مجھے کھانا چاہتا ہے۔ مجھ پر شدید خوف طاری تھا کہ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت سلطان التارکین وہاں موجود ہیں۔ اور وہ اپنے عصائے مبارک سے شیر کو ڈرا کر وہاں سے بھگا دیتے ہیں۔ علی الصباح جو میں اٹھا تو دیکھا کہ وہ بزرگ شیر صورت مسجد سے اپنا اسباب اٹھا کر جانے کو تیار ہیں۔ مجھے پاس بلایا اور فرمایا کہ میاں ہم تم سے ناراض نہیں ہیں۔

حضرت قبلۂ عالم چند روز وہاں مقیم رہے اور اس دوران مجھے وظیفہ تلقین فرمایا۔ اس کے بعد جب آپ وہاں سے رخصت ہونے لگے تو میں مشایعت کیلئے آپکے ہمراہ ہو لیا۔ تھوڑی دور جا کر مجھے روک دیا اور آپ آگے روانہ ہو گئے۔ میں حسرت بھری نظروں سے آپکو دیکھ رہا تھا۔ کہ چند قدم چل کر رک گئے اور مجھے پاس بلا کر کہا کہ برخوردار لوگوں کی بہو بیٹیوں کا خیال دل سے نکال دو۔ فقیر کیلئے یہ بات مناسب نہیں۔ آپکا یہ ارشاد سنتے ہی وہ خیال فاسد جو ایک مدت سے میرے دل میں سمایا ہوا تھا بالکل محو ہو گیا اور محبوبہ کی شکل کا نقش جو لوحِ دل پر ثبت تھا یکقلم مٹ گیا۔

نقل (۱۳) حضرت قبلۂ عالم نقل کرتے ہیں کہ میں ایامِ جوانی میں عارضہ طحال میں مبتلا تھا۔

حضرت میاں صاحب نے بہتیرا علاج کرایا۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اتفاقاً ایک روز میں حضرت کے پاؤں دبا رہا تھا کہ آپ نے دریافت فرمایا اب طحال کا کیا حال ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت دواؤں سے تو کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ آپ باطنی توجہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس موذی مرض سے نجات دے۔ حضرت نے موضع طحال پر ہاتھ رکھکر فرمایا کہ یہ کلمات پڑھکر دم کرو۔ انشاء اللہ تعالیٰ شفا ہو جائے گی۔ میں نے حسب الارشاد عمل کیا۔ صبح اٹھا تو کافی آرام محسوس کیا۔

نقل (۱۴) میرے پیر و مرشد حضرت قبلہ عالم نے دا جل میں یہ ارشاد فرمایا کہ حضرت سلطان التارکین سیرانی بادشاہ کے بعض مریدوں پر اکثر ایسی حالت طاری ہو جاتی تھی کہ وہ کئی کئی دن تک نماز نہیں پڑھ سکتے تھے اور عالم استغراق میں رہتے تھے پھر فرمایا یہ واردات حال پر موقوف ہیں جس پر طاری ہوں وہی جانتا ہے الفاظ میں اس کا بیان ممکن نہیں۔ کیونکہ "حدیث عشق در دفتر نہ گنجد"

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں خیر پور ٹامیں والی میں عشاء کی نماز کیلئے پہلی صف میں امام کی دائیں جانب کھڑا تھا جب امام نے تکبیر تحریمہ پڑھی تو مجھ پر یہی حالت طاری ہو گئی۔ ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت سیرانی بادشاہ خود بہ نفس نفیس مسجد کے دروازے پر کھڑے ہیں۔ میں سراسیمہ صف سے نکل کر دروازے کی طرف گیا دیکھا تو حضرت گھوڑے پر سوار ہیں۔ میں نے قدمبوسی کا شرف حاصل کیا۔ آپ نے ازراہِ شفقت میری پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا بچہ جاؤ نماز پڑھو۔ یہ سنکر میں نماز کیطرف متوجہ ہوا۔ امام ابھی اول رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھ رہا تھا۔ میں فوراً جماعت میں شامل ہو گیا۔ اللہ کا شکر ہے کہ میں نے اپنے روشن ضمیر مرشد کی امداد سے بہت جلد اس منزلِ حیرت سے ترقی وعبور کیا۔ نماز سے فارغ ہو کر جو میں نے دیکھا تو آپ کو وہاں نہ پایا۔

نقل (۱۵) حضرت قبلہ عالم مدظلہ ارشاد فرماتے ہیں کہ بھڈی شریف میں جو میرا مولد واصل وطن ہے۔ اپنے دلی دوست صلاحیت نشان میاں عبد الغفور قصاب کے گھر میں قیلولہ کر رہا تھا۔ کہ بطور کشف حضرت سلطان التارکین رحمتہ اللہ علیہ نے مجھ پر یہ منکشف کیا کہ گویا آپ بھنیاس میں درختوں کے سایہ تلے بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں اس خبر فرحت اثر سے آگاہ ہو کر اٹھا اور خوشی خوشی بھنیاس پہنچا تو دیکھا کہ آپ فی الحقیقت وہاں موجود ہیں۔ میں نے قدمبوسی کی۔ ارشاد فرمایا کہ تم کو ہمارے یہاں آنیکی خبر کس نے دی۔ میں چپ رہا پھر یہی سوال کیا۔ میں بدستور ساکت رہا۔

تیسری دفعہ جو استفسار فرمایا تو میں نے بہ ادب عرض کیا کہ اس حقیقت سے حضور نے خود ہی آگاہ فرمایا ہے۔ آپ متبسم ہوئے اور تھوڑی دیر دیدار فیض آثار سے مشرف فرما کر وہاں سے رخصت ہوئے۔ میں حسرت سے دیکھتا رہا اور دل میں خیال کیا کہ یہ ہماری بد قسمتی ہے کہ آپ فقیر کے پاس ایک رات بھی نہیں ٹھہرے۔ ادھر میرے دل میں اس خیال کا آنا تھا کہ ادھر آپ نے گھوڑے کی باگ موڑی۔ میں نے جانا کہ میری مراد بر آئی۔ اب آپ ضرور رات کیوقت میرے کاشانۂ غم کو اپنے وجودِ مکرم سے رشکِ ارم کریں گے۔ جب نزدیک آئے تو فرمایا کہ میاں گھر میں نہ سویا کرو مسجد میں یا کہیں دوسری جگہ جا کر شب باشی کی عادت ڈالو۔ یہ حکم دیکر تشریف لے گئے۔

نقل (۶۱) اہل ذوق کے مونس میاں محمد یونس نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ افواہ اڑی کہ بادشاہ تیمور شاہ اوچ سے گذرے گا۔ اسلئے مخدوم گنج بخش مغفور خائف ہو کر مخدوم ناصر الدین صاحب سجادہ نشین کیخدمت میں گئے۔ اور عرض کیا کہ حضرت آپ آپنے جدِ امجد حضرت قطب العالم سید جلال الدین قدس سرہٗ کے مزار مبارک پر جا کر عرض کریں کہ انکی توجہ سے یہ بلائے جہان آشوب ہمارے سر سے ٹل جائے۔ مخدوم ناصر الدین صاحب نے فرمایا کہ میں رات کو حضرت کیخدمت میں گذارش کرونگا۔ اور صبح جو جواب ملے گا۔ عرض کروں گا۔ صبح ہوئی تو مخدوم ناصر الدین نے فرمایا کہ جناب قطب العالم کی درگاہ سے ارشاد ہوا ہے کہ یہ معاملہ حضرت میاں محکم الدین صاحب کیخدمت میں پیش کیا جائے۔ انکی توجہ سے تمہاری مراد حاصل ہو جائیگی۔ مخدوم گنج بخش نے کہا کہ حضرت معلوم نہیں کہ میانصاحب اس وقت کہاں ہوں گے۔ مخدوم ناصر الدین نے فرمایا کہ حضرت قطب العالم نے جو ارشاد فرمایا ہے تو ضرور بالضرور کہیں نہ کہیں مل جائیں گے۔ یہ بات سن کر مخدوم گنج بخش اپنے دولت خانہ میں تشریف لے گئے۔ اتنے میں ایک شخص نے مخدوم ناصر الدین صاحب کیخدمت میں آکر بتایا کہ حضرت سیرانی بادشاہ اسکوا اوچ اور بولن شاہ کے درمیان راستے میں ملے ہیں۔ وہ ابھی زیارت فیض بشارت سے مشرف ہو کر آیا ہے۔ مخدوم صاحب یہ خبر سنتے ہی گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے۔ اور راستہ میں ہی آپ مل گئے۔ آپنے مصافحہ کیا اور وہیں بیٹھ گئے۔ مخدوم صاحب نے موقع پا کر عرض کیا کہ حضرت سنا ہے کہ تیمور شاہ بادشاہ آنیوالا ہے۔ اسکے لشکر کی دستبرد اور لوٹ مار سے خلقِ خدا کا بہت نقصان ہو گا۔ اگر آپکی توجہ سے اسکا آنا موقوف ہو جائے۔ تو

سب کا بھلا ہوگا۔ حضرت میاں صاحب نے کاغذ قلم دوات منگا کر چند سطریں لکھیں اور فرمایا کہ یہ خط لیجاؤ۔ لشکر کے آگے آگے ایک شخص بز غالہ (بھیڑ کے بچے) کو اُٹھائے اور دامن میں گھاس ڈالے ہوئے چرا رہا ہوگا۔ اسے دیدو۔ حسب الارشاد مخدوم صاحب نے وہ رقعہ بطور ڈاک چوکی کے اس طرف بھیج دیا۔ ہرکارہ نے لشکر کے آگے اس شخص کو دیکھا مگر اس خیال سے کہ شاید یہ کوئی اور شخص ہو آگے روانہ ہوگیا۔ اسے آگے بڑھتا دیکھکر اس شخص نے جسکے متعلق حضرت سیرانی صاحب نے کہا تھا ہرکارہ کو بلایا اور کہا میاں! ادھر آؤ۔ میں تمہاری راہ دیکھ رہا ہوں۔ ہرکارہ لوٹا اور میاں صاحب کا رقعہ انھیں دیدیا۔ اس نے رقعہ لیکر ہاتھ اوپر اٹھایا جس سے وہ رقعہ مرغ بن کر لشکر کی طرف اُڑ گیا۔ مرغ کے اُڑتے ہی بادشاہ مع تمام لاؤ لشکر کے فوراً واپس لوٹ گیا اور اوچ آنیکا ارادہ فسخ ہوگیا۔

نقل (۱۷) حضرت شاہ ابو الفتح جو حضرت سلطان التارکین کے مریدوں میں سے تھے ایک دن کچھی میں آپکی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اسوقت حضرت ریگستان میں بعد فراغت وضو فرمارہے تھے کہ شاہ صاحب کو نافہ غیبی کی مہک آئی جس سے دل و دماغ مسرور و معطر ہو گئے سمجھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بوئے مبارک ہے۔ پس حضرت سلطان التارکین نے نورِ معرفت سے انکے اندیشہ پر واقف ہو کر ارشاد فرمایا کہ ھٰذا من عند اللّٰہ (ترجمہ) یہ خوشبو اللہ کی طرف سے ہے۔

ہر مقامِ آشنا آید شمیم آشنا   سوئے احمد از یمن زاں بوئے رحمان آمدی

نقل (۱۸) خلیفہ محمد وارث علیہ الرحمۃ نقل فرماتے ہیں کہ حضرت کے دوستوں میں سے ایک صاحب جو ملک اوبھہ میں رہتے تھے آپکی زیارت کا شوق لئے آپکی طرف روانہ ہوئے۔ اثنار راہ میں ایسی جگہ پر پہنچے کہ وہاں سے منزلِ مقصود کیطرف دو راستے جاتے تھے۔ ان میں سے ایک تو دور اور باامن تھا اور دوسرا اگرچہ بہت نزدیک تھا مگر اس میں خون آشام شیر رہتا تھا۔ اس کشتۂ محبت اور درماندۂ محنت سفر نے نزدیک کا راستہ اختیار کیا اور شیر کی کوئی پرواہ نہ کی۔ ابھی تھوڑی دور ہی گئے ہونگے کہ شیر دھاڑتا ہوا نکلا اور ان پر حملہ آور ہوا۔ وہ اس بلائے ناگہانی کو دیکھ کر جناب باری میں استغاثہ کرنے لگے اتنے میں انہوں نے حضرت سلطان التارکین رضی اللہ عنہ کا نعرہ سنا اور دیکھا کہ غیب سے ایک لوٹا شیر کے ماتھے پر لگ کر ٹوٹ گیا ہے۔ جس کے صدمے

سے شیر بھاگ گیا۔

دستِ پیر از غائباں کوتاہ نیست　　　　قبضۂ اُش جز قبضۂ اللہ نیست

اس کرشمے کو دیکھ کر اس کا اعتقاد اور پختہ ہو گیا اور شوقِ زیارت کا شعلہ بھی اور تیز ہو گیا۔ اس نے لوٹے کی ٹھیکریاں چُن کر ایک کپڑے میں باندھ لیں اور اس طرح سر پر رکھ لیں جیسے کوئی مرفتارید کی ڈبیا کو عزیز رکھتا ہے۔ الغرض خدمت میں پہنچا اور دولتِ دیدار سے مستفیض ہوا۔ حضرت کے روبرو تو یہ ماجرا نہ بیان کیا مگر حاضرین میں سے ایک شخص کو یہ قصہ سنا دیا۔ اور وہ ٹھیکریاں بھی دکھائیں۔ جس خادم پر آفتابہ برداری کی خدمت سپرد تھی اس نے اس امر کی تصدیق کی کہ بیشک کل حضرت نے آبِ دست کر کے آفتابہ زمین پر پھینک کر توڑ دیا تھا۔ مگر اسکی ٹھیکریاں تو وہیں پڑی ہوئی تھیں۔ تعجب ہے کہ تمہارے پاس بھی وہی ٹھیکریاں موجود ہیں۔

نقل (۱۹) حضرت محمد انور پٹولی ملتانی حضرت فاضل شاہ ساکن راوی کے نواسے یوں نقل کرتے ہیں کہ حضرت صاحبُ السیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے خادموں میں سے ایک خادم آپکی زیارت کیلئے دور دراز علاقے سے آرہا تھا۔ ایک مقام پر پہنچا تو سُنا کہ حضرت سلطان التارکین فلاں جگہ تشریف رکھتے ہیں وہاں سے اسطرف جانے کیلئے دو راستے تھے۔ ایک راستہ دو روزہ سفر کا تھا لیکن پُر امن تھا۔ دوسرا راستہ ایک روز کے سفر کا تھا لیکن پُر خطر تھا۔ اس راستے میں ایک خونخوار شیر رہتا تھا۔ وہ شخص نزدیک کے راستے ہو لیا۔ ناگاہ شیر نے اس پر حملہ کیا۔ اس نے مضطرب ہو کر حضرت کو یاد کیا۔ ؎

کجائی اے پدر آخر کجائی　　　　زحالِ من چنیں غافل چرائی

یاد کا کرنا تھا کہ کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت کا دستِ مبارک نمودار ہوا ہے اور اسکی برکت سے بلائے جاں ٹل گئی ہے۔ جب صحیح سلامت خدمت میں پہنچا تو یارانِ طریقت سے یہ قصہ بیان کیا۔ انہوں نے بتایا کہ کل آپ نے وضو کر کے لفظ احمق زبان سے کہکر آفتابہ دیوار پر مار کر توڑ دیا تھا۔ اس نے کہا کہ اس آفتابہ کی ٹھیکریاں کہاں ہیں۔ چلو دیکھیں۔ جب وہاں جا کر دیکھا تو ٹھیکریاں موجود نہ پائیں۔ فقیر نے وہی ٹھیکریاں اپنے دامن سے نکال کر دکھائیں۔ لوگ حیران ہوئے سبحان اللہ حضرت کا تصرف حاضر و غائب کے لئے کسقدر حیرت انگیز تھا۔ محمد انور نے بتایا کہ جس سید نے یہ قصہ

بیان کیا وہ اس مجمع میں حاضر تھا جس میں ٹھیکریاں دکھائی گئیں۔

نقل (۲۰) میاں صالح محمد طالب علم متوطن اوچ شریف جو کہ حضرت قاضی محمد عاقل رحمتہ اللہ علیہ کے خادمین و معتقدین میں سے تھا نقل کرتا ہے کہ علاقہ کچھی میں ایک داؤد پوترہ رئیس کا باغ تھا۔ صبح کے وقت حسب معمول باغبان اسمیں گیا تو گیا دیکھتا ہے کہ تمام درختوں کے پتے اور شاخیں اسم ذات کا ورد کر رہی ہیں۔ مالی یہ دیکھکر بہت خوش ہوا اور حیران ہو کر سارے باغ میں پھرا کہ اس اچنبے کا باعث معلوم کرے۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک گوشہ میں حضرت میانصاحب مراقبے میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اسے یقین ہوا کہ اسی مرد کامل کی برکت سے یہ عجیب و غریب واقعہ ظہور میں آیا ہے۔ دوڑا ہوا گیا اور اپنے آقا کو اسکی اطلاع دی وہ رئیس شہر قاضی کو ہمراہ لیکر آیا اور مالی کی بات کو درست پایا۔ دونوں صاحب ہاتھ باندھ کر حضرت کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ جب آپنے مراقبہ سے سر اٹھایا تو انہوں نے قدمبوسی کی۔ قاضی صاحب نے اپنے دل میں ارادہ کیا کہ اپنی لڑکی کا نکاح اس بزرگ سے کردوں اور داؤد پوترہ رئیس نے اپنے دل میں سوچا کہ میں اپنی ہمشیرہ کا عقد انکے ساتھ کردوں۔ آپنے نور معرفت سے انکے خیالات سے واقف ہو کر فرمایا کہ فقیر تمہارے دام میں نہیں پھنسے گا۔ سردار مذکور نے عرض کیا قبلہ اگر اجازت ہو تو ماحضر پیش کروں۔ حضرت نے فرمایا کیا مضائقہ ہے۔ اسی وقت کھانا حاضر کیا گیا۔ آپنے کیسقدر تناول فرمایا اور اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ فقیر کا نام محکم الدین ہے۔ اگر تم پر کوئی مشکل آن پڑے تو مجھے یاد کر لینا۔ انشاء اللہ اسی وقت حاضر ہو جاؤنگا۔ یہ کہکر آپ وہاں سے چلدئے۔

چند سال بعد اس امیر کی وہی بہن جس کا آپسے نکاح کرنا چاہتا تھا فوت ہو گئی۔ اور مرنے پر اس کا چہرہ ایسا بدنما ہو گیا کہ دیکھنے سے خوف آتا تھا۔ اس صورت حال سے وہ امیر اور اسکے دیگر خویش و اقارب بہت پریشان ہوئے۔ میت کی شکل کسی کو نہ دکھاتے تھے۔ اسی پریشانی کے عالم میں امیر کو حضرت کا وعدہ یاد آگیا۔ فوراً وضو کر کے مسجد میں گیا اور بہت عاجزی سے سر بسجدہ ہو کر جناب باری میں التجا کی اور دردناک آواز سے حضرت میاں صاحب کو پکارا۔ پکارنے کی دیر تھی کہ حضرت میاں صاحب محراب مسجد میں نظر آئے۔ آپنے نہایت شفقت سے فرمایا میاں فکر نہ کرو اور جاؤ جلدی سے جا کر میت کی تجہیز و تکفین کرو۔ حسب الحکم گھر آیا۔

میت کو دیکھا تو اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ شکر الٰہی بجا لایا۔
اور خوشی سے اسکی تکفین و تدفین میں مصروف ہو گیا ؎

بندگان حق کہ رحیم و بردبار   خوئے حق دارند در انجام کار

(فائدہ) خرقِ عادت کے طور پر مرنے کے بعد زندہ ہونا اور زندہ ہو کر ایمانِ مقبول حاصل کرنا صحیح ہے۔ علمائے دین اور عرفائے حقیقت نے بھی اسکی تصریح کی ہے چنانچہ اشباہ میں لکھا ہے من مات الکفر ابیح لعنۃ الا والا دسول اللہ بثبوت ان اللہ تعالیٰ احیا ھما حتی امنا بہا۔ مناقب الکردری میں بھی اسی طرح ہے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب اخبار الاخیار میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت وہ زندہ ہو جائیں گے اور ایمان لائیں گے۔ میں اس حکم کے مطابق گیا اور بلندی پر چڑھ کر پکارا کہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر ام المعانی میں لکھتے ہیں کہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکدفعہ حضرت شاہ مرداں علی کرم اللہ وجہہ کو حجۃ الوداع کے روز کہیں روانہ کیا۔ جب حضرت واپس تشریف لائے تو سرور عالم نے فرمایا کہ اے علی کل اللہ تعالیٰ نے ہم پر بڑی مہربانی اور عنایت فرمائی۔ انہوں نے کہا مبارک ہو مجھے بھی اس مژدہ روح افزا سے آگاہ فرمایئے۔ حضرت رسولِ اکرم ؐ نے فرمایا کہ کل میں نے خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے چچا ابو طالب اور والدین کی مغفرت کی درخواست کی تھی۔ سو جناب الٰہی سے فرمان ہوا کہ فلاں مقام میں جا کر تینوں کو پکارو وہ زندہ ہو جائیں گے اور ایمان لائیں گے میں اس حکم کے مطابق گیا اور بلندی پر چڑھ کر پکارا یا اماہ یا ابتاہ یا عماہ۔ تینوں نے خاک سے سر نکالا اور مجھ پر ایمان لائے اور عذابِ ابدی سے نجات پائی۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی یہ تحریر کر کے فرماتے ہیں کہ یہ بات عجیب و غریب ہے سوائے تفسیر ام المعانی کے کہیں نہیں دیکھی گئی۔ (تنبیہہ) جس وقت راقم الحروف کوٹ مٹھن میں تلویح شرح توضیح پڑھتا تھا۔ اس وقت سید عزت شاہ سلوک طریقت کے ارادے سے وہاں موجود تھے ظہر کے وقت عرفائے نامدار کا ذکر ہوتے ہوتے حضرت میاں صاحب کا تذکرہ بھی شروع ہوا۔ شاہ صاحب موصوف نے حضرت احمد علی خلف حضرت قاضی محمد عاقل سے استفسار کیا کہ میاں صاحب کا کشورِ معرفت کے فتح کرنے میں کیا طریق تھا حضرت میاں احمد علی

نے فرمایا کہ ہمارے جدِ امجد حضرت خواجہ نور محمد مہاروی فرماتے تھے کہ میاں صاحب کو ابتدائے سلوک سے انتہائے کمال تک کبھی حالت قبض[1] نہیں ہوئی۔ آپ ہمیشہ حالت بسط[2] ہی میں رہے۔ یہ سن کر مجھے بہت لطف آیا۔ سچ ہے۔ ؎

خوشتر آں باشد کہ سرِّ دلبراں — گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

پس جاننا چاہیئے کہ یہ درجہ افراد[3] کا ہے۔ غوث۔ قطب اور اوتاد میں سے کسی کو یہ رتبہ حاصل نہیں، اکثر لوگ اسی وجہ سے آپ پر رشک کرتے ہیں۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ (یہ بیان حضرت شاہ ولی اللہ کے فیوض الحرمین میں لکھا ہوا ہے۔)

نقل (۲۱) خلیفہ محمد وارث علیہ الرحمتہ نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت بابا فرید الدین شکر گنج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس پر میاں صاحب کی خدمت میں حاضر تھا۔ حضرت سلطان التارکین اپنے حجرہ کے سامنے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور حضرت قبلہ عالم مہاروی صاحب محراب

۱-۲ سالک کی کشادگیٔ دل اور سرور کو بسط کہتے ہیں۔ اسکی ضد قبض ہے۔ سالک پر سیر الی اللہ کی حالت میں بعض واردات ایسی وارد ہوتی ہے جن سے عشق و محبت کا غلبہ اور دل میں سرور و شوق پیدا ہوتا ہے۔ عبادت میں لذت آتی ہے جس سے سالک کی ترقیٔ باطن ہوتی ہے۔ یہی بسط ہے۔ اور قبض اس کے برعکس ہے۔ صوفیائے کرام کا کہنا ہے کہ ان دونوں حالتوں کا سالک پر وارد ہونا لازمی ہے۔

۳ جو فردیت کی تجلی سے بباعثِ متابعت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ممتاز ہیں اور انتہائی کمال کے باعث دائرہ قطب الاقطاب سے خارج ہیں افراد کہلاتے ہیں۔

قطب اور غوث میں کوئی خاص فرق نہیں۔ باعتبار حاجت روائی خلق غوث کہلاتا ہے اور باعتبار قربِ ذاتِ حق قطب کہلاتا ہے۔ ان کا سارے نظامِ عالم میں تصرف ہوتا ہے اور یہ ظاہر و باطن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم ہوتے ہیں۔ انھیں کو قطب الاقطاب بھی کہتے ہیں۔

اوتاد پر تمام معمورۂ دنیا کی محافظت سپرد ہے۔ یہ اولیاء اللہ میں چار ہوتے ہیں۔ غرب میں عبد العلیم۔ شرق میں عبد الحیٔ۔ شمال میں عبد المجید اور جنوب میں عبد القادر۔

کے نزدیک مسجد میں رونق افروز تھے۔ سینکڑوں افراد ہر دو صاحبان کے دیدار فیض آثار کے مشتاق پروانہ وار گرد اگرد کھڑے تھے۔ میں اپنے مربیؒ کے حضور میں بیٹھا ہوا تھا۔ جی میں آیا کہ حضرت چہاروی صاحب کی زیارت کروں اور اُٹھکر انکی طرف چلا گیا اور منبر کے گوشے کے نزدیک جا کھڑا ہوا۔ جو لوگ انکی خدمت میں آتے اور قدمبوسی کرتے آپ ان سے کہتے کہ بھائی جاؤ اور حضرت میاں صاحب کی زیارت سے سعادتِ دارین حاصل کرو کیونکہ میں تو مکھی کی طرح دنیاداروں سے چمٹا ہوا ہوں۔ وہ شہباز وقت کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔ سب سے قطع تعلق کرکے اپنے مولا کے ساتھ مشغول ہے۔ یہ کلام سُن کر جب میں اپنے مربیؒ کے پاس آیا تو آپ نے مُسکرا کر میرے کان میں کہا۔ میاں محمد وارث مجھ میں لوگوں کے ہجوم کی برداشت نہیں مگر میاں نور محمد جیسے صاحب لوگوں کی تکالیف بھی برداشت کرتے ہیں اور اپنے خالق کے ساتھ بھی مشغول رہتے ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

جس نے اپنے آپ کو جانا حقیر ہوتا ہے آخر وہی صدر کبیر

نقل (۲۲) اللہ کا پیارا محمد مقبول کھوکھر بیان کرتا ہے کہ ایک بار حضرت سلطان التارکینؒ بہ تقریب عرس حضرت بابا صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ پاک پتن میں تشریف لے گئے۔ مَیں بھی آپکی خدمت میں موجود تھا۔ ایک دن حضرت موصوف اپنے حجرے کے دروازے پر مغرب کی سُنتیں پڑھ رہے تھے کہ شیخ سبحان سجادہ نشین حضرت بابا صاحب آپکی زیارت کیلئے تشریف لائے۔ چونکہ آپ اسوقت راز و نیاز میں تھے اسلئے وہ چپ چاپ بیٹھے رہے۔ حضرت ایک دوگانہ پڑھکے دوسرے کی نیت باندھ لیتے تھے۔ شیخ صاحب نے بہت انتظار کیا مگر جب دیکھا کہ آپ ابھی فارغ نہیں ہوں گے تو واپس آگئے اور حاضرین سے کہہ دیا کہ بوقت فراغت حضرت صاحب سے فقیران حاضر الخدمت کی تعداد معلوم کرکے اطلاع دے دینا تاکہ اتنے آدمیوں کا کھانا بھجوا دیا جائے۔

ف:- اس واقعہ سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ قبلۂ عالم خواجہ نور محمد چہارویؒ اور سلطان التارکینؒ حضرت محکم الدین سیرانیؒ میں کس درجہ باہم مودت و محبت کا رشتہ قائم تھا اور وہ ایک دوسرے کا کسقدر احترام و ادب ملحوظ رکھتے تھے۔ بعض لوگ عقیدت کے جوش میں اپنے بزرگوں کو دوسرے بزرگوں سے بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں جو سراسر سوء ادب ہے۔

میں بعد میں حاضر خدمت ہو کر سعادت دارین حاصل کروں گا۔

ان کے جاتے ہی حضرت قبلہ عالم نماز سے فارغ ہو گئے۔ خادموں نے مخدوم صاحب کے کہنے کے مطابق حاضرین کی تعداد دریافت کی تو ارشاد ہوا کہ آدمی تو بہت ہیں لیکن شیخ صاحب کو اتنی تکلیف دینی مناسب نہیں۔ انکی خدمت میں جا کر کہدو کہ صرف سات آدمیوں کا کھانا بھیجدیں اور باقی آدمیوں کا کھانا خود تیار کر لیا کرو۔ فرمان کے مطابق یہ مسکین صبح و شام جماعت فقراء کے واسطے چاولوں کا خشکہ پکایا کرتا تھا۔ آپ سب کے ساتھ مل کر تناول فرماتے تھے۔ ایک دن میں نے دو قسم کا خشکہ تیار کیا۔ ایک تو خاص قبلہ عالم کیلئے جس میں گھی زیادہ تھا۔ دوسرا معمولی جو فقراء کے واسطے تھا۔ کھانے کے وقت ارشاد فرمایا کہ سب کا کھانا یکساں ہے یا کچھ فرق ہے۔ میں نے سچ سچ عرض کر دیا۔ آپ بہت خفا ہوئے اور فرمایا آئندہ کبھی ایسی بات نہ کرنا۔ میں بہت شرمسار ہوا۔ اور پھر کبھی ایسے امر کا مرتکب نہ ہوا۔ عرس سے فراغت پا کر پاک پتن شریف سے روانہ ہوئے۔ ایک گلی میں سے گذر رہے تھے دیکھا کہ حضرت مہاروی دوسرے کوچے میں چلے جا رہے ہیں۔ حضرت سلطان التارکین کھڑے ہو گئے اور حضرت مہاروی نے دوڑ کر اپنے دونوں ہاتھ آپکے پاؤں پر رکھدیئے۔ ہر چند حضرت تاتے ان کے ہاتھ پکڑ کر روکنا چاہا لیکن آپ نے جسطرح ہو سکا شرف قدمبوسی حاصل کر لیا۔ حضرت میاں صاحب نے رخصت کی اجازت مانگی تو حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ حضرت آپ تشریف لیجائیں گے تو میں چلا جاؤں گا۔ چنانچہ جب آپ رخصت ہوئے تو حضرت مہاروی نے کھڑے ہو کر آپکو رخصت کیا اور دیر تک آپ کو دیکھتے رہے۔ جب کوچہ کے موڑ پر آپ نظروں سے اوجھل ہو گئے تو آپ روانہ ہوئے۔

نقل (۲۲۳) خلیفہ محمد وارث رحمتہ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ سلطان العاشقین برہان الواصلین حضرت خواجہ عبدالخالق کی وفات ۲۷ ذوالحجہ کو ہوئی۔ حضرت سلطان التارکین اسوقت پاک پتن عرس پر گئے ہوئے تھے۔ آپکو ۴ محرم الحرام کو اس کو واقعہ جانکاہ کی خبر ملی۔ اور آپ فوراً وہاں سے رخصت ہو گئے۔ ابھی شہر میں ہی تھے کہ حضرت مہاروی صاحب کو آپکی روانگی کا پتہ چلا تو آپ فوراً آپکی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ جو کچھ تقدیر میں

لکھا تھا وہ ہو گیا۔ آپ عرس کے ختم ہونے تک تشریف رکھیں۔ میاں صاحب نے فرمایا کہ صاحب عرس کی زیارت تو ہو چکی ہے اب عرس تک رہنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ کہکر آپ روانہ ہو گئے۔ میں گھوڑی کا رکاب پکڑے آپکے ساتھ ہو لیا۔ آپ سارے راستے خاموش رہے یہاں تک کہ حضرت خواجہ عبد الخالق کے ایک صاحبزادے جو آپکا استقبال کرنے شہر سے باہر آئے تھے۔ انکی طرف بھی التفات نہ کیا اور حضرت کے مزار پر انوار پر مراقبہ کر کے بیٹھ گئے ایک گھڑی کے بعد سر اٹھایا تو بہت خوش نظر آئے۔ بعد ازاں حالتِ سرور میں صاحبزادوں سے آپکے وصال کے متعلق ہمک سے ٹک تک استفسار کیا اور ساتھ ہی الحمد اللہ کہتے رہے۔

نقل (۲۴) ایک دفعہ جناب کرامت مآب حضرت خلیفہ[1] نور محمد نارو والہ (متوفی ۱۲۰۴ھ) اوچ شریف کا گھاٹ عبور کر کے حضرت سلطان التارکین کی زیارت فیض بشارت سے بہرہ یاب ہوئے باتوں باتوں میں انہوں نے عرض کیا کہ حضرت یہ کیا بات ہے کہ باوجودیکہ بعض فقیر فضول اور لایعنی باتوں کو ترک نہیں کرتے مگر اہل اعتقاد کے دل میں انکی برکت کی تاثیر جاگزیں ہوتی ہے۔ آپنے فرمایا " بھائی نور محمدؐ سالک کیطرف سے بھی اثر ہوتا ہے مگر دوئیؐ اسوقت دور ہوتی ہے۔ جب عشقِ الٰہی کی آگ اسکے سینے میں روشن ہو" مطلب یہ ہے کہ مریدوں میں تاثیر کا پیدا ہونا پیر کامل کے کمال پر تو موقوف ہے لیکن یہ دائرہ ولایت کی انتہا نہیں۔

نقل (۲۵) صلاحیت آثار میاں محمد عصار نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم حضرت مہاروی صاحب کی خدمتِ اقدس سے ہو کر واپس آرہے تھے۔ کہ اثناء راہ میں معلوم ہوا کہ حضرت سیرانی بادشاہ جال آٹن والی کے نزدیک تشریف رکھتے ہیں حضرت خلیفہ نور محمد ناروواله اور مولوی محمد اکرم صاحب وغیرہ چند بزرگ اور یہ مسکین آپکی خدمت میں پہنچکر شرف قدمبوسی سے مشرف ہوئے۔ حضرت نے ہر ایک پر شفقت فرمائی لیکن مجھ پر میری لیاقت اور حیثیت سے بڑھکر توجہ فرمائی۔ میں نے موقع

---

[1] آپ قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی علیہ الرحمتہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ لیکن اس کے باوجود حضرت سلطان التارکین سے بھی عقیدت تھی اور ان سے اکتسابِ فیض میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

پاکر برادر دینی میاں محمد پناہ ماچھی کے متعلق عرض کیا۔ یہ حضرت سلطان التارکین کے مریدین صادق میں سے تھا۔ لیکن بعض عوارض کے باعث جن میں ایک اسکی ماں کی ممانعت بھی تھی آپکی خدمت فیض مزنبت میں باریاب نہو سکتا تھا۔ اس قلق سے اس پر ہر دم جاں کنی کی سی حالت طاری تھی۔ آپنے متبسم ہو کر فرمایا محمد پناہ "ماہل"ھ ہو گیا ہے۔ بہر حال میری استدعا پر آپنے اسکے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ جب ہم وہاں سے رخصت ہوا۔ تو ہمراہی علمائے حضرت خلیفہ صاحب سے استفسار کیا کہ حضرت باوجودیکہ میاں محمد کی ہیئت بالکل اوباشوں کی سی ہے لیکن حضرت سیرانی نے ہمارے مقابلہ میں اس کی طرف توجہ اور التفات زیادہ فرمایا۔ آخر اس میں کیا حکمت ہے۔ خلیفہ صاحب نے فرمایا کہ حضرت میاں صاحب عارف باللہ ہیں۔ انکی نظر دل کیطرف ہے، ظاہری بناوٹ اور وضع قطع کیطرف نہیں۔ غرض یہاں سے ہم داجل پہنچے اور میاں محمد ماچھی سے اسکے حق میں دعا منگوانے کا قصہ بیان کیا۔ تو اس نے تاریخ اور وقت معلوم کر کے بتایا کہ اسی وقت سے میں میری حالت درست ہو گئی ہے۔ بلکہ پہلے کی نسبت ترقی پر ہے۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت میاں صاحب کی توجہ اور دریائے فیض کی طغیانی سے میاں محمد کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ کپڑا سینے وقت سوئی سے جو آواز نکلتی ہے اُسے سن کر وہ مست و بیخود ہو جایا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں لوہاروں ٹھٹھاروں کے کارخانہ کی آواز انکے حق میں لحنِ داؤدی تھی۔ سچ ہے۔ ؎

کسانیکہ ایزد پرستی کنند   بر آواز دولاب مستی کنند

نقل (۳۶) خلیفہ محمد صدیق داجلی علیہ الرحمتہ نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت قبلہ سیرانی بادشاہ کی زیارت کر کے واپس داجل پہنچا تھا کہ حضرت خلیفہ ناروواله کا دعوت نامہ عرس میرے نام آیا۔ چنانچہ حسب طلب میں حاجی پور گیا۔ اور دولت قدمبوسی سے فائز المرام ہوا۔ اسکے بعد نماز عصر کیلئے ہم مسجد میں گئے۔ چونکہ مسجد میں فرش نہ تھا اسلئے میں نے اپنا کمبل بچھا دیا۔ حضرت خلیفہ صاحب نے فرمایا کہ حضرت سلطان التارکین کی زیارت کیوقت بھی یہی کمبل تم اوڑھے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں یہی کمبل تھا آپنے فرمایا کہ حضرت کی نظر فیض اثر اس

ھ "ماہل" آگے بڑھنے والے کو کہتے ہیں۔ یعنی تیز رو۔

پر پڑی ہوئی ہے اسلئے اسے اٹھالو۔ ہم اس پر قدم رکھنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔

نقل (۲۷) حاجی محمد اعظم اٹھوال روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت میاں نور احمد (متوفی ۱۲۷۱ھ) خلف الرشید حضرت مہاروی صاحب حضرت سلطان التارکین کی خدمت میں بیعت کے ارادے سے حاضر ہوئے۔ اسوقت حضرت میاں صاحب کے ہمراہ دو تین آدمی اور بھی تھے جن میں سے ایک میاں پیر محمد مروڑا مرید حضرت خواجہ مولوی فخرالدین صاحب دہلوی (المتوفی ۱۱۹۹ھ) بھی تھے۔ حضرت میانصاحب انہیں پیار سے چاچا پیر محمد کہتے ہیں چونکہ میاں نور احمد صاحب کے اس ارادے کی مجھے پہلے سے خبر تھی اسلئے میں نے موقع پاکر عرض کیا کہ صاحب زادہ صاحب آپکے پاس مرید ہونے کیلئے تشریف لائے ہیں آپنے فرمایا کہ فقیر کے پاس تو آگ کی انگیٹھی ہے۔ اگر حوصلہ رکھتے ہوں تو حاضر ہے۔ اگر دین و دنیا دونوں درکار ہوں تو اپنے والد گرامی سے استفادہ کریں۔ میاں نور احمد یہ سن کر ڈر گئے اور واپس چلے گئے جب آپنے اپنے والد کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم نے بڑی لغزش کھائی جو آگ کی انگیٹھی قبول نہ کی۔ خیر یہ قسمت کی بات ہے۔ اپنا اپنا مقدر اپنا اپنا نصیب!

خواجہ کلیم اللہ جہان آبادی قدس سرہٗ (المتوفی ۱۱۴۲ھ) اپنے رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں ابتدا میں ایک خوبصورت لڑکے پر عاشق تھا۔ اور اسکو دیکھے بغیر چین نہیں پڑتا تھا۔ انہیں دنوں جہان آباد کے ایک بازار سے ایک مجذوب ولی اللہ کا گذر ہوا کرتا تھا۔ اہل حاجت شیرینی کے طبق لیکر راستے میں کھڑے ہوجاتے تھے اور جب وہ مرد خدا وہاں سے گذرتے تو شیرینی کا طبق انکے آگے کر دیتے۔ وہ بزرگ جس شخص کے طبق میں سے کچھ شیرینی اٹھالیتے خدا تعالیٰ کی عنایت سے اسکا کام ضرور ہو جاتا۔ جب میری حالت زیادہ غیر ہوئی تو میں بھی شیرینی کا طبق لیکر راستے میں کھڑا ہو گیا۔ لیکن ان مجذوب نے میرے طبق میں سے شیرینی نہ لی۔ میں اس پر سخت پریشان ہوا اور اسی پریشانی کے عالم میں انکے پیچھے پیچھے چل دیا۔ وہ مجذوب چلتے چلتے ایک غیر آباد محلے میں پہنچے اور کھنڈروں کے پیچھے ایک ناپاک جگہ جہاں بول و براز پڑا تھا بیٹھ گئے۔ میں ہاتھ باندھکر انکے سامنے کھڑا ہو گیا۔ لیکن بدبو کیوجہ سے بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ کچھ دیر بعد جب

آنکھ کھلی تو کیا دیکھتا ہوں کہ جہاں کھنڈر تھے وہاں عالیشان مکانات ہیں اور جہاں نجاست تھی۔ تاتاری نافہ کی لپٹیں آرہی ہیں۔ وہ بزرگ اس مکان میں متشرع لباس پہنے مسند پر جلوہ کش ہیں یہ تماشا دیکھکر میرے دل سے اس طفل نوخاستہ کا خیال بالکل محو ہوگیا۔ اور میں نے انکی خدمت میں بیعت کی درخواست کی۔ انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس تو آگ کی انگیٹھی ہے۔ تم اسکو برداشت کرنیکی طاقت نہیں رکھتے حضرت یحییٰ مدنی کے پاس پانی ہے۔ تم انکے پاس جاؤ اور اپنا حصہ وہاں سے لے لو۔ اس ارشاد کے مطابق میں مدینہ منورہ گیا اور وہاں حضرت یحییٰ مدنی (المتوفی ۱۱۲۲ھ) سے شرف بیعت حاصل کیا۔

نقل (۲۸) زبدۂ اہلِ صفا مولوی عبداللہ خاں چانڈیہ ڈیروی رحمتہ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت مہاروی صاحب نے طریقت کی تکمیل کر کے حضرت مولانا فخرالدین دہلوی رح سے وطن آنے کی اجازت طلب کی تو مولانا نے فرمایا کہ آج اور ٹھہرو۔ تھوڑا سا کام باقی ہے وہ کر کے کل چلے جانا۔ اس ارشاد پر آپ رُک گئے تو مولانا نے فرمایا کہ فلاں محلہ میں فلاں مقام پر افراد اخفیا میں سے ایک کامل کے مزار پرانوار کی آج مغرب کیوقت جاکر زیارت کرو خواجہ صاحب حسب فرمان نماز مغرب کے بعد اُدھر روانہ ہوئے۔ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک اور صاحب قبر پر موجود ہیں۔ خواجہ صاحب متعجب ہوئے کہ یہ کون شخص ہے جو ایسے مخفی مقام پر آیا ہے۔ خواجہ صاحب مصافحہ کیلئے اسکی طرف بڑھے تو وہ اس تیزی سے دوسری طرف چلا گیا کہ وہ اسے دیکھ نہ سکے۔ آخر زیارت کر کے اور مطالب ولی کی دعا مانگ کر واپس آئے۔ اور مولانا کی خدمت میں سارا معاملہ پیش کر دیا۔ مولانا نے کچھ توقف کے بعد فرمایا کہ وہ شخص حکم الدین سیرانی ہوگا ورنہ اور کس کو طاقت ہے کہ ایسے اسرار مخفیہ کا واقف ہو۔ گویا حضرت سیرانی بادشاہ مرتبۂ فردیت رکھتے تھے۔ اور یہ مرتبہ جمیع مراتب ولایت سے اعلیٰ اور بلند ہے۔

نقل (۲۹) حضرت خواجہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمتہ (متوفی ۱۲۶۷ھ) کے مرید صادق حافظ غلام محمد سکنہ ڈیرہ اسماعیل خان نقل کرتے ہیں کہ ایک حجام کا لڑکا خراسان کے سفر پر گیا ہوا تھا۔ اسکا باپ اسکی جدائی میں بہت پریشان اور بے چین رہتا تھا۔ وہ بے چارہ اکثر حضرت مہاروی صاحب

خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتا کہ حضرت خدا کیلئے میرے حال زار پر توجہ فرمائیں کہ میرا نور العین مجھے جلدی آملے۔ حضرت جواب دیتے کہ بھائی مجھ میں اسکی طاقت نہیں۔ ہاں اگر تمہاری قسمت سے شہباز وقت یہاں آ گئے تو تمہاری مشکل حل ہو جائے گی۔ حسن اتفاق سے ایکدن حضرت سلطان التارکین وہاں تشریف لے آئے۔ خواجہ صاحب نے اس حجام سے کہا کہ شہباز وقت یہی ہیں۔ انکی خدمت میں جا کر اپنا مطلب بیان کرو۔ حجام خدمت میں گیا اور التماس کی کہ حضرت اگر اجازت ہو تو آپکی حجامت بنا دوں آپنے اجازت دیدی جب حجامت کرنے لگا تو چاہا کہ اپنا مطلب زبان پر لائے۔ لیکن مارے رعب کے کچھ نہ کہہ سکا۔ بلکہ زار زار رونے لگا۔ حضرت سلطان التارکین نے رونے کا سبب دریافت کیا تو اس نے سارا قصہ بیان کیا۔ حضرت اسی وقت حجرہ میں تشریف لے گئے اور جلدی ہی واپس لوٹ آئے۔ اور پھر حجامت کرانے لگے۔ حجام ابھی حجامت بنا کر فارغ ہوا تھا کہ ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور حجام کو اسکے بیٹے کے آنیکی خوشخبری سنائی۔ وہ خوشی خوشی گھر گیا اور لخت جگر کو سینے سے لگایا۔ لڑکے سے جب دریافت کیا تو اس نے کہا کہ میں کابل کے بازار میں ایک امیر کا سودا خریدنے آیا تھا کہ یکایک کسی شخص نے میرا ہاتھ پکڑا۔ میں ڈرا۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ اپنے گھر میں موجود ہوں۔ چنانچہ یہ روپیہ جو میرے ہاتھ میں ہے اسی امیر کا ہے۔

نقل (۳۰) حافظ غلام محمد مذکور نقل کرتے ہیں کہ ایک عارف مجذوب جنکا نام نور شاہ تھا۔ اور جو پائی شاہ کے نام سے مشہور تھے۔ حضرت سلطان التارکین کے مریدوں میں سے اور ڈیرہ اسماعیل خاں کے نواح میں رہتے تھے۔ فرماتے تھے کہ اس ملک میں فقیری کا بیج حضرت محکم الدین نے بویا ہے۔ جو شخص دولت فقر سے مالا مال ہو یا فقیری تاثیر رکھتا ہو سمجھ لو کہ وہ حضرت سے فیضیاب ہوا ہے۔ خواہ وہ اس بات کی خبر رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔

(نوٹ ۱)۔ نور شاہ عرف پائی شاہ کیمتعلق یہ مشہور ہے کہ ایکدفعہ ایک پائی یعنی چار ٹوپہ (۱۶ سیر پختہ) چنے چبا گیا تھا یہ شخص بڑا کامل تھا۔ اسکی بہت سی کرامتیں مشہور ہیں۔ چنانچہ اسکی بھینس بکریاں جو جنگل میں چرنے جاتی تھیں انکے بچوں کو بھی ساتھ ہی چھوڑ دیتا تھا اور وہ چوتھا حصہ یا آدھا یا جسقدر کہ حضرت پائی شاہ کی مرضی ہو پیتے تھے۔ زیادہ نہ پیتے تھے۔ لوگوں کو تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کاملوں

کے تصرف سے حیوانات میں بھی ایسی لیاقت بخشی ہے کہ عقلمندوں کی طرح انکی اطاعت کرتے ہیں۔)

نقل (۳۱) ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ گجرات کے رہنے والے ایک صاحب جو بہت متوکل اور پرہیزگار تھے حج کے ارادے سے شہر جہلم میں سے ہو کر گذرے اور اپنے ساتھیوں کے انتظار میں کمترین کے محلے کی مسجد میں ٹھہرے۔ معلوم ہوا کہ حضرت سیرانی بادشاہ کے دامن گرفتوں میں سے ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ آپکو حضرت سے استفادہ کرنیکا کسطرح اتفاق ہوا۔ انہوں نے بتایا کہ میرے دل میں طریق الہی میں چلنے کا شوق پیدا ہوا تو میں نے اہل اللہ کی تلاش میں سفر اختیار کیا۔ جہاں کسی صاحب کمال کے متعلق سنتا وہاں چلا جاتا مگر کسی کی زیارت سے دل کو تسکین نہوتی۔ حضرت مولانا مولوی فخرالدین رحمتہ اللہ علیہ کی مسجد میں استفادے کی غرض سے ۱۶ دن تک ٹھہرا رہا مگر مطلب دلی حاصل نہوا۔ آخر انتہائی مایوسی کے عالم میں خیر پور ٹاوین والی میں لوٹ آیا۔ یہاں ایک مسجد کے شمالی گوشہ میں غمگین صورت بنائے بیٹھا تھا اور اپنی عدم کامیابی پر افسوس کر رہا تھا کہ ناگاہ میری نظر حضرت سلطان التارکین کی پشت مبارک پر پڑی۔ آپ میرے آنے سے پہلے ہی اس مسجد میں جنوب کیطرف ٹھہرے ہوئے تھے حضرت کو دیکھتے ہی میرے پانچوں لطیفے جاری ہو گئے۔ میں انتہائی شوق سے آپکے پاس گیا اور آپکے پاؤں دبانے لگا۔ آپنے فرمایا بیٹا تم خود تھکے ہوئے ہو۔ تکلیف نہ کرو۔ میں نے عرض کیا کہ حضور میں تو انتہائی خلوص اور محبت سے مروڑے دیتا ہوں۔ (ٹانگیں دباتا ہوں) آپ منع نہ فرمائیں۔ بس اسی خدمت کی برکت سے بغیر ذکر و فکر کے تمام مراتب کشفِ اجسام و کشف ارواح مجھ پر کھل گئے۔ انمیں سے ادنیٰ یہ بات تھی کہ میں نے کعبتہ اللہ کی چشم سر سے زیارت کی۔ غرض آپکی دولتِ دیدار سے میری دلی مراد بر آئی۔ پھر جب آپ وہاں سے روانہ ہوئے تو میں آپکے ساتھ ہو لیا۔ جب بہاولپور کے قریب پہنچے تو آپنے فرمایا پیر شاہ تمہیں رخصت ہے جاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت ابھی تو آپنے کوئی وظیفہ بھی کمترین کو تلقین نہیں فرمایا۔ چنانچہ حضرت نے وظیفہ درود شریف عطا فرما کر بندہ کو رخصت کیا میں خوشی خوشی اپنے وطن واپس آ گیا۔ اور قسم قسم کی لذات روحانی حاصل ہوتی رہیں۔ پھر جب گجرات پر مخالفوں نے محاصرہ کر لیا۔ تو بہ سبب غلبہ مخالفین قوتِ حلال میں کمی آنیکی وجہ سے وہ اسرار اور لذتیں حاصل نہ رہیں جو پہلے تھیں، یہ صورتِ حال جب حضور کی

خدمت میں پیش کی گئی تو فرمان ہوا کہ حج کو جاؤ۔ وہاں تمہارا آئینہ پھر صاف ہو جائے گا۔ اسلئے اب میں حجاز کیطرف جا رہا ہوں۔

نقل (۳۲) حضرت سلطان التارکین ایک مسجد میں تشریف لے گئے۔ امام جماعت کرا رہا تھا۔ حضرت بھی جماعت میں شامل ہو گئے۔ امام نے قومہ اور جلسہ بطریق مسنون ادا نہ کیا جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپنے امام سے کہا کہ آپنے بہت عمدہ طریقہ سے نماز پڑھائی ہے لیکن جلسہ اور قومہ بھی بطریق سنت ادا ہوتا تو بہت ہی اچھا ہوتا۔ وہ امام عام جھگڑالو ملاؤں کیطرح حجتیں کرنے لگا تو آپ خاموش ہو گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد آپکو پھر اسی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ آپنے اس دفعہ بھی امام کو اسکی غلطی پر ٹوکا۔ وہ پھر حجت سے پیش آیا۔ تیسری دفعہ پھر اس امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا تو اب کی دفعہ امام نے آپکا لحاظ کرتے ہوئے جلسہ اور قومہ بطریق مسنون ادا کیا۔ حالت قومہ میں اس نے کعبہ منورہ کو دیکھا تو بہت خوش ہوا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ کاش میں پہلی دفعہ ہی آپکا کہنا مان لیتا۔

نقل (۳۳) زبدۃ الکاملین میاں محمد انور ٹپولی ملتانی روایت کرتے ہیں کہ ایکدفعہ حضرت سلطان التارکین چاہ جانو والہ پر اترے۔ نزدیک ہی ایک مسجد تھی جہاں آپ وضو کرنے لگے تو ساربان نے آپکے اونٹ کو جسکا نام درگاہی تھا چرنے کیلئے چھوڑ دیا۔ اونٹ مسجد کے پاس لگے ہوئے جال کے پتے کھانے لگا جب آپنے دیکھا تو فرمایا کہ میاں درگاہی یہ مسجد کا جال ہے۔ اونٹ نے یہ سنتے ہی اپنا منہہ دوسری طرف پھیر لیا۔ سبحان اللہ آپکے کلام میں کتنی تاثیر تھی حقیقتاً۔

مردانِ خدا خدا نہ باشند لیکن ز خدا جدا نباشند

نقل (۳۴) راسخ العقیدہ میاں محمد فاضل جو مولف کتاب کے ملفوظ ہیں روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے بھی میں حضرت کی زیارت سے مشرف ہوا۔ ریگستان کے کنارے پر رات گذارنے کا اتفاق ہوا کیونکہ میزبان جس گاؤں میں رہتا تھا وہ ریگستان کے شمالی کنارے پر تھا۔ اور اس نے گاؤں سے جنوب کی طرف ایک پاک صاف جگہ فقرا کی شب باشی کیلئے بنائی ہوئی تھی جب کھانا لگا تو حضرت درمیان میں بیٹھے۔ سب لوگوں نے کھانا کھایا مگر حضرت نے کچھ نہ کھایا۔

لیکن کسی کو پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ عشا کی نماز کے بعد حسبِ معمول آپ لیٹ گئے۔ میں مٹھی چاپی کرنے لگا۔ جب یہ دیکھا کہ آپ سو گئے ہیں تو میں بھی اٹھکر حضرت کی چارپائی کے پاس بورئیے پر لیٹ گیا۔ ابھی میں سویا نہیں تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت پلنگ پر سے اٹھکر روہی[1] کی طرف چلے۔ میں سمجھا کہ حاجت ضروری کیلئے گئے ہونگے۔ میں اسی خیال میں تھا کہ کھانے کے برتنوں کی آواز میرے کانوں میں آئی۔ میں نے آہستہ سے اٹھکر دیکھا کہ ایک شخص رجال الغیب میں سے روہی کیطرف سے آیا تھا اور کھانے کے برتن حضور کے آگے رکھکر ہاتھ دھلا رہا ہے میں یہ ماجرا دیکھکر آپکے ڈر سے پھر اپنی جگہ آکر لیٹ گیا۔ حیرت میں تھا کہ یا اللہ اسطرف تو دور دور جنگل بیابان ہے۔ یہ کھانا لانے والا ضرور رجال الغیب میں سے ہوگا۔ حضرت کے کھانا کھانے اور ہڈیاں چھلکے کی برابر آوازیں آرہی تھی۔ پھر آپ فارغ ہوکر چارپائی پر آکر لیٹ گئے۔ میں تھوڑی دیر کے بعد اٹھا اور حضور کے پاؤں دبانے لگا۔ آپنے نہایت مہربانی سے فرمایا کون ہے؟ میں نے عرض کیا محمد فاضل ہے۔ مجھے اندازہ ہوا کہ اگر میں بھی آپکی پاس چلا جاتا تو حضور مجھے بھی چند لقمے ضرور عنایت فرماتے۔ لیکن افسوس قسمت میں نہ تھا۔

نقل (۳۵) عالم فہیم قاضی عبدالرحیم روایت کرتے ہیں کہ جس وقت جہان خان افغان نے داجل کو تاخت و تاراج کیا اس وقت میں بھی افغانوں کی قید میں مبتلا ہوگیا۔ انہوں نے میرے ہاتھ رسے سے باندھکر مجھے داجل میں ذلیل وخوار کیا۔ یہاں تک کہ مجھے ہندوؤں کے محلے میں لے گئے جو میرے مکان کے شمالی جانب تھا۔ میں انتہائی مغموم وہراساں تھا اور کسی طرف سے امداد کی کوئی امید نہ تھی کہ یکایک وہ شیر بیشۂ ولایت (حضرت محکم الدین سیرانیؒ) لباس فاخرہ پہنے گھوڑے پر سوار نمودار ہوئے اور ظالموں کو بڑی رعبدار آواز میں للکارا۔ جسکے بعد وہ لوگ مجھے چھوڑ کر بھاگ گئے۔ حضرت مجھے گھوڑے کے آگے آگے دھوبیوں کے محلے تک لیکر گئے۔ اور پھر غائب ہوگئے۔ میں وہاں سے گیلانی سیدوں کے گھروں سے ہوتا ہوا حلاجوں کی مسجد میں جاکر سو گیا۔ رات کیوقت خوشی خوشی اپنے خویش و اقارب سے جاکر ملا۔ مدت بعد

---

[1] ۔ چولستانی علاقے کو مقامی زبان میں روہی کہتے ہیں۔

جب خواہرزادہ میاں فاضل محمد سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے حضرت کا سلام مسرت التیام پہنچایا اور قصہ مذکور بھی بیان کیا۔

نقل (۳۰۶) میاں سلطان محمود ٹوٹت نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ قبلۂ اتقیا حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ بہت سے فقیروں کے ہمراہ جناب قاضی نور محمد اور جناب قاضی محمد عاقل صاحب رحمۃ اللہ علیہم کی استدعا پر کوٹ مٹھن تشریف لائے۔ شہر کی تمام مسجدیں اور نشستگاہیں صالحین و فقرا سے بھر گئیں۔ ان میں دو عالم میرے پاس اس مسجد میں رہے جہاں بطور طالب علم میرا قیام تھا۔ صبح کے وقت انہوں نے مسجد کا دروازہ اس خیال سے بند کر دیا کہ کہیں کوئی شخص ان کا اسباب اٹھا کر نہ لیجائے۔ اور آپ مسجد کے دروازے کے پاس بوریہ پر دھوپ میں بیٹھ گئے۔ گفتگو کے دوران اولیاء اللہ کا ذکر چھڑا۔ کہنے لگے کہ ہمارے خواجگان کو جناب باری میں جو مرتبہ حاصل ہے وہ دوسرے بزرگوں کو نہیں[1]۔ یہانتک کہ حضرت محکم الدین سیرانی بھی جو بڑے نامور ولی ہیں ان کے ہم مرتبہ نہیں۔ میں اگرچہ بچپن سے آپکے دامن سے وابستہ تھا لیکن انکی گفتگو سن کر دل میں کہنے لگا کہ کاش میں بھی پیران چشت میں سے کسی کا مرید ہوتا۔ انہیں خیالات میں محو تھا کہ اچانک رجال الغیب میں سے ایک مرد خوش اطوار قادری ٹوپی اوڑھے ہوئے نمودار ہوا اور ان عالموں سے مخاطب ہو کر بولا "میاں تم کیسی لغو باتیں کرتے ہو۔ اسکا اتنا کہنا تھا کہ وہ لوگ حواس باختہ ہو گئے اور مارے شرم کے سر گریبان میں ڈال لئے۔ پھر اس شخص نے بہ آواز بلند کہا تم کو اولیائے وقت میں تمیز کرنے کی لیاقت نہیں۔ سنو اور آئندہ ایسی بات نہ کہنا۔ حضرت سیرانی بادشاہ کی ولایت

---

[1] جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہاروی اور حضرت سلطان التارکین خواجہ محکم الدین سیرانی باہم ایکدوسرے کا بے حد احترام کرتے تھے اور یہ دونوں بزرگ جملہ اصحاب طریقت کے نزدیک کاملین میں سے تھے۔ لیکن اگر اسکے باوجود کوئی ایک کو دوسرے پر فضیلت دیتا ہے تو وہ غلطی کا ارتکاب کرتا ہے۔ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی کی روحانی عظمت مسلم لیکن خوجگان چشت کے مراتب کمال اور درجات بلند سے بھی کسے انکار کی جرأت ہو سکتی ہے۔

کا درجہ اور فردیت کا مرتبہ جناب باری میں اسقدر بلند ہے کہ تمہارے خواجگان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے"۔ یہ کہکر وہ مردِ خدا غائب ہو گیا۔ اور وہ دونوں عالم اپنی غلطی پر پشیمان ہو کر آپس میں کہنے لگے کہ واقعی ہماری کیا مجال ہے کہ ہم مراتبِ اہل اللہ کو سمجھ سکیں۔ اس واقعہ کے بعد میرا اعتقاد اور پختہ ہو گیا۔ الحمدللہ۔

نقل (۳۷) زبدۃ اہل صفا میاں یار محمد گدپوری (گدپو ضلع مظفر گڑھ میں ہے) جو حضرت سلطان التارکین کے پیچھے اور راسخ العقیدہ متوسلین میں سے ہیں روایت کرتے ہیں کہ میں علوم دینی کی تحصیل کے سلسلے میں وحید العصر مولوی عبدالحکیمؒ کیخدمت میں بہاولپور رہتا تھا۔ چونکہ اہل ارادت اپنے پیروں کی تعریف میں مبالغے سے کام لیتے ہیں اگرچہ انصاف کا بہرہ سینکڑوں میں سے کسی کو ہوتا ہے۔ بہرحال ایک دن نمازِ مغرب کے بعد مولوی صاحب بھی اپنے پیر روشن ضمیر حضرت قبلہ عالم مہارویؒ کی تعریف کرنے لگے اور اشارہ کنایہ سے یہ واضح کرنے کی کوشش کی کہ ان کے پیر کا رتبہ حضرت سلطان التارکین سے زیادہ بلند ہے۔ مجھے یہ سُنکر بہت قلق ہوا۔ آخر رہ نہ سکا اور مولوی صاحب کیخدمت میں عرض کیا کہ حضرت سلامت اولیا کے مراتب میں فرق کرنیکی آپکو کیا مجال۔ اگر آپ اس امر میں لاچار ہیں تو کم از کم مجھ خادم کی موجودگی میں ایسی باتیں نہ کیا کریں۔ اسی اثنا میں ایک مسافر آیا جو قریشی النسب تھا۔ اس نے کہاکہ جو فقر کتاب اللہ۔ سنت رسول اور طریقۂ قدما کے موافق ہے وہ تو حضرت میاں صاحب کی ذات بابرکات میں پایا جاتا ہے میری دلیرانہ گفتگو اور اس دانشمند کی بات سن کر مولوی صاحب تو خاموش ہو گئے لیکن میں ایسی تشویش اور پریشانی میں مبتلا ہوا کہ نہ کھانا کھایا جائے۔ نہ نماز میں دل لگے۔ صبح تک یہی کیفیت رہی۔ یہاں تک کہ تہجد کے نوافل بھی بہ ہزار دقت پڑھے۔ اسکے بعد جو آنکھ لگی تو کیا دیکھتا ہوں کہ۔ ایک خوشنما وسیع میدان میں ہوں۔ جس میں ریشمی فرش بچھے ہوئے ہیں۔ اور لعل وجواہر سے مزین چتر اس میں ایستادہ ہیں۔ انکے ساتھ ساتھ کچھ اونچے اونچے جھنڈے بھی گڑے ہوئے ہیں۔ میں اس تزک و احتشام کو دیکھکر حیران ہو رہا تھا۔ دوبارہ ان چتروں پر نظر پڑی تو ان میں سے ایک چتر علم دار کے نیچے حضرت سلطان التارکین کو پایا۔ آپ ایک جالی دار خوشنما زرنگار کٹہرے میں طناب پکڑے

کھڑے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسی کا انتظار ہے۔ مَیں فرطِ محبت سے آگے بڑھکر ان کے پاؤں
پہ جا پڑا۔ آپ نے نہایت تپاک سے مجھ سے مصافحہ اور معانقہ کیا۔ جس سے میرا سارا غم دور ہو گیا۔
آپ نے فرمایا میاں یار محمد ان علم دار اور بے علم چتروں کو جو اس میدان میں ہیں پہچانتے ہو۔ میں نے
عرض کیا حضرت قبلہ ہی اس بھید سے آگاہ ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ مقام غوثوں اور قطبوں کے لئے
مخصوص ہیں۔ دوسرے اولیاء کو ان جگہوں میں بار نہیں ہے۔ ہاں ان میں صرف اتنا فرق ہے کہ
علمدار چتر غوثوں کے ہیں اور بے علم قطبوں کے اور ایک طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ صاحب سیم
پر بیٹھے ہوئے ہیں حضرت خواجہ فخر الدین دہلوی ہیں۔ اسکے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری تسکین
اور دلجمعی کے لئے یہ نظارہ تمہیں کرایا ہے۔ میں بہت خوش ہوا اور سارا ملال جاتا رہا۔ الحمد اللہ۔

نقل (۳۸) نقل ہے کہ ۱۱ ماہ ربیع الآخر ۱۳۲۳ھ کو جمعرات کے دن حضرت سید حسین
شاہ جیلانی ملتانی نے حضرت سلطان التارکین کے چار مناقب اپنی مجلس میں بیان فرمائے جو اس
وقت حاضرین نے قلمبند کر لئے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایکدن فقیر حسین شاہ مظہر العزاز سبحانی
میاں یارا مجذوب ملتانی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حاضرین دربار بزرگمانِ وقت کی تعریف و
توصیف میں رطب اللسان تھے۔ ان میں ایک نے حضرت سلطان التارکین کی بزرگیوں اور کمالات
کا ذکر شروع کیا تو مجذوب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا بھائیو! سنو۔ ایک دن میں نے اس ملک کے سابقہ
اور لاحقہ اولیا کبار اور مشائخ نامدار کو دیکھا جن میں حضرت سلطان التارکین سیرانیؒ بادشاہ اور حضرت
سلطان باہو بھی موجود تھے (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو) حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رضی
اللہ تعالیٰ عنہ اولیاؑ اور اقطاب کے حلقے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت سلطان التارکین
سیرانیؒ بادشاہ دور سے آتے ہوئے دکھائی دیے۔ حضرت سلطان العارفین آپکو دیکھکر استقبال
کے لئے اٹھے اور انکی متابعت میں تمام حاضرین بھی سر قد کھڑے ہو گئے۔ پھر ان میں سے بعض
صاحبان نے دریافت کیا کہ آپ نے سیرانی بادشاہ کا استقبال کیا اور اسقدر تعظیم و تکریم کی۔ کیا ان کا
رتبہ اتنا ہی بڑا ہے۔ حضرت سلطان باہو نے جواب دیا کہ حضرت سیرانی بادشاہ کا رتبہ اتنا بلند
ہے کہ خداوند تعالیٰ اور اسکے سوا کسی کو اسکی انتہا معلوم نہیں۔ مجھ فقیر کو بھی مشتے نمونے از خروارے

کچھ معلوم ہے۔ دیکھو ذاتِ مطلق کا وہ عشق جسکی طلب میں ہم تم سب کے سب باایں ہمہ کوشش و جانکاہی ابتک حیران و پریشان ہیں حضرت میاں صاحب کی بھٹی میں وہ بھی جل گیا ہے۔
راقم الحروف (قاضی جیون) کہتا ہے کہ حضرت میاں صاحب کے بارے میں سلطان العارفین حضرت سلطان باہو کا کلام از قبیل متشابہات ہے جسکی تاویل سوائے پاک پروردگار اور راسخین علم کے کوئی نہیں کر سکتا۔

دوسری منقبت :- ایک روز حضرت میاں صاحب اس حوض کے شرقی کنارے پر جو حضرت غوث العالم غوث بہاؤ الدین ذکریا رحمتہ اللہ علیہ کے روضہ مبارک کے مغرب کی طرف ہے کھڑے ہوئے تھے۔ دو تین دفعہ آپنے تبسم فرمایا۔ بعض مقربین نے اس کا سبب پوچھا تو آپنے فرمایا کہ جو شخص ابھی حضرت غوث کی حویلی کے پاس دفن کیا گیا ہے منکر نکیر اسکے پاس سوال وجواب کیلئے آئے تھے۔ حضرت غوث العالم بہ نفس نفیس وہاں تشریف لائے اور اسے منکر نکیر کے پنجے سے چھڑایا۔ میں نے حضرت غوث کی روز کی تکلیف دیکھکر جناب باری میں التماس کی کہ جسکو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے مقبول فرمایا ہے اسکی خاطر آئندہ اس گورستان میں منکر نکیر کا آنا موقوف ہو۔ چنانچہ میری استدعا منظور ہو گئی ہے

تیسری منقبت :- ایک روز حضرت میاں صاحب حضرت شیر شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پُر انوار کی طرف سے ہوتے ہوئے ملتان تشریف لیجارہے تھے۔ جب ملتان کے قریب پہنچے تو محمد خاں افغان سدوزئی نواب لیہ جو اس وقت نہایت افلاس میں تھا راستہ میں مل گیا۔ آپکو دیکھکر فرطِ ادب سے پیادہ پا آپکے پاس آیا۔ حضرت نے اسکو سینے سے لگا کر فرمایا بھئی تم اپنا نصیبہ تو لیتے جاؤ یعنی ملکِ لیہ کی نیابت معہ تمام حدود کے اور خود بخود کئی بار زبان مبارک سے سبحان اللہ! سبحان اللہ! کہا اور فرمایا کہ اس شخص کی قسمت میں ہماری جانب سے بہت کچھ تھا۔ پھر اس کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر تم ہمارے مریدوں اور دیگر تمام فقیروں کی خدمت گذاری کرتے رہے تو میں تمہارے ایمان کا بھی ضامن ہوں۔ اور میں نے تمہاری کمان میں بہت سے وتر ڈال دیئے ہیں۔

چوتھی منقبت :۔ ایک دن حضرت میاں صاحب قدس سرہٗ ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ اور بہت سے بیگانہ آدمی بھی وہاں موجود تھے۔ آپنے اسوقت یہ کلمہ ارشاد فرمایا۔ "ہمارے فقرا کو تلاش کر رہے ہیں" اور اسی وقت درخت کے اوپر آسمان کی طرف سے "ہو ہو" کی آواز آنے لگی۔ حضرت صاحب اٹھکر روانہ ہوتے۔ وہ آواز بھی اوپر ہی اوپر آپکے ساتھ ساتھ ہولی۔ تمام لوگ حیران ہوئے اور آپکے پیچھے پیچھے چلے۔ تھوڑی دیر گذری ہوگی کہ حضرت میاں صاحب کے پاس بہت سے فقیر جمع ہو گئے۔

نقل (۴۹) سید حسین شاہ صاحب نے اپنے مرید ہونے کا قصہ بھی بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ڈیرہ اسماعیل خاں کے قریب ایک بزرگ گیلانی شاہ نامی جو کشف و کرامات میں کافی شہرت رکھتے تھے۔ رہتے تھے۔ انکو غوث صمدانی محبوب ربانی حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے ہاں روحانی طور پر شرف باریابی حاصل تھا۔ چنانچہ ان کے کندھوں پر حضرت کی پالکی اٹھانے کے نشانات بھی موجود تھے۔ یہ کمترین (حسین شاہ) انکا بڑا معتقد تھا۔ اور ہر وقت انکا مشتاق رہتا تھا۔ اسی وجہ سے دو تین ماہ سے زیادہ گھر میں قرار نہ آتا تھا۔ کئی سال اسی طرح گذر گئے۔ ایک دن خوش قسمتی سے خواب میں مجھے میاں صاحب نظر آئے۔ جن سے میں نے خواب میں ہی استفادہ کیا۔ خواب سے بیدار ہوا تو دل میں آپکی محبت جاگزیں پائی۔ چنانچہ حضرت کے دست مبارک پر بیعت کرنے کا مصمم ارادہ کیا۔ اور اسی کے ساتھ گیلانی شاہ بادشاہ کے ساتھ جو محبت کا رستہ قائم تھا ٹوٹ گیا۔ میں اس صورت حال سے شرمسار بھی تھا لیکن کسی پر راز مخفیہ کو ظاہر نہ کرتا تھا۔ تقریباً ۶ ماہ شہر ملتان میں رہا اور وہاں سے نکل کر کسی کے پاس نہ گیا۔ حضرت میاں صاحب کی محبت روز افزوں تھی۔ گیلانی شاہ صاحب نے نور کشف سے میرا حال معلوم کیا۔ اور مجھے بلانے کے لیئے ایک نوازش نامہ ارسال فرمایا جس میں تحریر تھا کہ خط دیکھتے ہی آؤ ورنہ بصورت دیگر قل ھو اللہ کے گھوڑے دوڑائے جائیں گے۔ میں یہ خط پڑھکر بہت متفکر ہوا۔ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کا مضمون تھا۔ رات کو اسی پریشانی کے عالم میں نیند آگئی اور خواب

میں حضرت میاں صاحب کی دوبارہ زیارت ہوئی۔ آپ نے فرمایا حسین شاہ ڈرتے کیوں ہو۔ خاطر جمع رکھو اور گیلانی شاہ کے پاس بیخوف وخطر چلے جاؤ۔ چنانچہ صبح ہوئی تو میں خوشی خوشی گیلانی شاہصاحب کے پاس چلا گیا رات کو شاہصاحب کی قیامگاہ سے دس کوس اوہر ٹھہرا۔ صبح کو جب روانہ ہوا تو اشراق کے وقت شاہصاحب نے بطور کشف میرا احال معلوم کرکے حاضرین سے کہا کہ اب حسین شاہ فلاں بستی کے قریب فلاں نالہ کے کنارے پر چلا آرہا ہے جاؤ دیکھو وہ اب تمہیں اس کنوئیں پر جو راستے میں ہے ملے گا۔ مگر دیکھو اسکو کچھ کہنا نہیں۔ کہیں رنجیدہ نہ ہو جائے۔ الغرض میں شاہصاحب کے فرمان کے مطابق اسی کنوئیں پر شاہصاحب کے فرزندوں سے جا ملا اور ان کے ہمراہ شاہصاحب کیخدمت میں حاضر ہوا۔ آپنے متبسم ہوکر فرمایا کہ حسین شاکیا کسی اور شخص کے مرید ہونے کا ارادہ ہے۔ جو یہاں آنا جانا چھوڑ دیا۔ مئیں مکر گیا اور اپنی بریت کیلئے عرض کیا کہ حضرت کسی شخص نے اس نیازمند پر بہتان لگایا ہے ورنہ۔

قرارے کردہ ام با دل نہ پیچم سرازیں درگاہ
سرایں جا سجدہ ایں جا بندگی ایں جا نیاز ایں جا

اگر کوئی اس چھ ماہ میں کمترین کا کسی بزرگ کے پاس جانا ثابت کردے تو قصوروار ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ گھر کے معاملات اور دنیوی تردوات میں گرفتار رہا ہوں۔ ورنہ قدمبوسی کیلئے ضرور حاضر ہوتا۔ جب میں یہ گفتگو ختم کر چکا تو متبسم ہوکر کمال شفقت سے فرمایا میاں حسین شاہ کچھ غم نہیں۔ حضرت سبزانی بادشاہ نے تمکو ہم سے لے لیا۔ میں نے یہ جتانے کے لئے ہی تمکو رقعہ کے ذریعہ بلایا ہے۔ میں تم سے خوش ہوں اور خوشی سے تمہیں حضرت میانصاحب کے سپرد کرتا ہوں۔ شاہصاحب کا یہ ارشاد سنکر میں بہت نادم ہوا اور گستاخی کی ان سے معافی مانگی بہرحال رات شاہصاحب کیخدمت میں گذاری اور صبح کو وہاں سے رخصت ہوکر ملتان آگیا۔

نقل (۳۴) حضرت محمد انور ہٹولی رحمتہ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ میاں نور جہانیاں کے نانا میاں صاحب خادم ایک عرصہ سے مرض خفقان میں مبتلا تھے۔ ایک دفعہ اتفاق سے

آپ وہاں تشریف لے گئے۔ میاں خادم مسجد میں سوئے ہوئے تھے حضرت میاں صاحب اسی مسجد کے باہر وضو کر رہے تھے۔ میاں خادم نے خواب میں دیکھا کہ ایک شیر نے ان پر حملہ کیا ہے وہ خوف سے بیدار ہو گئے۔ پھر اس خیال سے کہ یہ وہم تھا پھر سو گئے۔ لیکن پھر بھی خواب نظر آیا۔ تیسری بار سوئے تھے کہ خونخوار شیر کو موجود پایا۔ آخر اٹھ بیٹھے۔ اتنے میں حضرت میاں صاحب وضو کر کے مسجد کے اندر داخل ہوئے میاں خادم نے کہا کہ حضرت آپ شیر بن کر مجھے ڈرا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا میاں فکر مت کرو۔ تم اچھے ہو جاؤ گے۔ کھانے کا وقت آیا تو آپ نے اپنا پس خوردہ انھیں عطا کیا۔ اہلِ مجلس نے عرض کیا کہ حضرت یہ کھانا انکی طبع کے موافق نہیں ہے چنانچہ انہوں نے بھی کھانے سے پرہیز کیا۔ لیکن آپ نے اصرار سے ایک لقمہ انکے منہ میں ٹھونس دیا۔ لقمے کا منہ میں جانا تھا کہ انکی بھوک چمک اٹھی اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ سارا کھانا کھا گئے۔ اور اوپر سے ڈھیر سارا پانی پی گئے۔ اسکے بعد دیکھا تو ان کا مرض سلب ہو چکا تھا۔ گویا مرض ایک لباس تھا جو پانی کے اندر جاتے ہی بدن سے اتر گیا۔ سبحان اللہ

مردان خدا خدا نباشد لیکن ز خدا جدا نہ باشد

نقل (۱۴۱) میاں محمد انور مزید روایت کرتے ہیں کہ نواح مؤ مبارک میں لوہار رہا کرتے تھے۔ وہ کسی تقریب کے سلسلے میں اپنے رشتہ داروں کے ہاں کسی دوسری جگہ گئے۔ وہاں سے فارغ ہو کر جب واپس آئے تو راستے میں ایک سرسبز اراک (درخت) پایا۔ آرام کے واسطے اس درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ انکے اونٹ درخت کے پتے کھانے کیلئے اراک کی طرف جھکے۔ ارد گرد جو لوگ کام کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ان اونٹوں کو یہاں سے ہٹا لو ورنہ یہ مر جائیں گے۔ انہوں نے اس کا سبب پوچھا تو ان لوگوں نے جواب دیا کہ جب حضرت سبزانی بادشاہ کا تابوت یہاں لائے تھے۔ تو یہ درخت سوکھا ہوا تھا۔ لیکن آپکا تابوت اسکے نیچے رکھنے کی برکت سے چند دن میں ہی ہرا بھرا ہو گیا۔ ہمارے جن جن جانوروں نے اسکے پتے کھائے وہ مر گئے۔ ہمیں چونکہ اس کا تجربہ ہے اسلئے تمکو بھی آگاہ کر دیا۔ آئندہ تمہیں اختیار ہے۔ من نہ کردم شما حذر بکنید

نقل (۱۴۲) مجموعہ حکمت و معرفت میاں قادر بخش بنجارہ روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت

میاں صاحب رضؓ سے ذکر و فکر کی تلقین پاکر صفائی قلب اور درستی احوال میں سرگرم تھا اور اپنے دستور کے مطابق کمر پر اسباب کا بقچہ اٹھا کر مروارید نگینے وغیرہ بستیوں میں جا کر بیچتا تھا۔ ایک دفعہ اتفاقاً اسی طرح خرید و فروخت کرتا ہوا حضرت مومن شاہ قدس سرہٗ کی قیام گاہ شہر لوح شریف چلا گیا۔ ان دنوں حضرت سید جمال شاہ قادری سجادہ نشین حضرت مومن شاہ کے پیر میں کچھ تکلیف تھی جسکے سبب اکثر اندر ہی رہتے تھے۔ عام لوگوں میں بیٹھنا دشوار تھا۔ میں موقع پاکر عشاء کی نماز کیوقت مشرف بہ زیارت ہوا۔ آپ اس وقت لیٹے ہوئے تھے۔ میں پاؤں دبانے لگا اور جس طریق پر حضرت میاں صاحب نے مجھے اسم ذات کا شغل بتایا تھا۔ خفیہ طور پر کرتا رہا۔ کیونکہ داناؤں کا کہنا ہے۔

دررہ آدمی تراش و می خراش   تادم آخر دمے غافل مباش

حضرت شاہ صاحب کو کشف سے معلوم ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا میاں قادر بخش تم بڑی محنت کرتے ہو لیکن اس کا جو سہل طریقہ ہے اسکے مطابق محنت کیوں نہیں کرتے۔ شاید میاں صاحب نے تمکو وہ طریقہ نہیں بتایا۔ میں نے عرض کیا یا حضرت تمام بزرگانِ خدا ایک جیسے ہیں۔ ان میں فرق نہیں۔ آپ سہل طریقہ بتا کر بندہ کو اجازت مرحمت فرماویں۔ انہوں نے فرمایا اگر میں میاں صاحب کے رتبہ میں برابر ہوتا تو تم کو سہل طریقہ بتا دیتا لیکن میں ان سے ہزار درجہ کم ہوں۔ اسلئے جرأت نہیں کر سکتا۔ ہاں ایک نشانی دیتا ہوں۔ حضرت کی خدمت میں عرض کرنا۔ پھر خود بخود حضرت میاں صاحب تمکو اس راہ سے واقف کر دیں گے۔ میں وہاں سے علی الصباح روانہ ہوا۔ اور دل میں حضرت کی زیارت کا مصمم ارادہ کیا۔ اس ارادہ سے منزل بہ منزل چلتا اور راستے میں سودا سلف بیچتا ہوا نالہ نور نگا کے کنارے پر ایک گاؤں میں جا نکلا۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے دلی مراد بھی پوری کر دی۔ یعنی حضرت میاں صاحب کی زیارت ہو گئی کیونکہ آپ بھی حسنِ اتفاق سے وہاں موجود تھے۔ میں نے بعد قدمبوسی سید صاحب موصوف کا نشان دیا۔ پس آپ نے اسی وقت میرے حال پر توجہ فرمائی اور اس سہل اور اکمل طریق کی خاکسار کو تلقین فرمائی۔ الحمد للہ۔

نقل (۴۳)   ایک دفعہ راقم الحروف کو قلات جانے کا اتفاق ہوا۔ ۱۵ ذی الحجہ ۲۷ھ

تھی۔ رات کا وقت تھا کہ زبدۃ العرفا قدوۃ الاولیا فرشتہ خصال جناب اخوند ملا عزت اللہ صوفی قادری ملامتی کیخدمت میں حاضر ہوا۔ اپنے ارشاد فرمایا کہ ایک بار حضرت میاں صاحب کا گذر بلدہ بھاگ میں ہوا تو آپنے لگرہ نامی ایک کامل مجذوب سے جس کا بند بند رات کیوقت جدا ہو جایا کرتا تھا معانقہ کر کے فرمایا کہ تمہارے پاس ولایت و کرامت کا جسقدر سرمایہ تھا وہ میں نے تم سے چھین لیا۔ پھر دوسری بار بغلگیر ہو کر فرمایا کہ جسقدر سرمایہ تمہارے پاس تھا۔ اس سے بہت زیادہ میں نے تمکو مجدداً عطا کر دیا۔ اس واقعہ سے پہلے میاں لگرہ مجذوب کی یہ عادت تھی کہ حضرت میانصاحب کا نام سنکر چنداں التفات نہ کرتے تھے۔ بلکہ اپنے آپکو میانصاحب کے ہم پلہ خیال کرتے تھے۔ لیکن اسکے بعد آپکا بیحد احترام کرنے لگے۔

اخوند ملا عزت نے یہ بھی بیان فرمایا کہ جب قدوۃ الافاضل حضرت قادر بخش بنجارہ ملک کچھ میں متوطن تھے ان دنوں ملک بھاگ میں ایک مداری فقیر آیا۔ اور باطن میں مجھسے بگڑ بیٹھا اور مجھ سے سلب احوال کرنے کی کوشش کی۔ میں بہت متردد ہوا اور دو تین بار استغاثہ و استمداد کے لئے میاں قادر بخش صاحب کی خدمت میں آیا تاکہ انکی توجہ سے اس مداری فقیر کے ہیجے سے محفوظ رہوں۔ مگر موقعہ نہ ملا اور میں عرض مطلب نہ کر سکا۔ آخری بار جو میں حضرت میاں قادر بخش صاحب کی خدمت میں گیا تو وہاں ایک کامل مجذوب میاں بھٹہ جو حضرت پیرانی بادشاہ کے غلاموں میں سے تھے تشریف لائے۔ اور میاں قادر بخش کو دھمکا کر کہا کہ شاید تم میاں صاحب کو نہیں جانتے جو اس بیچارہ کی امداد نہیں کرتے۔ تمکو اسکی امداد کرنی چاہیئے۔ کیونکہ اسکو ایک مداری فقیر نے بہت تنگ کیا ہوا ہے۔ میاں بھٹہ نے اتنا کہکر کچھ تامل کیا اور پھر خود فرمایا کہ میں نے حضرت میاں صاحب کی برکت سے اس مداری فقیر کو یہاں سے نکال دیا ہے۔ مجھے یہ سنکر بہت خوشی ہوئی۔ چنانچہ میں خوشی خوشی وہاں سے رخصت ہو کر گھر کی طرف چلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ راستے میں وہی فقیر بوریا بندھنا اٹھائے چلا جا رہا ہے۔ مجھکو دیکھکر کہنے لگا۔ مجھ سے زیادہ زور آور نے مجھے یہاں سے نکال دیا ورنہ تمکو ایسا مزہ چکھاتا کہ تم قیامت تک یاد رکھتے۔ میں شکر الہی بجا لایا اور دل میں کہا "رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت"

ایک دفعہ ملک سندھ میں کثیر مجمع تھا۔ میاں بھوٹہ مجذوب بھی اسمیں مجمع میں کھڑے تھے کہ دیکھتے ہی دیکھتے اسطرح زمین میں دھنس گئے جیسے کوئی پانی میں غوطہ لگاتا ہے اور پھر انکا کچھ پتہ نہ چلا۔ اخوند صاحب فرماتے تھے کہ میں دوسرے سلسلوں کے اولیاء کی نسبت اس شخص کا زیادہ معتقد ہوں جو ایک دن بھی حضرت میانصاحب کی صحبت میں رہا ہو۔

نقل (۴۴) فقیر مؤلف کے ماموں میاں محمد فاضل مرحوم جو بڑے راسخ العقیدہ تھے۔ روایت کرتے ہیں کہ اوائل عمر میں مجھے حضرت میاں صاحب کے دامن سے وابستہ ہونے کا بہت شوق تھا لیکن انکی خدمت میں نہ پہنچنے کے سبب بہت دن تک یہ آرزو پوری نہ ہوئی۔ اتفاق سے ایک دفعہ میاں اللہ جوایا صاحب نوحانی داجل میں تشریف لائے وہ کسی وقت رفع حاجت کے لئے باہر تشریف لے گئے تو میں پانی کا آفتابہ اٹھاکر ساتھ ساتھ ہو لیا۔ جب آپ مجھے ایک جگہ بٹھا کر اوٹ میں ہو گئے تو میرے دل میں خیال گذرا کہ حضرت میاں صاحب کی زیارت تو قسمت پر موقوف ہے اور چونکہ سب اہل اللہ ایک جیسے ہیں۔ اسلیئے کیوں نہ پیر اللہ جوایا سے شرف بیعت حاصل کرلوں۔ آپ جب قضائے حاجت سے واپس آئے تو میرے عرض کرنے سے پہلے فرمانے لگے کہ میاں فاضل محمد جو ارادہ ایک مدت سے دل میں رکھتے ہو اس پر قائم رہو۔ جو بات اب سوچ رہے ہو۔ ٹھیک نہیں ہے۔ میں یہ ارشاد گرامی سنکر بہت خوش ہوا اور پھر میری عقیدت میں دہ چند اضافہ ہو گیا۔ بالآخر فضل الہی سے قدمبوسی کی سعادت حاصل ہوئی اور نعمتِ غیر مترقبہ سے سرفراز ہوا۔

نقل (۴۵) نقل ہے کہ ایک روز شیر بیشۂ عرفان میاں پہلو سلطان نقشبندی جذبہ کی حالت میں فرماتے تھے کہ بادشاہ آیا! بادشاہ آیا۔ لو اب فلاں مقام پر آگیا۔ اور اب فلاں منزل پر پہنچ گیا۔ لوگ انکے ان کلمات سے گھبرائے۔ پہلے بادشاہ کی آمد و رفت اور اسکے سپاہیوں کی لوٹ کھسوٹ سے جو لوگوں کا نقصان ہوا تھا ابھی اسکی تلافی نہیں ہوئی تھی کہ مجذوب صاحب پھر بادشاہ کے آنے کی خبر دے رہے ہیں۔ ڈرتے ڈرتے خدمت میں عرض کیا کہ حضرت جناب الہی میں کہیئے کہ اب تو کوئی بادشاہ نہ آئے۔ ورنہ ہم بالکل تباہ ہو جائیں گے۔ مجذوب صاحب

خاموش رہے۔ پھر اسی محویت میں فرمایا کہ اب فلاں مقام میں ہے اور اب ملتان میں آگیا ہے۔
یہ کہکر خادموں کو حکم دیا کہ بادشاہ کیلئے کھانا تیار کرو۔ تھوڑی دیر کے بعد بولے لو اب ادھر تشریف
میں آگیا ہے۔ یہ کہکر اُٹھے اور خوش مسرت سے کہنے لگے آہا یہ آگیا۔ یہ آگیا۔ اتنے میں سامنے
سے حضرت میرانی صاحب نمودار ہوئے۔ میاں پہلو سلطان لوگوں کو مخاطب کرکے بولے میں
اسی سلطان کی آمد کی خبر دے رہا تھا۔ غرض دونوں صاحبان ایک جگہ بیٹھ گئے اور باتیں
کرنے لگے۔ میاں پہلو سلطان حضرت میاں صاحب کی بعض باتیں جو قابلِ اظہار نہ تھیں جذبہ
میں آکر بیان کئے جارہے تھے۔ آپنے متبسم ہوکر انکو خاموش رہنے کا اشارہ فرمایا۔

نقل (۴۶) ایک دفعہ حضرت میاں صاحب اور حضرت پہلو سلطان ایک جگہ بیٹھے تھے۔
کہ ایک شخص آیا۔ اس نے کہا کہ حج کا ارادہ رکھتا ہوں لیکن زادِ راہ نہیں۔ آپنے فرمایا کہ اسوقت
تمہارے پاس کیا ہے۔ اس نے کہا کہ صرف تین چار باولے (تین چار آنے) موجود ہیں۔ آپنے
فرمایا کہ ان پیسوں سے جو چیز تم کھانا پسند کرو۔ تیار کرلو۔ چنانچہ وہ گیا اور آٹا۔ گھی۔ کھانڈ
لے آیا۔ اور پنجیری تیار کرلی۔ پھر دونوں حضرات نے وہ پنجیری اس مسافر کے توشہ دان میں
ڈال دی۔ اور فرمایا کہ جب ضرورت ہو نکال کر کھا لیا کرنا۔ یہ کبھی کم نہیں ہوگی۔ اور واپسی
تک کافی ہوگی۔ غرض وہ شخص عرب کی طرف چلا گیا۔ اور جب حج سے فارغ ہوکر واپس آیا تو
اتفاق سے اس وقت بھی یہ دونوں حضرات اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ قدم بوس ہوا تو آپنے
زادِ راہ کا حال دریافت کیا۔ اس نے عرض کیا کہ حضرت ابھی تک اس میں کچھ باقی ہے آپنے
توشہ دان لیکر جو پنجیری بچی ہوئی تھی وہ حاضرین میں تقسیم فرمادی۔

نقل (۴۷) ایکدفعہ حضرت سلطان التارکین میانصاحب کہیں تشریف لیجارہے تھے
اور حضرت پہلو سلطان آپکی سواری کے آگے آگے دوڑتے اور ناچتے چلے جارہے تھے اور یہ
کہتے جاتے تھے کہ کنجنی بادشاہ کے آگے مجرا کررہی ہے۔ دیکھئے کیا انعام ملتا ہے۔

نقل (۴۸) ایک دن میرے خالہ زاد بھائی میاں ٹھاکر محمد جو حضرت قاضی عاقل محمد علیہ
الرحمتہ کے مرید تھے میری والدہ کے پاس بیٹھے ہوئے اپنے مشائخ کبار کی تعریف کررہے

تھے۔ چونکہ مائی صاحبہ جناب سلطان التارکین کی معتقد تھیں۔ اسلئے وہ انکی تعریف کئے جارہی
تھیں۔ اسی مدح سرائی میں دونوں میں جھگڑا ہوگیا۔ اور دونوں آپس میں رنجیدہ ہو گئے۔
جب رات گذر گئی تو علی الصباح شاکر محمد مائی صاحبہ کے پاس آئے اور معذرت کے بعد
کہا کہ میں نے آج خواب دیکھا ہے کہ میری آنکھیں گویا بے نور ہیں۔ میں حیران تھا کہ یہ کیا ماجرا ہے
جتنے کلام مجھے یاد تھے میں نے پڑھے لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ پھر اپنے پیرانِ عظام کی طرف متوجہ ہو کر دعا
مانگی اس کا بھی کوئی اثر برآمد نہ ہوا۔ اتنے میں مجھے حضرت میرانی صاحب کا نام یاد آیا۔ حضرت
کا نام مبارک زبان پر آتے ہی میری آنکھوں کا نور لوٹ آیا۔ چنانچہ بیدار ہوتے ہی مجھے اپنی رات
والی گستاخی پر ندامت ہوئی اور میں اب پشیمان ہو کر آپ سے معافی مانگنے آیا ہوں۔ مائی صاحبہ
نے کہا "بیٹے تم ابھی بچے ہو۔ تمہیں بزرگوں کے مراتب اور انکی شان کا کیا علم کہ مترجم کہتا ہے کہ ہر شخص
کو اپنا بیٹا دوسروں کی اولاد سے خوبصورت معلوم ہوتا ہے اور اس طرح ہر اولاد کو اپنے والدین
پیارے لگتے ہیں۔ یہی حال پیر اور مرید کا ہے۔ فی الحقیقت چاہیئے بھی یہی۔ کیونکہ جس کا کھائے
اسی کا گائے۔ مگر اتنی احتیاط ضرور کرنی چاہیئے کہ کسی بزرگ کی شان میں گستاخی نہ ہو جائے۔ اللہ کے
دوستوں کو برا کہنے والا اللہ کا دوست نہیں ہوتا۔

نقل ۱۹۴) کمترین ایک دفعہ بہ تقریب زیارت موئے مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم روہڑی گیا۔ وہاں حضرت سلطان محمد بخش سے شرفِ نیاز حاصل ہوا۔ اسی موقع پر مجموعۂ
کمالات مولوی شیر محمد پٹولی سے بھی ملاقات ہوگئی۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ سمندر کے
کنارے ایک مرد نیک رہتا تھا۔ جو حضرت میاں صاحب میرانی بادشاہ کا مرید تھا۔ دنیوی
مال و دولت بھی اسکے پاس تھا لیکن اولاد کی نعمت سے محروم تھا۔ وہ ہمیشہ اپنی بیوی
سے کہا کرتا تھا کہ جب میرے پیر و مرشد یہاں تشریف لائیں گے۔ تو انکی خدمت میں اولاد
کے واسطے عرض کروں گا۔ انشاء اللہ انکی دعا سے ہمیں اولاد میسر آجائے گی۔ اتفاقاً حضرت
میاں صاحب وہاں تشریف لے آئے۔ عصر کی نماز کے وقت آپ تنہا بیٹھے ہوئے اپنے کپڑوں
کو ٹانکے لگا رہے تھے کہ یہ موقع غنیمت جان کر اس نے عرض مطلب کیا۔ میاں صاحب نے

فرمایا کہ بھائی تمہاری قسمت میں اولاد نہیں ہے۔ وہ شخص یہ جواب سنکر بہت مایوس ہوا اور اٹھکر اپنے گھر چلا آیا۔ اسکی بیوی نے اس ملال کا سبب پوچھا تو اس نے میاںصاحب کا ارشاد دوہرا دیا۔ وہ یہ سنکر رونے لگی اور اسطرح روتی ہوئی حضرت کیخدمت میں پہنچی۔ اور عرض کیا کہ حضرت اگر ہماری قسمت میں اولاد ہوتی تو ہم جناب کیخدمت میں کیوں عرض کرتے۔ اب تو جسطرح بھی ہو جناب باری میں التجا کرکے ہماری مراد پوری کرائیں۔ آپ یہ سنکر خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد ارشاد فرمایا کہ جاؤ زچگی کا انتظام کرو۔ صبح ہوتے ہی اللہ تمکو بیٹا دیگا۔ یہ میاں بیوی خوشی خوشی گھر گئے۔ گھر جاکر بیوی کو درد زہ شروع ہوا۔ وہ بیان کرتی تھی کہ میرے پیٹ میں بچہ حرکت کرتا معلوم ہوتا تھا۔ چنانچہ صبح کے وقت اسکے ہاں لڑکا تولد ہوا۔ سچ ہے۔

اولیاء راہست قدرت از الٰہ　　　　تیر جستہ باز گرداند ز راہ

نقل (۵۰) ایک دفعہ حضرت سلطان التارکین بلدہ اوباڑہ کی جامع مسجد میں تشریف لائے اور وہیں سو گئے۔ ایک شخص آیا اور حضرت کا بدن دبانے لگا آپکے بدن مبارک کی برکت سے اسکے ہاتھوں میں ایسی خوشبو پیدا ہو گئی جیسی مشک نافہ کی ہوتی ہے۔ یہ فقیر (محمد جیون) جب اوباوڑہ گیا تو وہاں کے معتبر لوگوں نے حضرت کے سونے کی جگہ دکھائی اور مرد غامز (مٹھیاں بھرنے والا) کا نام بھی بتایا مگر میں اس خوش نصیب سے مل نہیں سکا کیونکہ وہ اس وقت وہاں موجود نہ تھا۔

نقل (۵۱) سرحد میں جو کہ حضرت مومن شاہ علیہ الرحمتہ کی لوہ شریف کے قریب ہے۔ مسجد کے صحن میں اراک کا درخت تھا۔ اتفاق سے ایک دفعہ حضرت جو اس درخت کے نیچے آکر بیٹھے تو آپکے قدم کی برکت سے عرصہ دراز تک وہاں کے لوگ اس درخت سے چھوٹی چھوٹی ڈلیاں جو مصری کی ڈلیوں کی طرح میٹھی اور خوش ذائقہ ہوتی تھیں پایا کرتے تھے۔ اور شوق سے ان کو چن کر کھایا کرتے تھے۔ جب یہ فقیر وہاں گیا تو وہ جگہ بھی دیکھی مگر وہ درخت موجود نہ تھا۔

نقل (۵۲) ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت میاں صاحب شہر روہڑی تشریف لے گئے۔

آپ ایک کوچہ میں سے گذر رہے تھے اور میر بحر تالپور بھی آپکے ہمراہ تھا۔ آپنے دیکھا کہ ہندو ایک دوسرے پر راکھ اور مٹی ڈال رہے ہیں یہ زمانہ ہولی کا تھا۔ آپنے برجستہ یہ شعر پڑھا۔

محمد عربی کآبروئے ہر دو سرا ست　　　　کسیکہ خاک درش نیست خاک برسر اوست

نقل (۵۳)　　میرے استاد حضرت شیخ احمد قریشی ہاشمی (جلال پور پیروالا ضلع ملتان شریف) جو علامہ عصر اور فرید دہر تھے۔ فرماتے ہیں کہ کمترین کے دل میں ابتدائیہ شوق تھا کہ حضرت سلطان التارکین کے ارادتمندوں میں داخل ہو کر سعادت دارین حاصل کروں لیکن اس وقت بباعثِ شغل تحصیل علم اس سعادت سے محروم رہا۔ ناگاہ آپکے وصال کی خبر ملی جس سے میں بیحد غمگین ہوا اور زار و زار رونے لگا کہ افسوس ایسا شہباز ہاتھ سے جاتا رہا۔ اور میں آپ سے استفادہ نہ کرسکا۔ اسی اضطراب اور غم کے عالم میں مجھے نیند آگئی۔ عالم خواب میں آپ نورانی خلعت پہنے ہوئے نمودار ہوئے اور مجھے تشفی دیکر فرمایا کہ مولوی صاحب! آپ ہمارے دوستوں میں داخل ہوئے۔ تسلی رکھیئے ایک ولی کامل آپکے پاس خود بخود آجائیگا اور جو نعمت آپکو دینی ہے دے جائیگا۔ میں اس مژدۂ روح افزا سے بہت خوش ہوا۔ کچھ عرصہ بعد حسب فرمان افراد اخفیا میں سے ایک فرد جن کا اسم گرامی سلطان مٹھن تھا اور جو شاہ میر قادری لاہوری رحمتہ اللہ علیہ کے ملنے والوں میں سے تھے خود بخود حضرت غوث العالم غوث بہاؤ الدین ذکریا ملتانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی خانقاہ والی مسجد میں کمترین سے آملے اور دولتِ دین سے اس خاکسار کو مالامال کر گئے۔ حضرت میاں صاحب اکثر اپنی زیارت سے بھی احقر کو فیضیاب فرماتے اور طرح طرح کے فوائد باطنی پہنچاتے ہیں۔

حضرت مولوی صاحب یہ فرماتے تھے کہ اس واقعہ کے کافی بعد دن بعد مَیں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں مصلّے پر بیٹھا ہوا ہوں اور یکایک حضرت میاں صاحب سامنے سے نمودار ہوئے ہیں۔ مَیں اٹھتا ہوں اور سعادتِ قدمبوسی حاصل کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ مولوی صاحب اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دو کہ بیعت کر لوں۔ میں عرض کرتا ہوں کہ قبلہ میں تو خاندانِ قادریہ میں حضرت سلطان مٹھن کے ہاتھ پر پہلے ہی بیعت کر چکا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ دونوں خاندانوں میں کچھ

فرق نہیں ہے۔ پس میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور بیعت کی۔

حضرت مولوی صاحب کا قول ہے کہ حضرت سیرانی بادشاہ کی کرامتیں دیکھنے اور سُننے سے اولیائے سابقہ کی کرامتوں کے حق میں جو کہ کتابوں میں مذکور ہیں میرا اعتقاد بہت پختہ ہو گیا ہے۔ ورنہ میں پہلے اسعرف سے شکوک و شبہات میں مبتلا تھا۔ اب میرا علم الیقین عین الیقین کے مرتبہ کو پہنچ گیا ہے۔

حضرت مولوی صاحب فرماتے تھے کہ سیرانی بادشاہ کے مریدوں سے ہم کو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سی بو آتی ہے۔ انکو دیکھتے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ شخص حضرت کا مرید ہے کیونکہ حضرت کی نورانیت انکے چہروں سے نمایاں ہو جاتی ہے۔

نقل (۵۴) جناب مولوی صاحب موصوف سے نقل ہے کہ ایک دفعہ مجھکو شیر بیشۂ کرامت شہسوار میدان ولایت حضرت حافظ عبداللہ نقشبندی قادری رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ میں نے حضرت سے ان اولیاء کے مراتب کے متعلق دریافت کیا جنھیں میں نے اپنے ہوش میں دیکھا تھا۔ آپ انکے نام سُنکر فرماتے جاتے تھے کہ "ہاں اچھے ہیں" مگر جس وقت میں نے حضرت سیرانی بادشاہ کا نام لیا تو آپ جوش میں آگئے اور فرمایا کہ حضرت سیرانی بادشاہ عاشق باللہ ہیں۔

نقل (۵۵) ایک دفعہ سلالتہ النجبا سید باغ شاہ بخاری اُچوی رحمتہ اللہ علیہ بتقریب زیارت حضرت میاں صاحب احمد پور شرقیہ تشریف لائے اور حضرت دیوان سلطان احمد صاحب اور شمس الدین صاحب معدن العلوم مخزن الفنون حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب بھڈیرہ کی خدمت میں گئے۔ مولوی صاحب نے قرآن مجید کی ایک آیت پڑھکر فرمایا کہ مفسرین نے اس آیت کے معنی اس طرح بیان فرمائے ہیں۔ اور فلاں فلاں باریکیاں نکالی ہیں۔ اور ہم گروہ علما نے بمعہ تتبع معانی مفسرین کے یہاں تک غور کیا ہے۔ مگر حضرت قبلہ عالم غوث الانجم حضرت سیرانی بادشاہ نے جو معنی بیان فرمائے ہیں وہ باوجود موجودگی تفاسیر اور اقوال بزرگان سابقہ کے نہ تو ہماری سمجھ میں آئے ہیں اور نہ بزرگان سلف میں سے کسی کے ذہن میں سمائے ہیں۔ اسکے بعد مولوی

صاحب نے ارشاد فرمایا کہ اویسی فقرا میں حضرت سیرانی بادشاہ بمنزلہ آفتاب کے ہیں۔ یہ لفظ سُن کر میاں شمس الدین کو وجد آگیا اور کئی ماہ تک اس قول کو یاد کرکے ایک خاص لذت محسوس کرتے رہے۔

نقل (۵۶) فضائل مرتبت صلاحیت منزلت خلیفہ دین محمد داجلی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ یہ مسکین میمنہ میں جو ڈیرہ غازیخاں کے قریب ہے اور زبدۃ الاولیا جناب سید عبداللہ شاہ علیہ الرحمتہ کا مسکن ہے۔ علامہ عصر جان محمد صاحب سے مطول پڑھا کرتا تھا۔ ان دونوں اس علاقے میں حضرت خواجہ نور محمد مہاروی کی تشریف آوری کی خبر مشہور ہوئی اور حافظ صاحب کو مولوی غلام حسین اور مولوی نور احمد صاحب نے مشورہ دے کر حضرت خواجہ کا مرید ہونے پر آمادہ کیا۔ حافظ صاحب ڈیرہ غازی خان گئے اور اپنے استاد حضرت حافظ احمد جی سے صلاح کرکے واپس میمنہ آئے۔ چونکہ یہ مسکین حضرت سیرانی بادشاہ کا دامن گرفتہ اور معتقد و مطیع تھا۔ اس لئے استاد صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت قبلہ! پیر پکڑنے کا معاملہ بہت مشکل اور دشوار ہے اسلئے اس معاملہ میں کافی سوچ بچار کرکے یہ قدم اٹھانا چاہیئے۔ آپ نے اوروں سے تو اس سلسلے میں رائے لی لیکن حضرت عبداللہ شاہ صاحب سے ابتک مشورہ نہیں کیا چنانچہ میری اس تجویز پر حافظ صاحب مجھے ساتھ لے کر شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مدعا بیان کیا۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ حافظ صاحب اگر تمہارا یہی مقصد ہے کہ کسی بزرگ کے مریدوں میں داخل ہو کر یاروں کے یار بنیں تو جیسا سوچا ہے بہت درست اور ٹھیک ہے لیکن اگر حصول معرفتِ الٰہی اور واصل باللہ ہونے کا اشتیاق ہے تو شہبازِ وقت سیرانی بادشاہ کا دامن پکڑلو۔ پس حضرت شاہ صاحب کے ارشاد کے بموجب حافظ صاحب نے پہلا ارادہ فسخ کرکے میاں صاحب کے در کا رخ کیا اور نعمتِ بے شمار پاکر سعادتِ دارین سے سرفراز ہوئے۔

نقل (۵۷) حضرت حافظ خدا بخش صاحب جن کا وجود فیض آمود کتابِ ولایت کا دیباچہ اور دیوانِ کرامت کا مطلع تھا۔ نقل فرماتے ہیں کہ ایک نقشبندی بزرگ کو اس فقیر کے ساتھ بڑی محبت تھی۔ ایک روز انہوں نے اپنے اہلِ ارادت کے سامنے جبکہ سیرانی بادشاہ کے فیوض و برکات کے

متعلق گفتگو ہورہی تھی ارشاد فرمایا کہ خواجگانِ نقشبندیہ کے اہل ارادت ابتدائے سلوک میں دوسرے سلسلوں کے منتہی حضرات سے اچھی نسبت رکھتے ہیں جیساکہ حضرت مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ تحفتہ الاحرار میں فرماتے ہیں ۔

اول او آخر ہر منتہی　　　　آخر او جیب تمنا تہی

فوائد ۔ اور حال یہ ہے کہ جو فوائد نقشبندیہ سلسلے کے منتہیوں کو حاصل ہوتے ہیں۔ وہی ثمرات حضرت سیرانی بادشاہ کے ابجد خوانوں کو حاصل ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت کے وجود منبع الجود کو اس آخری زمانہ میں مظہر فیوضِ بیکراں بنایا ہے ۔

نقل (۵۸) زبدۃ الاماثل جناب محمد کامل (کھروڑ پکا) جو حضرت سید مومن شاہ کے خلفائے نامدار میں سے ہیں ۔ اور امیر محمد خاں بروہی والے کچھی میں سکونت رکھتے ہیں ۔ نقل کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت سید مومن شاہ صاحب برخلاف عادت نماز عصر اور مغرب کے درمیان اپنے شہر لوہ شریف کے باہر اکیلئے تشریف لے گئے اور بارہ ٹنکے تانبے کے ہاتھ میں لیتے گئے حاضرین متعجب تھے کہ کیا معاملہ ہے ۔ اتنے میں حضرت شاہ صاحب واپس تشریف لے آئے اور فرمایا کہ پُر تکلف کھانا تیار کرو ۔ ایک عزیز از جان مہمان آنیوالا ہے ۔ جب سورج چھپ گیا ۔ تو ایک بکروال نے آکر شاہ صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ ایک فقیر نے آپکو سلام کہلوایا ہے ۔ اور یہ تسبیح اور چھ ٹنکے بھیجے ہیں اور کہا ہے کہ یہ پیسے تسبیح کی قیمت سے زیادہ تھے شاہ صاحب نے خوش ہو کر فرمایا کہ وہ صاحب کچھی داؤد پوترہ میں رک گئے ہیں ۔ کیا یہاں تشریف نہیں لائیں گے ۔ حاضرین میں سے کچھ صاحبان نے دریافت کیا کہ حضرت آپ کس کے متعلق فرماتے ہیں ۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ حضرت سیرانی بادشاہ بیت اللہ کی زیارت کیلئے تشریف لیجارہے تھے ۔ اسی لئے میں شہر کے باہر جاکر انکی زیارت سے مشرف ہوا اور بارہ ٹنکہ تسبیح خریدنے کیلئے دیئے کہ مکہ معظمہ سے لیتے آئیں ۔ مجھے یقین تھا کہ آپ عصر کی نماز مکہ معظمہ میں پڑھکر مغرب یہاں آکر پڑھیں گے ۔ اس لئے میں نے ماحضر تیار کرنے کا حکم دیا تھا مگر آپ کو نماز مغرب نواح بہاولپور میں ادا کرنے کا اتفاق ہوا ہے ۔

نقل (۵۹) جامع علوم ظاہری و باطنی مولوی عبداللہ سنگر احمد پوری نقل کرتے ہیں۔ کہ ایک قاصد نماز اشراق کے وقت ٹھٹھہ نگر سے ہندوؤں کی ہنڈیاں لیکر شجاع آباد میں وارد ہوا اور کاغذات مکتوب الیہم کے سپرد کیئے انہوں نے اس قاصد سے روانگی کی تاریخ پوچھی ۔ اس نے جواب دیا کہ آج ہی وہاں سے چلا ہوں. میری روانگی کے وقت سورج ایک نیزہ کے برابر نکلا ہوا تھا۔ وہ ہنسے اور کہا کہ اسقدر جھوٹ ۔ قاصد نے جواب دیا کہ میرا جھوٹ ہنڈوی کی تاریخ دیکھنے سے منکشف ہو جائے گا۔جب ہنڈوی کھول کر پڑھی تو اسی روز کی لکھی ہوئی پائی۔ سب حیران ہوئے اور متفق اللفظ ہو کر بولے کہ بیشک تم کسی کامل ولی کے ساتھ آئے ہو۔ جو اسقدر دور دراز کا فاصلہ ایک گھنٹہ میں طے کر لیا۔اس نے کہا کہ جب میں ٹھٹھہ نگر کے باہر آیا تو دیکھا کہ ایک مرد خدا میرے آگے چل رہا ہے. میں نے اس سے منزل مقصود کا پتہ پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ میں شجاع آباد جاؤنگا۔ میں نے کہا کہ میں بھی وہیں جا رہا ہوں ۔پس میں ان کے پیچھے پیچھے ہو لیا میرے خیال میں فقط ایک کوس فاصلہ طے ہوا ہو گا کہ ہم اس شہر کے دروازے پر پہنچ گئے ۔یہاں آکر ایک شخص نے کہا کہ شجاع آباد یہی ہے۔ اتنا کہکر وہ تو اس مسجد میں جو اس شہر کے باہر ہے تشریف لے گئے ۔میں حیران ہوا اور تمہارا نام پوچھتا ہوا یہاں آیا ہوں۔لوگوں نے کہا کہ راستہ میں جو دریا تھا اُسے کیونکر عبور کیا ۔اس نے کہا دو تین چھوٹی چھوٹی نہریں پانی سے بھری ہوئی ملیں جنھیں میں نے چھلانگ مار کر عبور کیا۔یہ باتیں سنکر ایک پٹھان جوان ہندوؤں کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔اور حضرت سلطان التارکین کا دامن گرفتہ تھا جوشِ محبت سے رونے لگا۔پھر اس نے قاصد کے سامنے حضرت کا حلیہ بیان کیا۔ قاصد نے تصدیق کی ۔ اسکے بعد وہ پٹھان قاصد کو لے کر مسجد میں گیا اور حضرت کی قدم بوسی سے مشرف ہوا۔

نقل (۶۰) واقفِ مواقف قبول میاں محمد مقبول کھوکھر بیان کرتے ہیں کہ یہ نیاز مند ایام طفلی میں حضرت کے دامن گرفتگان کی جماعت میں داخل ہوا اور بعد بیعت خدمتِ مبارک میں ہی رہنے لگا۔آنیوالے لوگ مجھکو اس خوردسالی میں حضرت کی خدمت میں دیکھکر تعجب کیا کرتے تھے۔حضرت قبلۂ عالم غلام کے حال پر نہایت توجہ مبذول فرماتے تھے۔ آخر ایام جدائی آ گئے۔

یہ گردونِ گرداں کی عادت ہے، گیا
کہ یکجا نہیں دیکھ سکتا دو یار

جس وقت مجھکو گھر جانے کے واسطے فرماتے تو میں رونے لگتا اور مفارقت کے خیال سے بیقرار ہوجاتا۔ حضرت دیوان محمد غوث مغفور کمترین کو تسلی دیتے اور فرماتے کہ برخوردار خدا کرے گا جلدی واپس آکر حضرت کی زیارت سے مشرف ہو گے۔ رویا نہ کرو۔ یہ کہکر بہت سی مصری مجھے دیا کرتے۔ لیکن میں اسکے باوجود مطمئن نہ ہوتا۔ اور بدستور غمگین و اداس رہتا۔ ایک دن حضرت قبلۂ عالم نے علیحدگی میں میرے کان میں فرمایا کہ بچہ ہم اس لئے تمہیں رخصت کرتے ہیں کہ تم اپنی ماں کی زیارت کر آؤ کیونکہ وہ بے چاری تمہاری جدائی میں بہت روتی ہے۔ ان سے مل کر ہمارے پاس آجانا۔ آپکے فرمانے سے مجھے تسلی ہوئی اور میں گھر چلا گیا۔ وہاں جاکر والدہ کی زیارت سے آنکھوں کو منور کیا۔ میری ماں میرے تنہا سفر سے ہمیشہ پریشان رہا کرتی تھی اور کہتی تھی کہ خدا جانے میرا تنہا مسافر کہاں ہوگا۔ کس حال میں ہوگا۔ میں نے انکی خدمت میں یہ قصہ بیان کیا تو بہت خوش ہوئیں اور تھوڑے دنوں کے بعد خوشی سے اجازت دیدی۔ اس لئے میں دوبارہ حضور کی خدمت میں آیا اور حسبِ دلخواہ فیض پایا۔

کاتب الحروف فقیر ملا محمد حیون نے عالم معالم سنت نبویہ عارف معارف عقلیہ ونقلیہ زبدۃ اعیان برادہ مولوی نور محمد صاحب بڑرہ سے سنا ہے کہ جب میاں مقبول حضرت میاں صاحب کی خدمت سے رخصت ہوکر اس نواح میں آیا تو میں نے انکو حضرت قبلہ خواجہ نور محمد نارووالہ کے مسکن میں جو فاضل پور کے باہر نالہ کے کنارے پر ایک گاؤں میں واقع ہے۔ جاکر دیکھا کہ سر سے پاؤں تک نور کا شعلہ بنا ہوا تھا۔ اور سب خورد و کلاں اور پیر و جوان دیکھتے ہی اس پر فریفتہ ہو جاتے تھے۔ سبحان اللہ حضرت میاں صاحب کی محبت و شفقت نے اس کو حقیقی معنی میں مقبول خلقِ خدا بنا دیا تھا۔

ے مقبول تو خجر مقبل جاوید نہ شد — وز لطف تو ہیچ بندہ نومید نہ شد
عونت بہ کدام ذرہ پیوست دمی — کان ذرہ بہ از ہزار خورشید نہ شد

(حاشیہ صفحہ نمبر ۱۰۷ پر ملاحظہ کریں)

نقل (۶۱) زبدۃ العاشقین قدوۃ الزاہدین۔ تارکِ دنیا سے دوں حضرت حاجی ماؤن صاحب فرماتے تھے کہ حضرت سلطان التارکین کو بھنے ہوئے چنے بہت مرغوب تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ یہ نہایت پاکیزہ طعام ہے۔ چنانچہ حاجی ماؤں صاحب نے اس فرمان کے بعد تمام عمر چنے چبا کر گذارہ کیا۔ وہ اگر کسی دوست سے کوئی فرمائش کرتے تو یہ فرمائش چنوں کی ہوتی تھی۔

نقل (۶۲) نقل ہے کہ حضرت میاں صاحب ایک دفعہ بعض اہل ارادت داؤد پوتروں کی دعوت پر تشریف لے گئے۔ میزبانوں نے مزارعین کی عادت کے موافق اپنے گیہوں کے خوشے سرکاری حصہ نکالنے سے پہلے بطور خیانت مٹی کے گھلوٹوں ( ) میں چھپا رکھے تھے۔ کسی جاسوس نے اسکی اطلاع حاکم کو کر دی۔ حاکم نے اپنے اہلکار بھیج کر کوٹھڑیوں کو مقفل کر دیا۔ وہ لوگ غضبناک حاکم سے بہت خائف تھے۔ کیونکہ نواب بہاول خاں فرمانروائے بہاولپور پہلے ہی ان سے رنجیدہ تھے۔ اور ایسی حرکات کی سزا میں مجرموں کا تمام مال و اسباب بحقِ سرکار ضبط کر لیا کرتے تھے۔ بہر حال انہوں نے میاں صاحب کی تشریف آوری کو غنیمت جانا اور حضور کو صورتِ حالات سے باخبر کیا۔ آپ نے ایک آدمی اپنی طرف سے علاقے کے عامل کے پاس بھیجکر جو قوم کفار میں سے تھا۔ اس معاملے میں چشم پوشی کرنے کو کہا۔ حاکم نے کہا اب تو میں حقیقت حال کی اطلاع نواب صاحب کی خدمت

---

۵ حضرت فریدالدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ (المتوفی ۶۶۹ھ) ملتان میں مولانا منہاج الدین (المتوفی ۶۴۵ھ) کی مسجد (موجودہ درس والی مسجد اندرون دولت دروازہ ملتان) جو کہ سرائے علوائی کے متصل ہے پڑھا کرتے تھے۔ اتفاق سے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ وہاں تشریف لائے تو بابا صاحب کو پڑھتے ہوئے دیکھکر پوچھا "مولانا کونسی کتاب پڑھتے ہو" انہوں عرض کیا حضرت کتاب نافعہ پڑھتا ہوں۔ قطب صاحب نے فرمایا تمہارا نفع اسی میں ہے اور باطنی توجہ جو کی تو بابا صاحب بے ہوش ہو گئے۔ گویا

یاں لعل فسوں ساز نے باتوں میں لگایا — دے پیچ ادھر زلف اڑا لے گئی دل کو

ہوش میں آئے تو بابا صاحب حضرت قطب صاحب کے قدموں میں گر پڑے اور عالم بے خودی میں یہی رباعی پڑھی۔ پھر حضرت بابا صاحب حصول علم اور مجاہدات کرنیکے بعد دہلی میں حضرت قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر دستِ بیعت ہوئے۔

میں کرچکا ہوں اسلئے معذور ہوں۔ اگر اس سے پہلے حضور کے ارشاد گرامی کا پتہ چل جاتا تو بسر وچشم تعمیل کرتا۔ جب قاصد نے واپس آکر حضرت سے حاکم کا جواب عرض کیا تو داؤد پوترے بہت پریشان ہوئے اور رو کر حضرت سے امداد کی درخواست کی۔ انکی پریشانی اور اضطراب دیکھکر حضور کا دریائے رحمت جوش میں آیا اور ارشاد فرمایا کہ تم خاطر جمع رکھو اور حاکم کے پاس جاکر کہو کہ وہ اپنے معتبر آدمی بھیج کر گندم نکال لے۔ اس وقت جو اللہ چاہے گا ظاہر ہو جائے گا۔ انکی استدعا پر سرکاری اہلکار مع معتبرین کے آئے اور لوگوں کے روبرو گھلوٹے کھولے گئے تو ان کے اندر سے کچھ بھی نہ نکلا۔ سرکاری آدمی بہت شرمسار ہوئے اور داؤد پوتروں کی جان میں جان آئی۔ داؤد پوتروں نے سرکاری حکام سے کہا ابھی تو ہم لاچار ہیں لیکن جب حضرت قبلہ واپس تشریف لیجائیں گے تو ہم یہاں سے اجڑ کر کہیں اور جا بسیں گے۔ اور تمہارے ظلم و تعدی کی شکایت نواب صاحب سے کریں گے۔ حاکم بہت نادم اور شرمسار تھا۔ علاقہ کے معتبر لوگوں نے بیچ بچاؤ کرا کے معاملہ کو رفع دفع کرایا۔ اس شورش کے ختم ہونے کے بعد حضرت میاں صاحب جانے لگے تو معلوم ہوا کہ گندم کے خوشے بدستور گھلوٹوں میں موجود تھے۔

نقل (۶۳) جنھیں کتب سیر کا مطالعہ کرنے کا موقع ملا ہے وہ جانتے ہیں۔ اکثر اہلِ ولایت اپنی سیر و سیاحت کی سرگذشت اور سفر کے واقعات معتقدوں کے سامنے بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ مگر حضرت میانصاحب کو اس قسم کے اظہار سے کبھی رغبت نہیں ہوئی البتہ کبھی کبھار ایسا ضرور ہوا ہے کہ بطور ندرت خیال یا کسی خاص مصلحت کے تابع کچھ بیان فرما دیا ہے۔ چنانچہ ایک دن ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ ہم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پُر انوار کی زیارت سے زبید میں مشرف ہوئے تو وہاں دیکھا کہ ایک عارفہ جو اپنے عہد کی دوسری رابعہ بصری تھیں۔ اعتکاف میں بیٹھی ہوئی تھیں حاضرین محفل میں سے کسی نے دریافت کیا کہ آپنے اس کاملہ سے استفادہ کیا۔ آپنے فرمایا فقیر کو اس کی چنداں ضرورت نہ تھی۔

نقل (۶۴) میاں محمد ساکن دھگانہ (ضلع ڈیرہ غازیخاں) جو آخر عمر میں شہر داجل میں آکر

فوت ہوئے نقل کرتے ہیں کہ جب یہ فقیر بیعت ہونے کیلئے حضرت سلطان التارکین کی صحبت میں حاضر ہوا تو اس وقت علاقے کے رواج کے مطابق میرے سر پہ لمبے لمبے بال تھے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ عابدوں کیلئے سر کے بال بڑھانا اچھا نہیں کیونکہ اس سے دل لگا کر عبادت نہیں ہو سکتی میں یہ ارشاد سنکر اسی وقت سر منڈانے کیلئے اٹھا تو آپنے فرمایا کہ گھر جا کر بال منڈوانا۔

نقل (۶۵) خان محمد خاں بزدار مرحوم خیر محمد خاں داؤد پوترہ ساکن خیر پور (سندھ) کی زبانی نقل کرتے ہیں کہ مجھکو مرض آتشک لاحق تھا۔ ہزاروں روپیہ علاج معالجہ پہ صرف کر چکا تھا۔ لیکن افاقہ نہیں ہوتا تھا جسکی وجہ سے میں سخت پریشان تھا۔ ادویات کی طرف سے مایوس ہو کر میں نے مصمم ارادہ کیا کہ حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرونگا کہ آپ ہی کچھ توجہ فرمائیں۔ تاکہ اس مرض سے نجات ملے حسنِ اتفاق سے ایک دعوت کے سلسلے میں حضرت وہاں تشریف لائے تو میں نے اپنی حالت بیان کی۔ آپنے فرمایا کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھکر اپنے بدن پہ دم کر لیا کرو۔ انشاء اللہ مرض دور ہو جائے گا۔ میں نے دل میں سوچا کہ کلمہ شریف پڑھنے سے کیونکر شفا ہو سکتی ہے۔ میرے دل میں یہ خیال آیا ہی تھا کہ نور باطن سے آپنے معلوم کر کے فرمایا کہ ساٹھ سال کا کافر تو کلمہ طیبہ پڑھکر آتش ابدی سے نجات پا سکتا ہے تو تمہاری آگ کلمہ کی برکت سے کیسے سرد نہیں ہو سکتی۔ اس فرمان کے بعد میرا وہم دور ہو گیا۔ اور دو تین دفعہ سوتے وقت اور بیداری کے عالم میں کلمہ طیبہ پڑھکر ہاتھوں اور تمام بدن پر دم کرنا شروع کیا تو دیکھتے ہی دیکھتے مرض کا نام و نشان تک نہ رہا اور بحمداللہ میں بالکل تندرست ہو گیا۔

نقل (۶۶) حضرت سلطان العارفین سلطان احمد نقل فرماتے ہیں کہ ایک سردار نے (یاد آتا ہے کہ آپنے شاید مبارک خاں داؤد پوترے کا نام لیا تھا) حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر طریقِ الٰہی کا وظیفہ پوچھا۔ آپنے فرمایا کہ تم لوگ ہم فقرا کا حال دیکھکر خدا تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہو اور ہم فقیر تم دنیاداروں کی تباہ حالت دیکھکر پناہ مانگتے ہیں۔ اسی طرح جب نواب بہاول خاں نے حضرت سے کسی وظیفہ کی درخواست کی تو آپنے فرمایا کہ تمہارا وظیفہ یہی ہے کہ خلقِ خدا پر ظلم ہونے نہ پائے اور عدالت کے سیدھے راستے سے انحراف نہ ہو۔

مباش در پے آزاد وہرچہ خواہی کن
کہ در طریقت ما غیر ازیں گناہے نیست

نقل (۶۷) ستودہ نقش حضرت حافظ قادر بخش رحمتہ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ اوبھہ میں ایک صاحبِ نسبت بزرگ رہتے تھے۔ انکا بیٹا بڑا بے راہ رو تھا۔ انہوں نے بہتری کوشش کی لیکن وہ راہِ ہدایت پر نہ آیا۔ چنانچہ اس کی طرف سے بالکل مایوس ہو گیا۔ اتفاقاً حضرت صاحب اس نواح میں تشریف لے گئے تو حافظ صاحب اپنے لڑکے کو ساتھ لیکر حضرت کی خدمت میں آئے اور اسکا ہاتھ ہاتھ میں دے کر فرمایا کہ حضرت جب کوئی شخص اپنے جانور کو خود درست نہیں کر سکتا تو اسے اپنے سے زیادہ ماہر کے سپرد کر دیتا ہے۔ یہ میرا لڑکا ہے۔ میں نے ہر چند اسے درست کرنیکی کوشش کی لیکن اس پر کچھ اثر نہ ہوا۔ اس لئے آب آپکے سپرد کرتا ہوں۔ آپ اس کی اصلاح فرمائیں۔ حافظ کی استدعا کے مطابق حضرت میاں صاحب نے اسکو تلقین کی۔ اور تشریف لے گئے۔ کچھ دن بعد اس لڑکے کو حضرت کی زیارت کا شوق ہوا۔ باپ سے اجازت مانگی۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ آخر وہ لڑکا باپ کی اجازت کے بغیر ہی روانہ ہو گیا تب حافظ صاحب نے کہا کہ بیٹا جس صورت میں اب ہو حضرت میاں صاحب کی زیارت کے بعد یہ صورت نہ رہے گی۔ لڑکا جب حضرت میاں صاحب کی زیارت کے بعد رخصت ہونے لگا تو اپنے والد کی بات بیان کی۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا کل جانا۔ الغرض وہ جب وہاں سے رخصت ہو کر اپنے شہر میں آیا تو کوئی شخص اسکو نہیں پہچانتا تھا۔ یہاں تک کہ اہل محلہ اور خویش واقارب نے بھی شناخت نہ کیا۔ لیکن جب اپنے والد کے پاس آیا تو انہوں نے اپنے لختِ جگر کو پہچان لیا۔ اور فرمایا کہ الحمد اللہ اللہ تعالیٰ نے اس اخیر زمانہ میں حضرت سرور کائنات کی امت کی رہبری کے لئے ایسے پیر روشن ضمیر کو پیدا کیا ہے۔

نقل (۶۸) حضرت میاں صاحب علاقہ مارڑ میں شہر کے ایک تالاب پر اپنے کپڑے پاک کر رہے تھے۔ تالاب کے نگران نے آپکو وہاں سے کپڑے دھونے سے بہتیرا منع کیا۔ لیکن آپ نے سنی ان سنی کر دی۔ وہ عاجز آ کر اس امر کی اطلاع کرنے راجہ کے پاس روانہ ہوا۔ اسکو راستہ

ییں راجہ کالڑکا ملا جو شکار کھیل کر تالاب کی طرف آرہا تھا۔ اس نے سارا ماجرا اس سے کہہ دیا۔ راجہ کا لڑکا اسکی بات سنکر غصّے میں آگ بگولا ہوگیا اور برہمی کے عالم میں حضرت کو منع کرنے کے لئے تالاب کی طرف بڑھا۔ اور بڑے تحکم سے کہا کہ تالاب کو خراب نہ کرو۔ حضرت میاں صاحب نے نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تو راجہ کا لڑکا اور اسکے دوسرے ساتھی بے اختیار کلمہ کا ورد کرنے لگے۔ سبحان اللہ ؎

آزمودم بارہا ایں نرگسِ بیمار را یک نگہہ مجنوں کند صد زاہداں ہشیار را

سب ذوق وشوق میں ایسے بیخود ہوئے کہ گھوڑوں سے نیچے گر پڑے۔ بعد ازاں حضرت میاں صاحب تو مسجد کی طرف چلے گئے اور مخبروں نے یہ ماجرا راجہ سے جاکر بیان کیا۔ راجہ اسی وقت اپنے ہمراہ فوجی دستہ لیکر مسجد کی طرف آیا۔ جب وہ مسجد کے صحن کے دروازے پر پہنچا تو نمازی بلبلا کر صحن میں آکھڑے ہوئے۔ حضرت میاں صاحب بھی صحن میں تشریف لے آئے آپنے راجہ سے مخاطب ہوکر فرمایا " جس کو تم ڈھونڈتے ہو وہ یہی فقیر ہے۔ راجہ کی نظر آپ پر پڑی تو وہ بھی معہ ساتھیوں کے کلمہ شریف پڑھنے لگے۔ غرض وہ راجہ مسلمان ہوا اور مریدوں میں شامل ہوا۔

نقل (۶۹) نقل ہے کہ حضرت میاں صاحب ملک ماڑیا سورت بندر میں تشریف لیگئے۔ ایک مسجد میں بیٹھے تھے کہ مسجد کے ملّا نے بار بار بلند آواز سے کہنا شروع کیا کہ افسوس اس زمانہ میں کوئی محمدی صاحبِ کرامت موجود نہیں ہے جو اس مسجد کو گرنے سے بچا سکے۔ کیونکہ راجہ اپنی حویلی کو مربع کرنے کیلئے اس مسجد کو گرانے کے درپئے ہے۔ مسجد گرادی جائے گی۔ آپنے یہ سن کر فرمایا محمدی موجود ہیں۔ جاؤ میری طرف سے راجہ سے کہدو کہ تمہاری حویلی درست ہے۔ مسجد کو گرانے کی ضرورت نہیں۔ ملّا نے کہا کہ حضرت میں راجہ کے پاس جانے سے ڈرتا ہوں۔ بہر حال آپکے سمجھانے سے وہ راضی ہوگیا۔ اور راجہ کے پاس جاکر آپ کا پیغام پہنچایا۔ راجہ نے اپنے دو خدمتگاروں کو ملّا کے ہمراہ کرکے کہلا بھیجا کہ کچھ کمال رکھتے ہو تو کوئی کرامت دکھاؤ۔ ورنہ چپ ہو رہو۔ حضرت نے یہ سنکر فرمایا کہ راجہ سے دریافت کرو کہ وہ جلالی کرامت دیکھنا چاہتا ہے یا جمالی۔ ہم دونوں قسم کی کرامتیں

دکھا سکتے ہیں۔ راجہ نے کہلا بھیجا کہ ہم جلالی کرامت سے پناہ مانگتے ہیں۔ آپ جمالی کرامت دکھائیں۔ اتفاقاً راجہ کے ایک خدمت گار کے ہاتھ میں تھال تھا۔ آپ نے اس تھال کو پکڑ کر اسے اپنی مٹھی میں رکھ لیا اور انگلیوں سے دودھ کے فوارے جاری ہو گئے۔ جب طشت دودھ سے بھر گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ دودھ راجہ کو پلا دو۔ راجہ چونکہ مجرد اس کرامت کا سن کر فریفتہ ہو گیا تھا۔ اس لئے خوشی خوشی پی گیا۔ دودھ کا پینا تھا کہ زبان و دل سے کلمہ شریف جاری ہو گیا۔ پھر دوڑا دوڑا آیا اور حضرت کے پاؤں پر گر پڑا اور تمام متعلقین کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہوا۔ اور حلقہ بگوشوں میں شامل ہو گیا۔

نقل (۷۰) ایک دفعہ حضرت میاں صاحب ملک ماڑ میں تشریف لے گئے۔ وہاں کی رسم تھی کہ کافر لوگ مسلمانوں کی کمزوری کے باعث بتوں کو چھتوں پر رکھتے تھے۔ ایک محل کی چھت جس پر بت دھرے ہوئے تھے۔ اس کے نیچے ایک گلی تھی۔ جس میں حضرت میاں صاحب کا گذر ہوا تو تمام بت جو اس چھت پر تھے سرنگوں ہو گئے۔ یہ حال دیکھ کر کافر بہت پریشان ہوئے اور خدمت میں حاضر ہو کر دست بستہ عرض کی "الامان الامان۔"

نقل (۷۱) ملک ماڑ میں ایک بہت بڑا بت خانہ تھا۔ جس کی دہلیز پر بتوں کی حفاظت اور تعظیم کیلئے راجہ کی سپاہ دن رات پہرہ دیتی تھی۔ اتفاقاً دو تین فقیروں کے ساتھ حضرت کا وہاں سے گذرا ہوا۔ غیرت اسلامی اور حمیت دینی جوش میں آئی۔ آپ بتوں کو توڑنے کیلئے بت خانے میں داخل ہو گئے۔ کسی محافظ کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ آپ کو اندر آنے سے روکتا۔ آپ نے اندر جا کر اطمینان سے تمام بت توڑ ڈالے۔ راجہ یہ ماجرا سن کر معہ ارکان حکومت کے حاضر خدمت ہوا اور ہاتھ جوڑ کر امان کا طالب ہوا۔ اور کسی قسم کی مزاحمت یا گستاخی نہ کر سکا۔

نگردد خوار مقبول تو یارب

فائدہ۔ ولی کو کرامت دکھانے کی اجازت نہیں۔ لیکن تین مواقع پر یہ ضروری اور لابدی قرار پاتی ہیں۔ اوّل جب شرع کا اعزاز قائم رکھنے کیلئے ظاہری اسباب کفالت نہ کریں تو ولی کو چاہیئے کہ کرامت دکھا کر شریعت کا اعزاز قائم کرے۔ جیسا کہ فتاوی برہنہ میں لکھا

ہے کہ ہر سال ملک روم سے ہارون الرشید خلیفہ بغداد کے پاس خراج آیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ رومیوں نے خراج نہ بھیجا اور یہ حجت پیش کی کہ علمائے اسلام ہمارے عالموں سے بحث کریں۔ اگر ہمارے عالم ہار جائیں تو ہم بدستور مال دیں گے ورنہ جواب صاف ہے۔ ہارون الرشید نے امام شافعی رضی اللہ تعالٰے عنہ، سے مشورہ کیا۔ اور دریائے دجلہ کے کنارے موقع مقررہ پر مناظرہ طے پایا۔ جب تمام متخاصمین اور تماشبین جمع ہو گئے تو امام صاحب بھی کندھے پر کمبل ڈالے آموجود ہوئے۔ آپنے اپنا کمبل دریا میں پانی کے اوپر بچھا دیا اور اسکے اوپر بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا جو شخص ہمارے ساتھ مناظرہ کرنا چاہے یہاں آبیٹھے۔ مناظرین پر یہ کیفیت دیکھکر سکتہ طاری ہو گیا کسی کی زبان سے کچھ نہ نکلا بلکہ چار سو رومی اسی وقت زنار توڑ کر مسلمان ہو گئے۔ جب یہ خبر روم پہنچی تو رومیوں نے کہا کہ غنیمت ہے وہ شخص روم میں نہیں آیا ورنہ یہاں کوئی زنار بند نہ رہنے پاتا۔ سبحان اللہ یہ اسی امی گویا بزبان فصیح کے علوم مخفیہ کے کرشمے ہیں جو آپکے خادم ہزاروں بے دینوں اور سرکشوں کے زنار بیک نگاہ تڑوا ڈالتے ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

نگار من کہ بہ مکتب نرفت و خط نہ نوشت

بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

دوم۔ اپنے مرید کا عقیدہ مضبوط اور مستحکم کرنے کیلئے کرامت دکھانا لازم ہوتا ہے۔ تاکہ وہ کرامت دیکھکر عبادت و ریاضت شاقہ کا بار اٹھانے میں قوی دل ہو جائے۔ اور کماحقہ، محنت کرنے سے قاصر نہ رہے۔ چنانچہ فوائد الفوائد میں درج ہے کہ ایک دفعہ ایک فیلسوف خلیفہ بغداد کی خدمت میں آیا اور اپنے ناپائیدار دلائل سے جنکی بنیاد ایسی عقل نارسا پر تھی جسکو نور نبوت سے کچھ بہرہ نہ تھا۔ خلیفۂ وقت کو بہکانا شروع کیا۔ اسکی روزانہ تعلیم سے قریب تھا کہ خلیفہ کی طبیعت عقائد حقہ اسلامیہ سے پھر جائے کہ یہ خبر وحشت اثر حضرت شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو پہنچی۔ آپنے سوچا کہ اگر خلیفہ دین فلاسفہ کی طرف راغب ہو جائے گا۔ تو بڑا غضب ہوگا۔ ہزاروں بندگان خدا بموجب الناس علی دین ملوکہم کے راہ حق سے پھر جائیں گے یہ سوچ کر آپ خلیفہ کے دولت خانہ کے دروازے پر آکھڑے ہوئے۔ خلیفہ کو آپکی تشریف آوری

کی خبر ہوئی۔ قضاء کار اس وقت وہ حکیم اور بادشاہ خلوت میں بیٹھے علمی مسائل پر بحث کر رہے تھے بادشاہ نے حضرت کو اندر آنے کی اجازت دی۔ جب آپ تشریف لے گئے تو ان سے جو آپ کے خوف سے چپ ہو گئے تھے۔ پوچھا کہ اس وقت کیا گفتگو ہو رہی تھی۔ خلیفہ نے تو آئیں بائیں شائیں کر کے ٹالنا چاہا مگر حضرت شیخ کے اصرار پر حکیم نے کہا کہ جناب ہم اس وقت یہ بحث کر رہے تھے کہ حرکت تین قسم کی ہوتی ہیں۔ طبعی۔ ارادی۔ کسری۔ طبعی حرکت وہ ہے کہ کوئی چیز بذاتِ خود اپنی جگہ بدلے۔ جیسے کہ ایک پتھر کو اٹھا کر ہاتھ سے چھوڑیں تو وہ خود بخود زمین پر گر پڑے گا۔ پس پتھر کی اس حرکت کا نام حرکت طبعی اور حرکت ارادی ہے۔ حرکت کسری وہ ہے۔ کہ دوسرے کے زور سے کسی چیز میں حرکت پیدا ہو۔ جیسا کہ کسی پتھر کو اٹھا کر اوپر پھینکیں تو وہ آسمان کی طرف چلا جائے گا۔ بس جس حرکت سے یہ آسمان کی طرف اچھلا ہے وہ حرکت کسری ہے اور حرکت کسری کے گھٹ جانے پر جس حرکت سے زمین پر گر پڑتا ہے وہ حرکت طبعی ہے۔ اور ان تینوں قسم کی حرکات میں سے آسمان میں طبعی حرکت ہے شیخ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا قول درست نہیں ہے کیونکہ آسمان میں حرکت کسری ہے اور اسکو ایک فرشتہ حرکت دے رہا ہے۔ پھر اس فرشتہ کی صورت شکل اور تمام نشانیاں بتائیں۔ حکیم نے اس بیان پر تعجب کا اظہار کیا۔ آپنے فرمایا میں نے جو کہا وہ درست ہے۔ کیونکہ سرور کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف کا یہی مضمون ہے۔ حکیم ہنسنے لگا۔ آپنے اس نالائق کی یہ حرکت دیکھکر اسے چھت سے نکل کر میدان میں بیٹھنے کا حکم دیا۔ جب وہ باہر آیا تو حضرت شیخ شہاب الدین نے اپنا منہ آسمان کی طرف کیا اور جناب الٰہی میں یہ درخواست کی کہ اے الہ العالمین جو کچھ تیرے خاص بندوں کو آتا ہے وہ انکو بھی دکھلا۔ بعد ازاں خلیفہ سے ارشاد فرمایا کہ آسمان کیطرف دیکھو خلیفہ اور حکیم نے آسمان کیطرف دیکھا تو دونوں کو وہی فرشتہ جسکی شکل صورت حضرت بیان فرما چکے تھے آسمان میں پھرتا ہوا نظر آیا۔ یہ کرامت دیکھکر خلیفہ اس حکیم یاوہ گو کے دین باطل سے پھرا اور مذہب اسلام میں راسخ العقیدہ ہوا۔

پس واضح ہو کہ حضرت سلطان التارکین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو جو کرامتیں اس کتاب

میں درج ہیں اور علاوہ انکے ہزاروں جو احاطہ تحریر میں نہیں سما سکتیں سب کی سب انھیں تین چار قسموں میں سے ہیں۔

نقل (۷۲) تارک فضول میاں محمد مقبول کھوکھر علیہ الرحمتہ نقل کرتے ہیں کہ ایکدفعہ میں حضرت سلطان التارکین کے پاس موجود تھا اسوقت لنگر کا انتظام میرے ذمہ تھا۔ ایک رات آپنے فرمایا بھئی مقبول! فقراء کے خرچ کیلئے پیسے ہیں یا نہیں۔ میں نے عرض کیا۔ "حضرت پیسے تو سب خرچ ہو چکے ہیں"۔ آپ یہ جواب سن کر خاموش ہو گئے۔ جب صبح کے وقت نماز فجر کی سنتیں پڑھنے کیلئے اٹھے اور چادر کندھوں پر ڈالی تو اس وقت دامن مبارک سے مینہ کی طرح روپے گرتے تھے اور یہ فقیر جمع کرتا جاتا تھا۔

نقل (۷۳) مخدوم العلما قدوۃ الفضلا حافظ کلام جلیل حضرت حافظ محمد اسماعیل جنکے وجود میں ہر ایک شخص انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء کے آثار نمایاں دیکھتا تھا ایک دفعہ حضرت قطب الاقطاب مخدوم جہانیاں قدس سرہ العزیز کی خانقاہ پر حضرت سلطان التارکین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ کچھ دیر آپکے پاس تنہا بیٹھکر استفادہ کیا۔ رخصت ہوتے وقت آنسو آنکھوں میں بھر کر بولے حضرت میاں صاحب کے بارہ میں لوگوں کا جسقدر خیال ہے آپ اس سے کہیں زیادہ ہیں۔ صاحب صدق وصفا حضرت شمس الدین مرحوم فرماتے تھے کہ حضرت میاں صاحب نے حافظ کو رخصت کر کے ارشاد فرمایا تھا کہ حافظ صاحب پیشتر بھی خوب تھے۔

نقل (۷۴) نقل ہے کہ علمائے مہربان فقرائے کے جان نثار میاں محمد یعقوب شہید مرحوم بچپن میں مرض چیچک کے باعث قریب المرگ تھے۔ اتفاقاً حضرت میانصاحب وہاں تشریف لائے۔ انکی والدہ روتی دھوتی حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر طالب دعا ہوئیں۔ آپنے فرمایا کہ مریض کو گائے کے گوشت کا شوربہ دے دو انشاء اللہ شفا ہو جائے گی۔ واقعی جب شوربا دیا گیا تو مایوس العلاج فوراً تندرست ہو گیا۔

نقل (۷۵) نقل ہے کہ اوائل حال میں حضرت میاں صاحب بیت اللہ کی زیارت کے لیے جہاز پر سوار ہوئے۔ جہاز کے ملاح مزدوری کے سلسلے میں لوگوں سے دست و گریبان

ہو رہے تھے۔ چونکہ حضرت کے پاس اس وقت کوئی چیز موجود نہ تھی اس لیے چپ ہو رہے۔
لیکن جب انہوں نے آپکو بہت مجبور کیا تو حکم الٰہی سے ایک مچھلی دریا میں سے نکلی اور دو بڑے
بڑے موتی حضرت کے دامن میں ڈال گئی۔ آپ نے وہ دونوں موتی ملاح کو دیدئے۔ موتی لیکر
بھی ملاح کو صبر نہ آیا بلکہ زیادہ سختی کرنے لگا۔ اس نے کہاکہ آپ تو موتیوں کے تاجر ہیں اپنا سرمایہ
دکھا کر مال کی زکوٰۃ ادا کریں۔ اسکے تشدّد سے میاں صاحب خفا ہو گئے۔ اسی اثنا میں حکم الٰہی
سے اطراف وجوانب سے مخالف ہوا چلنے لگی۔ اور جہاز ڈوبنے لگا۔ ناخدا کے ہمراہ ایک اور
عارف بھی کشتی میں سوار تھے۔ انہوں نے کہا اے ناخدا تمہارے نوکروں نے ولی زماں سے کیساتھ
بے ادبی کی ہے اسلیئے انکی حرکت ناشائستہ کی وجہ سے یہ ناگہانی بلا ہم پر نازل ہوئی ہے۔ پس
سب لوگوں نے منّت کر کے حضرت میاں صاحب کو منایا۔ جب حضور کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو ہوا کا
طوفان بھی ختم ہو گیا۔ اس صاحبِ باطن نے حضرت سے عرض کیاکہ یا حضرت اس ابتدائی عمر میں
اللہ تعالیٰ کی ایسی عنایت کے آپ پر ظاہر ہونے کا کیا سبب ہے۔ آپنے فرمایاکہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر
جانتا ہے۔ ہاں مجھے اتنا معلوم ہے کہ میں نے ایک دفعہ ایام قحط میں ایک بھوکے پیاسے کتے کو
ایک کنوئیں کی منڈیر پر پڑا دیکھا۔ اس پر مجھے بہت رحم آیا۔ اس لیئے میں نے سات مقبولہ حج
سات روٹیوں کے عوض فروخت کر کے اس کتے کو پیٹ بھر کر کھلایا۔ کتے نے سیر ہو کر آسمان
کی طرف منہ کیا۔ معلوم ہوتا تھاکہ دعا کر رہا ہے پس اس روز سے میں اللہ تعالیٰ کی روز افزوں
عنایت اپنے اوپر دیکھتا ہوں۔

نقل (۷۶) مولوی محمد حسین کے سر میں ہمیشہ درد رہا کرتا تھا۔ جس سے بیچارے بہت پریشان تھے
اتفاقاً ایک دفعہ حضرت میاں صاحب کیخدمت میں تشریف لائے تو حضرت وضو کر رہے تھے۔
مولوی صاحب نے یہ موقع مناسب جان کر دردِ سر کے بارہ میں عرض کیا۔ آپنے فرمایا کہ
بطریق سُنت تمام سر کا مسح کیا کرو۔ انشاءاللہ دردِ سر رفع ہو جائے گا۔
معلوم ہوا کہ مولوی محمد حسین پیشتر سارے سر کا مسح نہ کرتے تھے اسی لئے آپنے سارے
سر کے مسح کا حکم دیا۔

نقل (۷۷) ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ داجل کے جناب شاہ ابوالفتح، حضرت میاں صاحب کی خدمت میں گئے۔ شاہصاحب کے ہمراہ ایک شخص بارادہ دامن گرفتگی حضور میں آیا تھا قدمبوسی کے وقت شاہصاحب نے اسکے متعلق سفارش کی۔ آپنے فرمایا کہ یہ شخص پہلے بھی مجھ سے مل چکا ہے۔ شاہصاحب نے عرض کی کہ حضرت! یہ تو پہلی دفعہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا بھائی ازل میں ملا تھا۔ (تنبیہہ) جب حاضرین مجمل بیان کو نہ سمجھے تو آپ نے مفصل ارشاد فرمایا۔

نقل (۷۸) حافظ قاری خیرپوری صاحب کے قلب میں ایک دفعہ کدورت ہوجانے سے ذکر قلب میں قصور واقع ہوا۔ اس حالت کی درستی کے واسطے حافظ صاحب حضرتؒ کی خدمت میں گئے۔ آپ قضائے حاجت کے لئے نالہ نورنگاہ کی طرف تشریف لے گئے تھے۔ حافظ صاحب بھی پانی کا کوزہ اٹھا کر ساتھ ہو لئے۔ آپنے قضائے حاجت سے فارغ ہو کر کوزہ طلب کیا تو حافظ صاحب نے یہ موقع غنیمت جان کر اپنی کیفیت بیان کی۔ حضرت نے ان کے دل کے مقام پر اس طرح انگلی پھیری جسطرح کوئی کھانے کے برتن کو چاٹتا ہے۔ پھر انگلی اٹھا کر ناک کے پاس لے گئے اور اسطرح منہ بنایا جیسے کوئی بدبو کے مارے بناتا ہے۔ پھر ناک پر سے انگلی ہٹا کر فرمایا اب خیر ہے۔ پس حافظ صاحب کا قلب جاری ہو گیا۔

نقل (۷۹) نقل ہے کہ خیرپور نورنگا میں میاں غلام محمد اور حاجی غلام رسول کی والدہ شدتِ مرض سے قریب المرگ تھیں۔ انہوں نے مایوس ہو کر انکی تجہیز و تکفین کی تیاری شروع کر دی۔ اسی اثنا میں حضرت میاں صاحب بھی وہاں تشریف لے آئے۔ مریضہ کی بیٹی حضرت صاحب کو اپنے گھر میں لے آئی اور رو رو کر عرض کرنے لگی کہ حضرت! مائی صاحبہ کی وفات سے ہمارا گھر ویران ہو جائے گا۔ کیونکہ ہم لولے لنگڑے انکے سایہ میں آرام سے دن کاٹتے ہیں انکی آہ و زاری دیکھکر حضرت کا دریائے فیض جوش میں آیا اور دعا کے واسطے جناب الٰہی میں دونوں ہاتھ اٹھا دیئے۔ بعد دعا کے فرمایا کہ حضرت غوث الثقلین نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ یعنی ایک شخص جو جان کنی کی حالت میں تھی اس کیلئے دعا فرمائی تھی اور وہ اچھا ہو گیا تھا۔ حاصل کلام

یہ کہ مائی صاحبہ آپکی دعا سے صحت یاب ہو گئیں۔

فائدہ:۔ حضرات القدس میں لکھا ہے کہ شب برات کو صبح کے وقت حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ نے مکاشفہ سے معلوم کیا کہ شیخ طاہر لاہوری کا نام جو حضرت مجدد کے خاص مریدوں میں تھے نیک بختوں کی فہرست سے خارج کر کے بدبختوں کے دفتر میں درج کیا گیا ہے پس یہ معاملہ دیکھکر جناب باری میں آپ متوجہ ہوئے۔ اسی اثنا میں عرش پر جو نگاہ کی تو وہاں اس امر کو قضائے مبرم لکھا تھا۔ بڑے حیران ہوئے۔ اسی عالم حیرت میں آپکو حضرت غوث الثقلین قدس سرہٗ کا یہ قول یاد آگیا کہ قضائے مبرم میں کسی شخص کو تصرف کرنے کی طاقت نہیں ہے، مگر اسکے باوجود آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیکر اور ان کو شفیع مان کر نہایت عجز و انکساری سے جناب الٰہی میں مناجات کرنے لگے کہ اے خداوند ذرہ نواز جب تونے اپنے برگزیدہ بندوں میں سے ایک بندے کو اس نوازش سے سرفرازی بخشی ہے۔ تو اگر کمترین کو بھی اسی عنایت سے ممتاز فرمائے تو تیرے فضل سے کچھ بعید نہیں ہے پس اس وقت آپکو معلوم ہوا کہ قضا کی قسموں میں سے ایک ایسی قسم ہے کہ لوح محفوظ میں تو مبرم ہے اور اللہ جل شانہ کے نزدیک شفاعت یا کسی دوسرے امر پر موقوف اور معلق ہے اس قسم کی مبرم قضا میں تصرف کرنے کی طاقت مقربان خاص میں سے کسی نہ کسی کو دی جاتی ہے اور کو وہاں مجال دم زدن نہیں ہے۔ اور جو قضا عند اللہ مبرم ہے اسمیں بالکل تغیّر و تبدل نہیں ہو سکتا۔

فقہ اکبر کی شرح میں سلطان دار الملک راز سید محمود گیسو دراز قدس سرہٗ لکھتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ یمحو اللہ ما یشاء ویثبت یعنی یمحو اللہ المعاصی عند التوبۃ اور مفسروں نے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے انھیں معنوں پہ اتفاق کیا ہے۔ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ گناہگاروں کے گناہ ایسے محو اور نابود کرتا ہے گویا کہ ان سے گناہ صادر ہی نہیں ہوئے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہٗ (جو شخص توبہ کرتا ہے۔ وہ اس شخص کی مانند ہے جس نے کبھی گناہ نہیں کیا) القصہ اخبار و آثار سے ہمیں یہ بات معلوم

ہوتی ہے کہ تقدیر دو قسم کی ہوتی ہے۔ محکم اور مبرم۔ محکم نفسی علم ہے کہ فلاں شخص اسقدر عمر پاکر مرجائے گا۔ اور یہ تقدیر بالکل نہیں بدلتی۔ مبرم وہ ہے۔ کہ اندازہ کیا جاتا ہے۔ کہ فلاں شخص اسقدر عمر پائے گا۔ اگر اس اثنا میں ایسی نیکی کرے۔ مثلاً صدقہ دے یا کسی حقدار کے حقوق کی رعایت کرے تو اسکی عمر میں اور اضافہ کر دیا جائے گا۔ ایک دفعہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صبح کی نماز پڑھی اور صحابہؓ حاضرین سے فرمایا کہ "زید نہیں رہا" اس لئے سب صاحب کفن دفن کا سامان لیکر زید کے دروازے پر گئے۔ زید صحیح سلامت گھر سے نکلا اور سرور کائنات کا قدمبوس ہوا۔ اصحاب حیران ہوئے کہ رسولِ خدا خبر دیں اور ظاہر ہو اسکے برخلاف۔ بڑے تعجب کی بات ہے۔ سرور عالم بھی اپنے دل میں بجائے خود حیران تھے کہ میں نے یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہی تھی۔ بلکہ اس امر کی خبر مجھے جبرائیل علیہ السلام نے دی تھی۔ آپ اس تردد میں تھے کہ جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور بیان کیا کہ اے رسول اللہ جناب الٰہی سے ارشاد ہوا ہے کہ ہم نے زید کی عمر پوری کر دی تھی۔ مگر آج کی رات اس نے صدقہ دیا تھا۔ اس لئے ہم نے اسکی عمر میں دس سال اور بڑھا دیئے۔ پس یہ تقدیر مبرم ہے۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ جو لوحِ محفوظ میں مکتوب ہے محوی اور اثباتی ہے مگر علم نفسی میں جسے تقدیر محکم کہتے ہیں بالکل تبدیلی نہیں ہو سکتی۔"

پس جاننا چاہیئے کہ دو ولیوں کے کلام میں جو بظاہر ایک دوسرے سے الگ معلوم ہوں اختلاف نہیں ہوتا۔ چنانچہ یہ امر اس شخص پر جو دونوں فریقوں کے اقوال سے واقف ہے پوشیدہ نہیں۔

ایک معتبر کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ ایک نوجوان شخص اور ایک عورت نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر التماس کی کہ یا حضرت آپ ہمارا نکاح کر دیں۔ آپ نے شرع شریف کے حکم کے موافق ان کا نکاح پڑھ دیا۔ وہ ہنسی خوشی وہاں سے اپنے گھر روانہ ہوئے۔ جب یہ دونوں حضرت سلیمان علیہ السلام کی مجلس سے نکل رہے تھے تو

اسی وقت حضرت عزرائیل علیہ السلام حضرت کی خدمت میں تشریف لائے اور عرض کیا کہ حضرت آپ انکی خوشحالی اور خوشی کو دیکھکر متعجب نہ ہوں کیونکہ مجھکو جناب الہی سے پانچویں دن اس نوجوان کی روح قبض کرنے کا حکم ملا ہے۔ لیکن اس کے بعد پانچ دن چھوڑ پانچ ماہ گذرنے پر بھی اس کا کوئی بال بیکا نہ ہوا۔ حضرت سلیمان علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نہایت متحیر و متعجب ہوئے کہ یا الہی یہ کیا ماجرا ہے۔ تیرا فرشتہ بھی سچا اور صادق القول ہے اور اسکے کہنے کے برخلاف نوجوان کو بھی زندہ پاتا ہوں۔ آپ اسی سوچ میں تھے کہ حضرت ملک الموت آپکے پاس آن موجود ہوئے۔ پیغمبر خدا نے اس سلسلے میں ان سے استفسار کیا تو فرشتہ نے جواب دیا کہ بیشک مجھکو بارگاہِ الہی سے پانچ روز کے بعد اسکی روح قبض کرنے کا حکم ملا تھا جیسا کہ میں نے خدمت میں عرض کیا تھا مگر جب وہ دونوں آپکے دربار سے نکلے تو راستہ میں انکو ایک سوالی مل گیا۔ جوان نے راہ خدا میں اسکو ایک درہم دیا۔ سوالی نے دعا دی۔ "جاؤ بابا خدا تمہاری عمر میں برکت دے۔" پس اس صدقہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھکو اسکی روح قبض کرنے میں توقف کا حکم دیا ہے۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ اِتقوا النار ولو بشق تمرۃٍ (بچو تم دوزخ کی آگ سے صدقہ دیکر اگرچہ وہ کھجور کی پھانک کے برابر ہو) مطلب یہ ہے کہ صدقہ دیا کرو اس میں قصور نہ کرو اور تھوڑے بہت کا خیال نہ کرو کیونکہ تھوڑا صدقہ بھی ضائع نہیں ہوتا۔

امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ روایت فرماتے ہیں کہ میرے پیارے میری دونوں آنکھوں کے نور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسوقت صدقہ صدقہ دینے والے کے ہاتھ سے نکلتا ہے تو سائل کے ہاتھ میں آنے سے پہلے پہلے پانچ باتیں کہتا ہے۔ اوّل میں ناچیز اور حقیر تھا۔ آپنے مجھے راہِ خدا میں صرف کر کے بزرگ اور باعظمت بنا دیا ہے۔ دوم میں تھوڑا تھا آپنے مجھکو زیادہ کر دیا۔ سوم میں آپ کا جانی دشمن اور دلی بدخواہ تھا۔ آپنے مجھکو مہربان دوست بنا لیا ہے۔ چہارم میں فانی اور نابود ہونے والا تھا۔

آپ نے مجھکو خلعتِ بقا سے سرفراز کر دیا ہے۔ پنجم پہلے آپ میرے رکھوالے اور نگھبان تھے اب میں آپ کا محافظ و نگھبان ہوں"

نقل (۸۰) مجموعۂ کمال ینبوعۂ جلال و جمال عالم ربانی مقبولِ بارگاہ باری جناب مولوی جمال محمد جلال پوری علیہ الرحمتہ نے جب یہ سنا کہ حضرت سلطان التارکین راگ سنتے ہیں۔ تو بڑی شان و شوکت اور زرق و احتشام کے ساتھ امر معروف کیلئے حضرت کے پاس چلے۔ اثنائے راہ میں مولوی صاحب کے دل میں خیال آیا کہ اس امر کی بابت فراغت کے وقت تنہائی میں میاں صاحب سے تذکرہ کیا جائے گا۔ کیونکہ ایسے بزرگ کو معمولی لغزش کے سلسلہ میں لوگوں کے سامنے زجر و توبیخ کرنا مناسب نہیں۔ مولوی صاحب یہ سوچ کر واپس، گھر آگئے۔ آپکا گھر پہنچنا تھا کہ دل میں جذباتِ الٰہی پیدا ہوئے اور اس آفتابِ ہدایت (میاں صاحب) نے باطنی تصرفات سے مولوی صاحب کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ اس کے بعد مولوی صاحب بے اختیار ہو کر آپکی خدمت میں آئے اور مجلس کے دروازے پر پہنچ کر بے تابانہ فریاد کی۔ اہلِ مجلس میں سے اکثر لوگ یہ خیال کر کے ڈرے کہ محتسب ہے، سماع کے ساز پھاڑ ڈالے گا۔ اور ہماری ہتک کرے گا۔ حضرت میاں صاحب نے فرمایا دروازہ کھولدو۔ انشاء اللہ وہ جوش و خروش کا کوئی مظاہرہ نہیں کر سکے گا۔ چنانچہ دروازہ کھولنے کی دیر تھی کہ مولوی صاحب پر رحمتِ الٰہی کے دروازے کھل گئے۔ حالت بے خودی طاری ہوئی۔ شورش کرنے اور زمین پر لوٹنے لگے عالمِ کیف میں کانپنے اور رقص کرتے تھے۔ کپڑے پھاڑ کر انکا تار تار جدا کر دیا۔ اور کثرتِ ذوق و شوق سے نعرہ ہل من مزید مار کر آسمان سر پہ اٹھا لیا۔ القصہ مولوی صاحب طریقِ ادب اختیار کرنے اور شاہراہِ حیا پر چلنے کے باعث حضرت میاں صاحب کی نظر پر چڑھ گئے۔ اور گوناگوں عنایات سے سرفراز ہو کر مراتبِ قرب کو پہنچے۔ بیشک ادب بڑی چیز ہے۔ جیسا کہ حضرت مولینا رومی فرماتے ہیں ؎

ادب تاجیست از لطفِ الٰہی بنہہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی

نقل (۸۱) نقل ہے کہ فیض آمود صاف ازریا غلام داؤد لودریا علیہ الرحمتہ اوائل عمر

میں راہزنی کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت سلطان التارکین میاں صاحب قبلہ سیاہ کمبل کندھے پر ڈالے اپنے خیال میں کہیں جا رہے تھے کہ غلام داؤد نے پیچھے سے آکر للکارا اور کہا اے فقیر ٹھہر جا اور جو کچھ تیرے پاس ہے یہاں رکھدے۔ آپ یہ سُنکر خاموش رہے۔ اس نے دوسری دفعہ پھر اسی طرح للکارا اور پیچھے سے آپ کا کمبل اتارا۔ آپنے اسکی طرف نظر فیض اثر سے دیکھا۔

شنیدم کہ مردانِ راہِ خدا　　دل دشمنان ہم نکردند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام　　کہ با دوستانت خلافست جنگ

نظر کی تاثیر سے بیچارہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ رات کو جب وہ اپنے گھر نہ پہنچا تو ورثا متردد ہوئے کہ شاید کہیں مارا نہ گیا ہو۔ اسلئے بعض لوگ پیدل اور بعض لوگ سوار ہو کر اسکی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ تمام جنگل چھان مارا لیکن اس کا کہیں پتہ نہ چلا۔ جب صبح ہوئی تو شاہی راستہ میں اسکو از خود بے خبر پایا۔ اٹھا کر گھر لائے۔ اصل صورت حال کا تو کسی کو علم نہ تھا۔ کسی نے خیال کیا کہ کسی دیو یا پری کا اس پر اثر ہو گیا ہے۔ اسی اثنا میں ایک مطرب گاؤں میں آیا اور ساز رنگیں کے ساتھ اپنی سُر ملائی۔ جس کو سُنتے ہی میاں غلام داؤد رقص کرتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ حاضرینِ مجلس حیران تھے۔ جب ہوش میں آیا تو سب کو اپنا قصّہ سنایا اور فی الفور وہاں سے اٹھکر حضرت قبلۂ عالم کی خدمت میں چلا گیا۔ وہاں پہنچتے ہی اس فیضِ الٰہی کے معمور خزانہ سے بے قیاس نعمت حاصل کی اور مراتبِ عالیہ کو پہنچا۔

ایک دفعہ حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمتہ اللہ علیہ کی حضرت سلطان التارکین سے ملاقات ہوئی تو چونکہ انہوں نے غلام داؤد کو پہلے کہیں دیکھا ہوا تھا۔ اسلئے فرمایا کہ حضرت آپ کے دامن گرفتوں میں غلام داؤد مقامات بلند اور مدارج ارجمند رکھتا ہے۔ اس جیسا کوئی دوسرا فقیر ہمیں نظر نہیں آتا۔ حضرت میاں صاحب نے جواب دیا کہ ہاں ٹھیک ہے۔ بشرطیکہ دنیاداروں کی طرف راغب نہ ہو۔ چنانچہ کچھ دن بعد آپکے فرمودہ کا ثمر ظاہر ہوا کیونکہ کچھ عرصہ غلام داؤد اوچ متبرکہ میں حضرت مخدوم گنج بخش کی خدمت میں رہا تھا۔ مگر آخر کار اسجگہ کو چھوڑ کر خلوت گزیں اور اہل دنیا سے کنارہ کش ہو گیا۔

آں کس کہ ترا شناخت جاں را چہ کند　　فرزند و عیال و خانماں را چہ کند
دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی　　دیوانۂ تو ہر دو جہاں را چہ کند

نقل (۸۲) مقبول الصمد مولوی صالح محمد مرحوم ساکن قریہ کرمانی نقل کرتے ہیں کہ میں اوچ متبرکہ میں شرح ملا پڑھا کرتا تھا۔ ایک دفعہ یہ خبر پہنچی کہ حضرت سلطان التارکین ایک گاؤں میں جو اوچ سے تین کوس کے فاصلہ پر واقع ہے تشریف لائے ہیں۔ میں اپنے ایک شاگرد محمد لاڑ نامی کو لیکر جو نہایت کند ذہن اور سخت مزاج تھا حضرت کی زیارت کیلئے روانہ ہوا۔ نمازِ عصر کے آخری وقت ہم اس گاؤں میں پہنچے۔ گاؤں کے باہر ایک مسجد تھی۔ اس میں یہ سوچ کر ٹھہر گئے کہ اب تو زیارت کا موقعہ نہیں۔ وقت تنگ ہے۔ رات اس مسجد میں گذاریں۔ علی الصباح انشاء اللہ دولتِ پابوسی سے مشرف ہوں گے۔ ہم مسجد میں بیٹھے تھے کہ عشاء کے اول وقت ایک شخص نے مسجد کے دروازے میں کھڑے ہو کر آواز دی۔ "میاں صالح محمد۔ میاں صالح محمد" میں نے سوچا کہ کوئی اور صالح محمد ہو گا۔ کیونکہ اس گاؤں میں میرا تو کوئی واقف نہیں ہے۔ پھر اس بلانے والے نے یوں آواز دی۔ "میاں صالح محمد ڈیرہ وال" تب میں نے حیران ہو کر جواب دیا۔ اس نے کہا بھائی آؤ حضرت میاں صاحب تم کو کھانا کھانے کے واسطے بلاتے ہیں۔ میں گیا۔ اور قدمبوسی حاصل کی۔ آپ نے میرے حال پر کمالِ توجہ مبذول فرمائی۔ جیسا کہ کوئی قدیم آشنا کے ساتھ پیش آتا ہے۔ روٹی کھا کر میں نے رخصت طلب کی کہ اب تو مسجد میں جا کر سو رہتا ہوں۔ صبح کو پھر دولتِ دیدار حاصل کروں گا۔ میاں محمد طالب علم نے اسی وقت حضرت سے وظیفہ دریافت کر لیا اور میرے ساتھ چلا آیا۔ ہم مسجد کی سیڑھیوں سے چڑھکر چھت پر بیٹھ گئے۔ میاں محمد نے ابھی اوپر پایہ پر قدم رکھا تھا کہ اتفاقاً ایک لڑکے نے کچھ گایا۔ میاں محمد سنتے ہی زمین پر گر پڑا اور ایسا جوش و خروش میں آیا کہ بیان سے باہر ہے۔ میں حیران تھا کہ حضرت میاں صاحب کے کمالِ توجہ سے ایسا سخت دل اور بے عقل و متمرد شخص ایک دم کیسا گداز ہو گیا۔ میں نے اپنے دل میں مصمم ارادہ کیا کہ تحصیلِ علم سے فارغ ہو کر ضرور میانصاحب کے ہاتھ پر بیعت کروں گا۔ غرض صبح کو کھانا کھا کر رخصت ہوا اور اوچ آگیا۔ مگر رات ہونے سے پہلے ہی

میری حالت بھی دگرگوں ہو گئی ۔ بے قراری اور اضطراب سے خود کو سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ خیر رات نوجوں توں کرکے کاٹی۔ صبح کو نور کے تڑکے آپکے پیچھے روانہ ہوا ۔ موضع رام کلی میں حضرت سے جا ملا اور وہیں صدقِ دل اور پوری ارادت کے ساتھ جناب کے دائرہ متوسلین میں داخل ہوا۔

نقل (۸۳) میاں محمد بندہ کو ر نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت میاں صاحب اسپ تِے کل (آپکے گھوڑے کا نام) پر سوار ہو کر کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ اس وقت تنہا میں آپ کے ہمراہ گھوڑے کے آگے آگے دوڑتا ہوا چلا جاتا تھا کہ آپکی رحمت کا دریا جوش میں آیا اور فرمایا میاں محمد آ تجھکو واصل باللہ کردوں ۔ میں نے عرض کیا یا حضرت فقیری علم کے بغیر معتبر نہیں۔ بعد تحصیلِ علم عنایت فرمائیں ۔ آپنے فرمایا جتنا علم[1] ان اسباب میں ضروری ہوتا ہے۔ اتنا فرشتگانِ

---

[1] حضرت قبلۂ عالم نے بعض اولیا کاملین و علمائے متبحر کے ۔ چند اقوال کا خلاصہ جو خاص اوقات میں انکی زبان سے نکلے اور اختلافِ حالت و قرائن کے سبب بظاہر انکے مفہوم میں دقت اور دشواری تھی انکی وضاحت فرمائی۔ حضرت جنید بغدادی کے اقوال بیان کئے۔

(۱) مرید صادق عالموں کے علم سے بے نیاز ہوتا ہے ۔

(۲) سورۃ فاتحہ اور قُل ہو اللہ کے سوا جکی نماز پنجگانہ میں ضرورت ہے مریدوں کو اور کچھ سیکھنا پڑھنا نہ چاہیئے ۔

(۳) جو مرید عورت نکاح میں لائے اور علم سیکھے ۔ اس سے کوئی کام نہیں ہو سکتا ۔

دوسری جگہ فرمایا ۔ معرفت کی راہ وہ شخص پاتاہے جو کتاب اللہ اپنے دائیں ہاتھ میں لے اور سنت حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم بائیں ہاتھ میں لے تاکہ ان دونوں شمعوں کی روشنی میں راستہ طے کرے اور شبہات کے گڑھوں اور بدعت کے غاروں میں گرنے سے بچے۔ شیخ بدرالدین اپنی کتاب "حضرات القدس" کے پانچویں حضرت میں فرماتے ہیں کہ طالب علموں کو تحصیلِ علم کی طرف ترغیب دیتے تھے ۔ اور تحصیل علم کو طریقہ صوفیہ پر چلنے پر ترجیح دیتے تھے ۔ اور چونکہ اس عاجز کو بباعث غلبہ حال کے پڑھنے سے لذت حاصل ہوا کرتی تھی ۔ اسلئے ازراہِ مہربانی فرمایا کرتے تھے ۔ کہ سبق لاکر پڑھو کیونکہ صوفی جاہل شیطان کی چھیڑخانی ہے ۔ چنانچہ شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی نے فرمایا ہے ۔ کہ

خیالات نادانِ خلوت نشین
بہم بر نہد عاقبت کفر و دین

الٰہی سکھا دیتے ہیں۔ آدیر مت کر۔ میں نے پھر عرض کہ حضرت علم ظاہری کسی کو علم وہبی والہامی پر ترجیح ہے۔ آپنے فرمایا اچھا تیری مرضی۔ اتنے میں اور رفیق بھی جو پیچھے تھے آملے۔ اور بات ختم ہو گئی (انتہی) پس میاں محمد کے علم ظاہری کا یہ حال تھا کہ مطول پڑھنے کے وقت گلستان بھی نہیں پڑھا سکتے تھے حضرت کی وفات کے بعد اس بات کو یاد کر کے زار زار روتے تھے کہ افسوس میری بدبختی اور شومیٔ قسمت نے اس دریائے فیض سے مجھے محروم رکھا۔

تہیدستانِ قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آبِ حیوان تشنہ می آرد سکندر را

نقل (۸۴) لہبط اسرار سبحانی عبدالحکیم خاں پرجانی رحمتہ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت قبلۂ عالم سلطان التارکین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس نیاز مند کے والد ماجد مہرو خاں پر جو کہ نہایت ضعیفُ العمر اور مرتاض تھے، بڑی شفقت فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ میرے والد بزرگوار نے آپ سے عرض کیا کہ حضرت قبلہ اگرچہ آپکا معمول ہے کہ کسی شخص کے پاس ایک رات سے زیادہ نہیں ٹھہرتے مگر از راہ بندی نوازی و ذرہ پروری کمترین کے پاس دو راتیں اقامت فرمایا کریں۔ آپنے فرمایا۔ "مہرو خاں! فقیر کا دل ایک ہی مقام پر دو راتیں رہنے سے بہت گھبراتا ہے۔ مجھے ایسی تکلیف سے معارف رکھو۔" والد صاحب نے عرض کیا "قبلہ عالم اگر ایک جگہ میں رہنے سے آپکی طبیعت گھبراتی ہے تو یہ خادم آپکے واسطے دو بیٹھکیں تیار کرالے گا۔ ایک رات ایک بیٹھک میں تشریف رکھیں اور دوسری رات دوسرے مقام میں آرام فرمائیں۔ ع

چہ خوش بود کہ بر آید بیک کرشمہ و دو کار

حضرت نے والد صاحب کے اخلاص ومحبت اور کثرتِ شوق دیکھکر تبسم فرمایا اور انکی درخواست منظور کر لی۔ چنانچہ اسکے بعد جب تشریف لاتے دو راتیں غریب خانہ پر قیام فرماتے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ بہ تقریب دعوت آپ ہمارے مسکن کی طرف تشریف لارہے تھے۔ جب گاؤں کے قریب پہنچے تو باہر ہی سے مولوی اہل اللہ صاحب سے ملنے کیلئے ان کے کنوئیں کی طرف مڑ گئے۔ مولوی صاحب بعد ملاقات از راہِ تعصب فتاویٰ برہنہ نکال لائے اور وہ مقام

کہ جہاں حرمتِ سماع کا بیان ہے کھول کر سامنے رکھدیا۔ انکی اس حرکت سے آپکی طبیعت ملول ہوئی اور غصّے میں آکر فرمایا کہ میں ان اسباب میں لاچار ہوں۔ اگر سر کاٹ ڈالو تو بھی نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ کہکر بے اختیار ذکر کرتے ہوئے گوٹھ کا راستہ چھوڑ کر پا پیادہ دوسری طرف کو تشریف لے گئے۔ ہمیں مولوی صاحب کی خصلتِ طبع پر بہت افسوس ہوا اور منانے کے لئے حضور کے پیچھے دوڑے۔ جب آپکے پاس پہنچے تو فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ فقیر پھر کبھی یہاں نہیں آئے گا۔ ہم نے عرض کیا کہ حضرت کھانا تیار ہے۔ اسے نوش فرمالیں۔ پھر آپ کو اختیار ہے۔ ارشاد فرمایا کہ جو گاؤں ہمارے سامنے نظر آتا ہے اس میں کھانا لیکر آجاؤ۔ لاچار ہم نے اسی طرح حکم کی تعمیل کی۔ آپ کھانا کھاکر وہاں سے تشریف لے گئے۔ پھر عرصہ دراز تک ہمارے غریب خانہ کو اپنے قدوم میمنت سے لزوم سے سرفراز نہ فرمایا۔ ہم آپکی خفگی اور ناراضگی سے اکثر مشوش اور پریشان رہا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حُسن اتفاق سے موسم سیلاب کے دوران حضرت موضع گوٹھ بخشا قسمانی میں تشریف لائے۔ میں نے اپنے بھائی سے کہا کہ آؤ حضرت کی خدمت میں چلیں اور دعوت کیلئے عرض کریں۔ بھائی نے جواب دیا کہ اس وقت حضرت کو یہاں بلانا اور دعوت کرنا قرینِ مصلحت نہیں ہے۔ کیونکہ پہلے ہی آپکی طبیعت مکدر اور یہاں آنے سے متنفر ہے۔ ایسا نہ ہو کہ زیادہ خفا ہو جائیں۔ بھائی کی اس رائے کے باوجود میں مُلّا دین محمد کو ساتھ لیکر علی الصباح گوٹھ بخشا قسمانی میں پہنچ گیا۔ آپ اس وقت صبح کی نماز پڑھ رہے تھے۔ ہم بھی نماز میں شریک ہو گئے۔ نماز سے فارغ ہو کر قدمبوسی کی۔ آپنے بڑی محبت سے معانقہ اور مصافحہ کیا اور مہربانی سے ہمارے حال پر متوجہ ہوئے۔ ادھر اُدھر کی باتیں کرتے کرتے موقع پاکر ہم نے اپنا مقصد بیان کر دیا کہ حضرت بہت مدت گذر گئی ہے آپ غریب خانہ پر تشریف نہیں لائے۔ آپکے پیچھے والد ماجد بھی انتقال کر گئے۔ اور بڑے بھائی صاحب بھی جو کہ والد بزرگوار کے قائمقام تھے اس دار فانی سے کوچ کر گئے انکی تعزیت اور ہم پسماندگان کی تسلی کیلئے بھی آپکی تشریف آوری ضروری تھی۔ اب آپ جس طرح ہو سکے غریب خانہ پر تشریف لے چلیں۔ آپ یہ سنکر جلال میں آگئے اور فرمانے لگے کہ ہم

کو فاتحہ خوانی سے کیا مطلب ۔ ہم سخت شرمندہ ہوتے ۔ دل میں بھائی کی رائے کا خیال آیا۔ تو ندامت اور بھی بڑھی ۔ دل میں کہا کہ اگر بھائی کی بات مان لیتے تو یہ ندامت بھی نہ اٹھانی پڑتی اور حضرت کا مزاج مبارک بھی اسقدر برہم نہ ہوتا مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔

جان من خود کردہ خود کردہ را تدبیر چیست

یعنی اب پچھتائے کیا ہو وت جب چڑیاں چگ گیئں کھیت ۔ غرض ہم دونوں وہاں سے خوار و خجل ہو کر نکلے کہ حاضرین میں سے بھی کسی نے ہم پر التفات نہ کی ۔ مسجد کے دروازے پر گھوڑے بندھے ہوئے تھے ۔ انکو کھول کر آہ و زاری کرتے گھر روانہ ہو گئے جب ہم اس مقام پر پہنچے جہاں اب صاحبزادہ حافظ محمد عارف دام سرفہم نے اپنے رہنے کیلئے کوٹلہ بنا رکھا ہے تو میں نے اتفاق سے پیچھے مڑ کر نظر کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت قبلۂ عالم تن تنہا قمیص کا دامن اٹھائے دوڑے آرہے ہیں ۔ مَیں نے اپنے ساتھی ملاّ دین محمد سے کہا کہ گھوڑے سے نیچے اترو حضرت سلطان التارکین تشریف لارہے ہیں ۔ ہم دونوں گھوڑوں سے نیچے اترے تو آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اب فقیر تمہارے اختیار میں ہے جیسا کہو گے۔ ویسا ہی عمل کرے گا ۔ میں حضرت کی یہ بات سنکر بہت خوش ہوا گویا سوکھے کھیت کو پانی ملا ۔ میں نے باادب گذارش کی کہ حضور بس یہی درخواست ہے کہ غریب خانہ پر تشریف لے چلیے ۔ مشتاقان دیدار کو اپنی زیارت سے مسرور کیجیے اور ہمارے کلبۂ احزان کو اپنے قدموں کی برکت سے رشک جناں بنا دیجیے ۔

نہ زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود   سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

اتنے میں حضرت کے ہمراہی بھی ہم سے آن ملے اور قسمانی والوں نے بھی حاضر ہو کر عرض کی کہ حضرت کھانا پک رہا ہے ۔ ابھی تیار ہوا چاہتا ہے ۔ آپ قدرے تامل فرمائیں۔ کھانا تناول فرما کر تشریف لے جائیں ۔ آپ نے فرمایا میرا اختیار نہیں ۔ عبدالحکیم خاں سے پوچھو اگر یہ منظور کرے تو ہم راضی ہیں ۔ مَیں نے عرض کیا حضرت اگر کھانا تیار ہے تو لے آئیں بس آپ تو میرے ہمراہ تشریف لے آئیے اور تھوڑی دیر بعد قسمانی صاحبان کھانا لیکر ہماری بستی

میں آ گئے۔ عبدالحکیم مرحوم کہتے تھے کہ حضرتؒ وہ لطف اور مہربانی اس وقت بندہ پر مبذول فرمائی تھی۔ کہ اتنک وہی راحت اور سرور محسوس کرتا ہوں اور شب و روز ان کے باطنی توجہات سے وہی خوشی بدستور حاصل ہے۔

نقل (۸۵) ایک دفعہ حضرت سلطان التارکین جذباتِ الہیہ کے ابتدا میں نماز جمعہ ادا کرنے کہروڑ کی جامع مسجد میں تشریف لے گئے۔ بدن پر اتنا کپڑا تھا جتنا خاص حصوں کو چھپانے کیلئے ضروری ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور چیز پاس نہ تھی۔ مسجد کے دروازے پر لکھا ہوا تھا۔ المومن فی المسجد کالسمک فی الماء والمنافق فی المسجد کالطیر فی القفس۔ آپ اسے پڑھکر جوش میں آ گئے۔ رومال جو سر پر ڈال رکھا تھا اسے کبھی سر سے اتارتے اور کبھی سر پر ڈالتے۔ بار بار یہ شعر بھی پڑھتے جاتے تھے۔

خوبرویان کشادہ روشن اند　　　　تو کہ پوشیدۂ مگر زشتی

بزرگانِ مسجد اور برگزیدگان شہر نے یہ حال دیکھکر معلوم کیا کہ یہ شخص کون ہے جو اتنی چھوٹی سی عمر میں جذب و مستی کے عالم میں ہے۔ نماز ادا کرنے کے بعد آپنے رومال سر سے اتار کر ہاتھ میں لے لیا۔ اور وہاں سے روانہ ہو گئے۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت آج عید کا دن ہے۔ پھر کھانا بھی موجود ہے۔ آپ مہربانی کر کے کچھ تناول فرمائیں تو ہماری سرفرازی ہو گی۔ حضرت نے جواب دیا کیا مضائقہ ہے۔ پس لوگ بڑے شوق کے ساتھ اپنے گھروں میں گئے۔ اور کھانا لے آئے بہت سا کھانا جمع ہو گیا۔ حضرت نے کھانا شروع کیا مگر عجب ہیئت سے۔ جلدی جلدی بڑے بڑے نوالے منھ میں ڈالتے اور اونٹ کی طرح نگل جاتے تھے۔ ایک دو آدمیوں کی خوراک کھا کر اوپر سے پانی کا بھرا ہوا لوٹا پی گئے۔ اس محلے کے تمام آدمی ایک ایک رکاب لائے۔ اور کھلا گئے۔ اسطرح آپنے تقریباً ایک سو آدمیوں کا کھانا اور ساٹھ ستر پانی کے لوٹے پیئے۔ اسکے بعد شہر سے نکل جنگل کا رخ کیا۔ لوگ اشتیاق کے مارے پیچھے پیچھے ہوئے۔ آپ لوگوں کو رخصت کرتے اور ٹھہر جانے کا حکم دیتے تھے۔ یکبیک پیچھے مڑ کر کھڑے ہو گئے۔ اور فرمایا کہ ہمارے پیچھے سے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی بو آرہی ہے۔ یہ کہکر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہاں کے سجادہ نشین سید صاحب کی پالکی نمودار ہوئی۔ جو حضرت کی زیارت کیلئے تشریف لارہے تھے۔ بعد ملاقات شاہ صاحب تو واپس چلے گئے۔ اور آپ باقیماندہ لوگوں کو رخصت کرکے جنگل کو نکل گئے۔ باقی لوگ تو واپس چلے گئے۔ لیکن دو تین علمائے اہل محبت نے آپکا پیچھا نہ چھوڑا، جب بہت دور چلے گئے تو انکو بھی ارشاد فرمایا کہ اب آپ بھی ٹھہر جائیں۔ لاچار وہ بھی کھڑے ہوگئے اور حسرت بھری نظروں سے آپکو دیکھتے رہے۔ آپ تھوڑی دور جاکر ایک گنبد نما جال کے درخت میں گھس گئے۔ اور وہ رمال جو آپکے ہاتھ میں تھا وہ بھی باہر پھینک دیا۔

بیشک ترک اسی کا نام ہے۔ حضرت شیخ سہیل عبداللہ تستری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بندے اور مولا کے درمیان دنیا سے بڑھکر اور کوئی حجاب نہیں۔ آدمی جس قدر دنیا کے ساتھ مشغول ہوتا ہے۔ اسی قدر حق سے دور ہوتا ہے۔

(فائدہ) عالم ربانی مولوی عبداللہ خاں چانڈیہ ساکن ڈیرہ غازیخاں حضرت میاں صاحب کا یہ واقعہ بیان کرکے فرماتے تھے۔ کہ ایک قطبُ الوقت نے اپنی کتاب میں تحریر فرمایا ہے۔ کہ جب سالک منتہی ہوکر واصل باللہ ہوجاتا ہے تو اس کا پیٹ نور کی کان بن جاتا ہے پھر جو کچھ کھائے پیئے نور بن جاتا ہے۔ ثقل یا بدہضمی نہیں کرتا۔ بہرحال تعجب کا مقام تو یہ ہے کہ جو مرتبہ دوسرے کاملین کو انتہائی درجہ میں حاصل ہوتا ہے وہ میانصاحب کو ابتدائے حال میں حاصل تھا۔

حضرت سلطان التارکین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادت تھی کہ اکثر خاموش رہتے یا فرمانِ الٰہی اور ارشادِ نبوی کا بیان فرماتے۔ اپنا ظاہری و باطنی حال بالکل ظاہر نہ کرتے مگر محض مردانِ طریقت کی عبادت۔ ریاضت۔ اخلاق جوانمردی پر حرص دلانے اور ترغیب کی خاطر کبھی کبھی رمزاً یا کھلم کھلا کچھ فرمایا کرتے تھے چنانچہ ایک دفعہ ایسے ہی موقع پر ارشاد فرمایا کہ کہ اوائل حال میں فقیر پر تجرید۔ تفرید۔ وحشت۔ ترک و بے تعلقی کا اسقدر اثر تھا کہ جب کبھی دھوپ سے پناہ لینے کیلئے کسی درخت کی طرف جاتا تو وہ درخت بھاگ جاتا۔ پھر ایک دفعہ فرمایا آدمی

کو ایسی ہمت اور محبت سے ذکر کرنا چاہیئے کہ ہر ایک مسام سے خون جاری ہو جائے۔

نقل (۸۶) شیخ نجیب الدین قدس سرہٗ کے پوتے شیخ المشائخ رکن الدین فردوس فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں ملتان گیا اور حضرت شیخ الاسلام صدر الملتہ والدین قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت شیخ الاسلام نے خادموں کو کھانا لانے کا حکم دیا۔ خادم فی الفور کئی قسم کے مکلف کھانے جیسے کہ سلاطین کے دستار خوان پر ہوتے ہیں لے آئے۔ شیخ السلام نے مجھے بھی کھانے کیلئے کہا۔ اگرچہ میں اسوقت روزے سے تھا لیکن اُکُل مع المغفور فھو مغفور کو نظر میں رکھکر ساتھ بیٹھ گیا۔ اور شیخ کے ارشاد کی تعمیل میں کسی طرح کا عذر نہ کیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت شیخ ہر نوع کے کھانے کمالِ رغبت سے تناول فرما رہے ہیں۔ میرے دل میں خیال گذرا کہ اگرچہ ایام بیض کا روزہ مہمانوں کی خاطر توڑنا روا ہے۔ مگر پھر بھی کم کھانا اچھی بات ہے۔ جب میرے دل میں یہ خیال آیا تو حضرت شیخ نے نور عرفان سے اس خیال پر آگاہ ہو کر جواب دیا کہ میاں رکن الدین! جو شخص اندرونی حرارت سے کھانے کو نور کر سکتا ہے اس کو تقلیل طعام پر مقید رہنا ضروری نہیں ہے۔ جیسا مثنوی مولانا روم میں مرقوم ہے۔

چونکہ لقمہ می شود در تو گہر تن مزن ہر چند بتوانی بخور

نقل (۸۷) میاں دین محمد داجلی روایت کرتے ہیں کہ ایکدفعہ حضرت میاں صاحب اسپ توکل پر چڑھے ہوئے بہاولپور کے بازار میں تشریف لے جا رہے تھے اور یہ کمترین بھی آپ کے ہمرکاب تھا۔ اتفاقاً گھوڑا ہنہنایا۔ میاں صاحب نے بڑے زور سے گھوڑے کو ڈانٹا اور فرمایا "او احمق" میرے دل میں یہ خیال گذرا کہ میاں صاحب کا یہ کلام تو بالکل بے معنی ہے۔ کیونکہ گھوڑا اپنی آواز میں جسے ہنہنانا کہتے ہیں ذکرِ حق کرتا ہے۔ اس سے منع کرنا کیا معنی؟ آپ نے میرے خیال پر مطلع ہو کر فرمایا کہ میاں دین محمد توکل گھوڑیوں کو دیکھ کر ہنہنایا تھا۔ اسلئے اسے منع کیا ہے۔ ذکر حق میں مشغول نہ تھا جیسا کہ تم نے خیال کیا۔

نقل (۸۸) مصدر صدق و صفا میاں دین محمد داجلی نقل کرتے ہیں کہ سعادتِ ازلیہ کی رہبری سے اس فقیر کے دل میں یہ شوق پیدا ہوا کہ خاندانِ ادلیسیہ قادریہ کے مسند نشین

سلطان التارکین حضرت سیرانی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر دولتِ دین حاصل کروں۔ اور آپکے ارادتمندوں میں داخل ہو کر دونوں جہان میں سرخروی حاصل کروں۔ چنانچہ ڈیرہ غازیخاں سے حضرت کی طرف روانہ ہوا۔ چونکہ کمترین اس سے پہلے حضرت حافظ نور محمد کی صحبت کے اثر سے اکل حلال میں بڑا محتاط تھا۔ اس لئے زادِ راہ کیلئے کسی قدر چنے جو کسب حلال سے پیدا کئے گئے تھے۔ اپنے ساتھ رکھ لئے تاکہ جہاں کہیں طعام میں شبہ ہو توان پر اکتفا کیا جاسکے۔ چلتے چلتے دریائے چناب کے کنارہ پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضرت سیرانی بادشاہ کے ایک مرید جو موزہ دوز ہیں اس نواح میں رہتے ہیں۔ میرے جی میں آیا کہ انکی خدمت میں چل کر میاں صاحب کے متعلق دریافت کروں اور انکی زبان سے حضرت کے حالات اور اوصاف و کمالات سُنکر حظ اٹھاؤں۔ اس نیّت سے اس بزرگ کی خدمت میں گیا۔ چونکہ وہ صاحب اربابِ کمال اور اصحابِ معرفت میں سے تھے۔ اسلئے نورِ معرفت سے میرے اکل حلال میں احتیاط کرنے اور اس نیت سے چنے بطور زاد دراہ پاس رکھنے کا انہیں علم ہو گیا۔ چنانچہ بوقتِ رخصت بڑی تاکید سے انھوں نے ارشاد فرمایا کہ میاں ذبن محمد میں تمکو ایک نصیحت کرتا ہوں۔ اسکو گوشِ دل سے سنو اور یاد رکھو کہ جب حضور میں پہنچو تو اسکا لحاظ رکھنا کہ تم اکل حلال میں جو ظاہری کوشش کرتے ہو۔ اس کا اظہار میاں صاحب کے سامنے نہ کرنا۔ بلکہ وہاں اس احتیاط کا خیال ہی دل میں نہ لانا۔ ایسا نہ ہو کہ یہ بات خودسرائی اور دوسروں کو حقیر سمجھنے کا موجب ہو۔ کیونکہ اوّل تو مقربانِ تحقیقی اور کاملانِ حقیقی کے پاس پہنچنے۔ کھانے پینے وغیرہ کی چیزیں بالکل آنے نہیں پاتیں اور اگر بالفرض کہیں ایسا دیکھو کہ قطعی حرام انکے پاس آگئی ہے تو ہرگز بدظن نہو جاؤ۔ کیونکہ مقبولانِ بارگاہ کی نظر میں ایسی تاثیر اور خاصیت رکھی گئی ہے کہ جسکی برکت سے وہ حرام طاہر اور حلال ہو جاتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ دیکھو شراب قطعی حرام ہے مگر اللہ تعالےٰ نے نمک میں ایسی تاثیر اور خاصیت رکھی ہے اگر شراب میں ڈال دیا جائے تو سرکہ بن جاتا ہے جو حلال طیب ہے۔ لہذا جب نمک میں یہ تاثیر ہے کہ ایک حرام چیز کو حلال کر دیتا ہے تو کاملین کی آنکھیں جو محبتِ الٰہی کی کسوٹی ہیں۔ حرام کو حلال کیسے نہیں کر سکتیں۔

میں یہ نصیحت سُنکر بہت خوش ہوا اور وہاں سے چل پڑا۔ جب حضرت کی خدمت میں پہنچا تو میں نے جو تصور آپکے کمال کا کیا ہوا تھا اس سے کہیں زیادہ آپکو پایا۔

داماں نگہہ تنگ گل حسن تو بسیار گل چینی تو از تنگی داماں گلہ دارد

نورِ معرفت سے آپکو بھی اکل حلال کے سلسلے میں میری محتاط طبیعت کا حال معلوم ہو گیا۔ چنانچہ آپنے فرمایا میاں دین محمد لوگوں کی روزی مثل دریا کے ہے اور روزی خواروں کے سبطیوں اور قبطیوں کی طرح دو گروہ ہیں کہ جب دونوں گروہ پانی لیکر پینا چاہتے تھے تو حکمتِ الٰہی سے ایک کے ہاتھ میں تو یہ بدستور پانی کا پانی رہتا تھا۔ اور دوسرے کے ہاتھ میں خون بن جاتا تھا۔ بلکہ ایک سے برتن انکے ہاتھ میں پانی سے اور خون سے بھرے ہوئے نظر آتے تھے۔

نقل (۸۹) مخزنِ علم و معدنِ حلم فرشتہ خصال مولوی محمد رحمتہ اللہ علیہ ساکن مظفن کوٹ روایت کرتے ہیں کہ میں بہاولپور میں حافظ محمد فاضل مرحوم کی خدمت میں پڑھا کرتا تھا اور دل میں یہ شوق رکھتا تھا کہ بطور تبرک ایک دو سبق حضرت سلطان التارکین سے پڑھوں گا تاکہ آپکی برکت سے منازلِ علم جلدی طے ہوں۔ جن دنوں میں شرح عقائد شروع کرنے والا تھا تو حسنِ اتفاق سے آپ بہاولپور میں تشریف لے آئے۔ میں خوشی خوشی شرح عقائد بغل میں دبا کر آپکی ہیں حاضر ہوا اور موقع پاکر عرضِ مطلب کر دیا۔ حاضرینِ مجلس نے میری اس جسارت کو محسوس کیا لیکن اس عارفِ کامل کی نظر میری نیت اور حُسن عقیدت پر تھی اسلئے میری درخواست قبول کر لی گئی۔ اور فرمایا پڑھو۔ میں نے حسب الارشاد بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ ۵ پڑھکر عبارت حقائقَ الاشیاءِ ثابتہ والعلم بھا متحقق پڑھی۔ آپ نے فرمایا کہ تمام چیزوں کی حقیقت موجود اور سامنے ہے۔ مگر اندھوں کو نظر نہیں آتیں اس لئے وہ محض علم قشری پر اکتفا کرتے ہیں اور اسکے مغز سے غافل رہتے ہیں۔

پھر میں نے کتاب بند کر دی اور رخصت ہوا۔ آپکی زبانِ فیض ترجمان کی برکت سے مطلبِ دلی کو پہنچا۔

نقل (۹۰) میرے پیر و مرشد قبلۂ عالم سلطان العارفین میاں سلطان احمد قدس سرہٗ فرماتے

تھے کہ میں اوائل طالب علمی میں تختی پر ایک تعویذ لکھا کرتا تھا۔ اتفاق سے ایک روز حضرت میاں صاحب تشریف لائے اور فرمایا کہ میاں احمد تعویذ لکھ رہے ہو۔ مارے شرم کے میرے منہ سے کچھ نہ نکلا اور تختی زمین پر رکھدی۔ آپ مسکرائے اور ایک ورق میرے جزدان سے نکال کر اپنے دست مبارک سے ایک تعویذ لکھا اور چند سطروں میں اسکے لکھنے کی ترتیب اور فوائد بھی لکھ دیئے۔ پھر فرمایا کہ تم کو اس نقش کی اجازت ہے۔ بموجب ارشاد میں نے اس تعویذ کو لکھ لکھ کر خوب ضبط کیا کچھ مدت بعد جہاں میں پڑھا کرتا تھا وہاں کے جاٹوں نے میرے استاد اور دیگر علماء سے جھگڑا کیا اور ان کے خلافِ شان حرکتیں کیں۔ جسکی وجہ سے علماحضرات وہاں سے کوچ کر گئے۔ میں اس وقت ایک کلال کے گھر میں جو میرا آشنا تھا بیٹھا ہوا تھا۔ جب مجھے اس واقعہ کی اطلاع ملی تو بڑا غصہ آیا۔ اور کلال سے ایک کوزہ لیکر اس پر تعویذ لکھا اور بموجب شرائط عملدرآمد کر کے وہاں سے نکلا اور استاد کے پاس باہر آیا۔ میرا وہاں سے نکلنا تھا کہ قدرتِ الٰہی سے اس گاؤں میں آگ لگ گئی۔ جس سے جاٹ بڑے حراساں ہوئے۔ اور قرآن شریف پر ہاتھ رکھکر کہا کہ ہم امور شریعت پر مستحکم رہنے کا اقرار کرتے ہیں۔ پھر بڑی منت سماجت سے علماء کو راضی کر کے واپس لے آئے۔ جب حضرت قبلۂ عالم یہ واقعہ بیان کر چکے تو حاضرین میں سے بعض نے التماس کی کہ حضرت وہ تعویذ لکھا دیجئے۔ آپنے فرمایا کہ جس ورق پر اسکے لکھنے کی ترکیب درج تھی۔ اسکی پہلی اور تیسری دو سطریں مٹ گئی ہیں۔ اچھی طرح پڑھی نہیں جاتیں۔ لوگوں کو اسطرح ٹال دیا۔ مگر تنہائی میں میاں گل محمد فقیر سے فرمایا کہ وہ ترکیب مجھے بخوبی یاد ہے۔ لیکن اسکے دینے میں مجھے اسلیئے تامل تھا کہ تعویذ کی اجازت لینے والا اس کا مکمل اہل ہونا چاہیئے۔ تاکہ اوچھے پن اور کم ظرفی سے خلقِ خدا کو اذیت نہ پہنچائے اور ذرا ذرا سی باتوں سے خفا ہو کر لوگوں کو تکلیف پہنچانے کیلئے تیار نہ ہو جائے۔

نقل (۹۱) ایک دفعہ حضرت میاں صاحب میدان میں بیٹھے ہوئے تھے اور وہاں جانور آپکے آس پاس اڑ رہے تھے مگر حضرت کے سر کے اوپر اور مقابل میں نہیں آتے تھے۔ بلکہ ہوشیاروں کی طرح نزدیک آکر دوسری طرف لوٹ جاتے تھے۔ حاضرین کو یہ دیکھکر بڑا

تعجب ہوا پھر خیال کیا کہ یہ معاملہ انوارِ تجلیات کی کثرت کے باعث ہوا ہے۔ جو آپکی ذات سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ آپ نے نورِ معرفت سے ان لوگوں کے خیال پر مطلع ہو کر فرمایا کہ ہوا میں بھی راستے مقرر ہیں۔ جیسا کہ زمین میں ہیں پس جو جانور راستہ بدل کر اڑتا ہے اسکے پر جل جاتے ہیں اسی واسطے یہ جانور احتیاط کر رہے ہیں۔

نقل (۹۲) حکیم غلام مرتضٰے جو علم ہیئت کے ماہر تھے باوجود حواشی اور شرح کے ایک مقام شرح چغمینی کا حل نہیں کر سکتے تھے۔ اسلئے انہوں نے عاجز آکر یہ ارادہ کیا کہ حضرت میاں صاحب سے اس کا حل پوچھوں گا۔ چنانچہ حسنِ اتفاق سے جب آپ تشریف لائے تو حکیم صاحب نے کمالِ عقیدت سے آپکی خدمت میں حاضر ہو کر مشکل مقام کے متعلق عرض کیا۔ آپنے فرمایا۔ "عبارت پڑھو" جب عبارت پڑھی تو حضرت نے ایسے آسان طریقہ سے اس کا مطلب بیان کیا کہ پوری طرح اس کا مفہوم سمجھ میں آگیا۔

نقل (۹۳) ایک دفعہ حضرت میاں صاحب نے حج کی تیاری کی۔ بندرگاہ پر پہنچے۔ جہاز تیار کھڑا تھا۔ ہمراہی فقیر تو سوار ہو گیا لیکن آپ کسی وجہ سے سوار نہ ہو سکے۔ ملاحوں نے جہاز روانہ کر دیا۔ اتنے میں حضرت بھی کنارہ پر آموجود ہوئے لیکن ملاحوں نے جان بوجھ کر جہاز واپس نہ کیا۔ وہ فقیر جو آپکے ساتھ جا رہا تھا۔ یہ دیکھکر بہت تلملایا۔ چاہتا تھا کہ سمندر میں کود کر حضرت کے پاس چلا جائے کیونکہ ابھی کنارہ نزدیک تھا۔ لیکن حضرت نے اسے ایسا کرنے سے اشارہ سے منع کیا اور فرمایا فی امان اللہ تم چلو۔ القصہ جب جہاز دوسرے کنارے پر پہنچا اور فقیر جہاز سے نیچے اترا تو کیا دیکھتا ہے کہ حضرت وہاں کنارے پر بیٹھے وضو کر رہے ہیں۔ فقیر بہت خوش ہوا اور عرض کی حضرت آپ کس طرح یہاں پہنچے۔ آپنے فرمایا کہ میں مولا پاک کے جہاز پر بیٹھ کر آیا ہوں۔

نقل (۹۴) میاں محمد مقبول رہکلہ جو حضرت میانصاحب کیخدمت میں اکثر رہا کرتا تھا بیان کرتا ہے کہ حضرت اپنی زبان مبارک سے فرمایا کرتے تھے کہ عقل ہیولیٰ تین قسم کی ہے۔ اول کامل جو کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے کرام کیلئے ہے۔ دوم ناقص جو عام اہلِ اسلام کے پاس ہے۔

اور تیسری ناقص جو کفّار اور فجار کیلئے ہے۔

نقل (۹۵) ایک حاجت مند نے نہایت عاجزی سے حضرت میاں صاحب کیخدمت میں عرض کیا کہ میرے بچوں کی شادی کا معاملہ درپیش ہے اور افلاس کے ہاتھوں تنگ ہوں۔ الاقارب کالعقارب کے مصداق اگر کچھ خرچ نہ کروں گا اور برادری کو رسم کے مطابق نہ کھلاؤں گا تو تمام خویش واقارب طعنوں سے بُرا حال کردیں گے۔ آپ اس وقت ایک صحرا میں ٹہل رہے تھے ایک بیت کے تودے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اوپر سے مٹی ہٹا کر جسقدر روپیہ درکار ہے نیچے سے نکال لو۔ اس نے جب مٹی ہٹائی تو دیکھا کہ سارا گڑھا روپوں سے بھرا ہوا ہے۔ اس سے جتنا روپیہ اٹھا سکا اٹھا لیا اور باقی کافی روپیہ اسی طرح دبا دیا اور جاتے ہوئے وہاں نشان لگا گیا۔ موقع پاکر جب پھر وہاں آیا تو کچھ نہ پایا۔

طمع راسہ حرف است ہر سہ تہی

نقل (۹۶) حضرت میاں پنوں نقل کرتے ہیں کہ ایک جگہ اس فقیر کی نسبت ہو چکی تھی۔ لیکن کچھ دن بعد منسوبہ کے والدین اپنے اقرار سے پھر گئے۔ اور اس کا کسی دوسری جگہ عقد کرنے کا ارادہ کیا۔ انہیں دنوں حسن اتفاق سے حضرت قبلہ عالم ہمارے علاقے میں تشریف لائے۔ آپ گھوڑے پر سوار تھے۔ میں نے خدمت میں حاضر ہو کر عرض حال کیا۔ آپنے فرمایا میاں پنوں اچھا ہوا خداوند تعالیٰ نے تمکو اس بلا سے نجات دلائی۔ اور قید لے زنجیر میں نہ ڈالا۔ اب اس خیال کو دل سے نکال دو۔ میں نے حضرت کا یہ ارشاد سنا تو شادی کرنے کا خیال دل سے نکال دیا۔ آپ روانہ ہو گئے لیکن ابھی تھوڑی ہی دور ہو گئے ہوں گے کہ کمترین کو پاس بلا کر فرمایا میاں پنوں اس منسوبہ کو چھوڑنا بھی اچھا نہیں کیونکہ اسطرح لوگ تم پر ہنسیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ میں اس کام میں تمہاری پوری مدد کروں گا۔ اور لڑکی والوں سے از روئے شرع شریف بھی گفتگو کروں گا۔ حضرت تو یہ کہکر چلے گئے لیکن جب کسی نے میری سسرال والوں سے

حضرت کے اس ارشاد کا ذکر کیا تو انہوں نے سنتے ہی خود آ کر اپنی لڑکی کا نکاح میرے سامنے کر دیا۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت اپنے ارادت مندوں کی جسطرح دستگیری کرتے تھے بہت کم ایسا دوسرے اہل اللہ کے ہاں دیکھنے میں آتا ہے۔

نقل (۹۷) ایک دفعہ حاجی محمد اعظم اٹھوال حضرت کے ہمرکاب تھے۔ انہوں نے علاوہ ریاضت متعارفہ یعنی نوافل اور وظائف وغیرہ روزہ کی ریاضت بھی اپنے اوپر لازم کر رکھی تھی۔ اور ہر قسم کے کھانے سے پرہیز کرتے۔ افطار کے وقت تھوڑا سا دودھ پی لیتے تھے۔ اگر کہیں دعوت میں جانے کا اتفاق ہوتا تو وہاں بھی سوائے دودھ کے کچھ کھاتے پیتے نہ تھے۔ حضرت اگرچہ انکے اس معمول سے واقف تھے لیکن زبان سے کچھ نہ فرماتے تھے۔ ایک دن جو کسی شخص نے دعوت کی اور کھانا حاضر کیا تو فقراء نے میزبان کو کہا کہ دودھ بھی لاؤ کیونکہ حاجی محمد اعظم دودھ کے علاوہ کچھ نہیں کھاتے میزبان نے ہرچند ہاتھ پاؤں مارے۔ لیکن دودھ کہیں نہ ملا جسکی وجہ سے انہیں سخت ندامت ہو رہی تھی۔ قبلہ عالم کو اس صورتِ حال کا پتہ چلا تو بہت خفا ہوئے اور فرمایا واصل باللہ ہونا دودھ پینے اور دوسرے کھانوں کے چھوڑنے پر موقوف نہیں ہے۔ صاحب نصیب کو اس کا حصہ ہر طرح مل جاتا ہے۔ اپنی خواہش نفسانی کی خاطر دوسروں کو تکلیف میں مبتلا کرنا کہاں کی دانائی ہے۔

نقل (۹۸) شجاع آباد میں ایک جولاہے کی لڑکی بہت خوبصورت اور صاحبِ جمال تھی۔ لوگوں نے نواب شجاع خاں سے اسکے حُسنِ خداداد کا تذکرہ کیا تو وہ اس کا نادید عاشق ہو گیا۔

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد بساکیں دولت از گفتار خیزد

حکم دیا جسطرح ہو سکے اسکو ہمارے پاس لاؤ۔ سرکاری آدمیوں نے جولاہے پر بڑا زور ڈالا اور اُسے طرح طرح سے تنگ کرنا شروع کیا۔ وہ بیچارہ بہت گھبرایا۔ اس مصیبت سے رہائی کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ اسی عالم بے چارگی میں اس نے حضرت کو یاد کیا! اتفاقاً قبلۂ عالم وہاں تشریف لے آئے۔ اس نے الف سے یٰ تک سارا قصہ حضرت کو سنایا۔ آپ نے

فرمایا تم بلا اندیشہ لڑکی کو شجاع خاں کے پاس بھیج دو۔ اللہ تعالیٰ حافظ و ناصر ہے۔ چنانچہ لڑکی کو لباسِ فاخرہ اور زیور مرصع سے آراستہ کر کے نواب کے پاس لے گئے تو بے اختیار اسکے منہ سے نکلا یہ تو میری لڑکی ہے اور حکم دیا کہ اسے فوراً واپس لے جاؤ۔ اب یہ ہماری لڑکی ہے اور ہم اس کے باپ ہیں۔ غرض اسکو مع تمام زیورات اور لباسِ فاخرہ کے جو کہ ہزاروں روپے کا تھا صحیح سلامت والدین کے پاس بھیج دیا جب تک نواب حیات رہا اس لڑکی کی خبر گیری کرتا رہا۔ اور اپنی حقیقی لڑکیوں کی طرح اسکے ساتھ پیش آتا رہا۔

نقل (۹۹) ایک دفعہ حضرت سلطان التارکین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد کے باہر درختوں کے سائے میں تشریف رکھتے تھے۔ صاحبِ وجد و حال حاجی محمد اعظم اٹھوال جو وضو کیلئے آفتابہ بھر کر لا رہے تھے۔ کسی شخص کی آوازِ خوش سنکر وجد میں آ گئے۔ اور مستانوں کی طرح رقص کرتے حضرت کے نزدیک سے گذرے۔ آپ نے خفا ہو کر فرمایا کہ انسان کو ایسا نہیں چاہیئے کہ موقع و محل کا خیال نہ کرے۔ اور ہر جگہ کنجنی کی طرح ناچتا پھرے۔ اس نصیحت میں آدابِ شریعت و طریقت کا کسقدر لحاظ ہے۔ توفیقِ الٰہی سے جو اس پر کار بند ہو دونوں جہانوں میں مراتب بلند اور مدارج ارجمند حاصل کرے۔ خواجہ ثنائی غزنوی علیہ الرحمتہ کیا خوب فرما گئے ہیں۔

نعل اسپ سلطان شریعت سر کن	تا بود نور الٰہی بادِ چشمت مقترن
مشرہ از چشم ثنائی تیز باد اچون سناں	گر زمانے زندگی خواہد تنائے بے سنن

نقل (۱۰۰) میرے پیر و مرشد حضرت سلطان العارفین نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت قبلۂ عالم بھڈی شریف میں ہمارے غریب خانہ پر تشریف لائے۔ جو آفتابہ پاس تھا اس کا پانی تول کر دیکھا تو سنت کے موافق درست نکلا۔ فرمایا الحمد للہ از روئے قیاس تو درست تھا مگر میزان میں بھی درست نکلا۔ اسی طرح آپ چراغ کی بتی حسب ضرورت جلانے کا حکم فرمایا کرتے تھے۔ اور لکڑی جلانے میں بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے۔ سوتے وقت چراغ گل کر دیتے تھے۔ کھانا پکانے کے بعد چولھے سے لکڑیاں نکال کر کوئلوں پہ نمازِ تہجد کے وضو کیلئے پانی کا کوزہ گرم کرنے کو رکھ چھوڑتے تاکہ کوئیلوں کی گرمی بھی ضائع نہ ہو۔

یہ وطیرہ نہایت عمدہ اور مستحسن ہے۔ حد سے زیادہ خرچ کرنا اور حاجت سے زیادہ نعمتِ الٰہی اور عطیہ ایزدی کو ضائع کرنا اچھا نہیں دینداری کیلئے خاص طور پر احتیاط لازم ہے۔ تاکہ اسراف اور تبذیر میں داخل نہو۔ اللہ جل جلالہٗ کا ارشاد ہے (ان المبذرین کانو اخوان الشیاطین) مرشدی و مولائی فرماتے تھے جب کوئی شخص آپ سے سوال کرتا کہ حضرت آپ کے اور حضرت سلطان العاشقین خواجہ عبدالخالق قدس سرہٗ کے درمیان کیا رشتہ ہے تو آپ فرماتے کہ میں تو ان کا چاکر اور حلقہ بگوش غلام ہوں اور دوسرے بھائی ہیں۔

(فائدہ) شرح ارادت میں جو نہایت معتبر کتاب ہے لکھا ہے کہ فقر اور ولایت کے دائرے کی تمامیت اور کمالیت چھ مترتبہ منزلوں کے قطع کرنے پر منحصر ہے۔ ان میں سے تین منزلیں عروجی اور تین نزولی ہیں۔

منازل عروجی یہ ہیں :۔ فنافی الشیخ ۔ فنا فی الرسول ۔ فنا فی اللہ اور منازل نزولی یہ ہیں :۔ بقاء باللہ ۔ بقا بالرسول ۔ بقا بالشیخ جسے متصوفین نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ جس شخص نے یہ خیال کیا کہ فقر کے انتہا کی منزل بقا باللہ پہ ہے تو یہ درست نہیں اور وہ شخص اعلیٰ منزل پر نہیں پہنچا بلکہ اسکی بو بھی نہیں پاتا۔

حضرت سلطان التارکین کا قبلۂ عالم و عالمیان حضرت سلطان العاشقین کی خدمت میں باادب ہونے کا سلیقہ بباتگ دہل حضرت موصوف کے منزل اعلیٰ سے منزل نزولی میں آنے کی خبر دیتا ہے۔

نقل (۱۰۱) حضرت سلطان التارکین سُنتِ نبوی کے موافق کبھی کبھی فقیروں کے ساتھ گھوڑوں کیلئے گھاس کھودنے تشریف لے جاتے تو فرماتے تھے کہ آؤ زمین کی حجامت بنائیں۔ لِلّٰہِ دَرُّ فَصَاحَتِہٖ۔

نقل (۱۰۲) ایک دفعہ دیوان محمد غوث اور مولوی جمال محمد و جمال دین بھٹہ وغیرہ نے حضرت میاں صاحب سے وحدت الوجود اور مسئلہ ہمہ اوست کے متعلق گفتگو کرنی چاہی تو آپنے اس موضوع پر گفتگو کرنے سے منع فرمایا۔ اس وقت تو یہ لوگ خاموش ہو گئے۔

دوسری مرتبہ پھر کہا کہ حضرت مولانا فخر المشائخ فخر الدین دہلوی رحمتہ اللہ علیہ تو اپنے مریدیں کو اسکی تعلیم دیتے تھے۔ آپ نے یہ سُنکر فرمایا مولوی ہو یا غیر مولوی وہ جانے۔ اس فقیر کا مذہب ہمہ از اوست ہے۔ یہ جواب سُنکر سب پر سکتہ طاری ہو گیا۔ استاذی مولوی شیخ احمد ہاشمی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت سلطان التارکین کا یہ فرمان سُنکر دل میں وسوسہ پیدا ہوا کہ ہمارا اعتقاد جو معروف و مشہور کتابیں پڑھکر اس سلسلے میں ابتک تھا وہ یہ تھا کہ مذہب راجح ہمہ اوست ہے نہ ہمہ از وست کیونکہ پہلے کے قائل اکمل لوگ ہیں۔ اور دوسرے کے قائل کامل نظر آتے ہیں۔ اب حضرت کے فرمان کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید متقدمین میں اکمل کم ہوئے ہوں گے۔ آخر قدیم و جدید کتب کے معاملہ سے جو بات واضح ہوئی وہ یہ کہ ہمہ اوست اور ہمہ از وست ہر دو اقسام ہیں پہلی قسم (ہمہ اوست) ہے اور یہ مرتبہ صلحاً اور علمائ کا ہے کہ وہ اسکی پیروی کریں۔ اس راہ میں امر معروف کا معاملہ بھی آتا ہے۔ اور کبھی کبھی ہوس بھی شامل ہو جاتی ہے۔ دوسری قسم (ہمہ از وست) ہے۔ یہ مرتبہ انبیاً علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اور بعض خاص الخاص کاملین اولیائے امت نے بھی اسے متابعت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عبور کیا ہے۔ اس میں امر معروف کا معاملہ بھی ہاتھ سے نہیں جاتا اور ہوا و ہوس بھی راہ نہیں پاتیں۔ پس میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ حضرت سیرانی بادشاہ کے کلام سے ہمہ از وست سے مرتبۂ انبیاً در اخص الخواص مراد ہے۔ ویسے حقیقت یہ ہے کہ آپ باوجود مذہب ہمہ از وست کے قائل ہونے کے بعض مریدوں کو تعلیم ان مثالوں سے دیتے تھے جو طریقہ ہمہ اوست میں ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حال آپکا یہ ہو لیکن گفتگو کے وقت تعین مذہب ظاہر شریعت میں جو نظر آتا ہے اسکے مطابق ہو۔

نقل (۱۰۳) حضرت قبلۂ سلطان محمد بخش سجادہ نشین مسند اویسیہ قادریہ فرماتے ہیں۔ کہ جناب سلطان التارکین کا ارشاد ہے کہ ایمان کے معاملہ کو دنیا میں خوف کی امید پر غالب کرنا چاہیئے کیونکہ خوف مذکر ہے اور امید مونث۔ احقر نے کتب محققین اور عالمین و عارفین سے اس لطیفہ کی تصریح اس طرح کی ہے کہ موت آنے سے پہلے خوف کو امید پر غالب رکھنا

بچانا چاہیئے جو گناہوں کی دلدل میں پھنسنے سے نفس کی حفاظت کرتا ہے اور جب موت کا وقت آئے تو امید کو خوف پر غالب کرنا چاہیئے۔

نقل (۱۰۴) استاذی حضرت مولوی شیخ احمد قریشی ہاشمی رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اکثر کتب مجاہدات اصحابِ طریقت سے پتہ چلتا ہے کہ ریاضت کے واسطے سرد پانی کے بجائے گرم پانی استعمال کرنا چاہیئے۔ لیکن حضرت سلطان التارکین سالکوں کو ٹھنڈا پانی کا حکم دیتے تھے۔ اور احادیثِ نبویہ سے بھی یہ ثابت ہے ٹھنڈا پانی پینا سُنتِ نبویہ ہے۔ چونکہ حضرت سلطان التارکین اتباع سنت کا بہت زیادہ خیال کرتے تھے اس لئے کسی معاملہ کو سنت کے خلاف نہیں ہونے دیتے تھے۔

نقل (۱۰۵) مرشدی سلطان العارفین قدس سرہٗ سے نقل ہے کہ ایک دفعہ یہ فقیر اور برادرم عثمان نوری حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ موسم سردی کا تھا۔ میزبانوں نے رات کیوقت بستر جمع کئے۔ جو قبلۂ عالم نے اپنی مرضی سے تقسیم فرما دیئے ایک لحاف اور کھیس بچا تھا۔ ہم نے سوچا کہ شاید ہم کو رات سردی میں ٹھٹھر کر بسر کرنی پڑے گی۔ کیونکہ یہ بچا ہوا لحاف اور کھیس تو حضرت خود استعمال فرمائیں گے۔ جس وقت سب سو گئے اور حضور نے کھیس بچھایا اور قدم مبارک دراز فرمائے تو سر مبارک قطب کیطرف کیا اور اس فقیر اور نوری صاحب کو مشرق کی طرف اپنے ساتھ جگہ دی۔ ہم نے بہتیرا اسوئے ادب کے خیال سے وہاں سونے سے گریز کیا لیکن حضور نے بالاصرار ہمیں اسی طرح سونے کا حکم دیا۔ اس وقت میرے دل میں خیال گذرا کہ کاش حضور بعد وفات بھی اسی طریق سے مجھکو اور برادرم نوری کو جگہ دیں۔ چنانچہ نوری صاحب تو بعد وفات بھی اس نعمتِ قرب سے سرفراز ہوئے۔ ان کا مزار حضرت کے شرقی جانب ہے۔ خدا جانے اس فقیر کے نصیب میں بھی یہ سعادت ہے یا نہیں۔

نقل (۱۰۶) خیر محمد خان داد پوترہ سے روایت ہے کہ حضرت مہاروی قبلۂ عالم سے دریافت کیا کہ قبلہ مجھ یہ کہا جاتا ہے کہ بعض فقیر بغیر پروں کے اس جسم کے ساتھ اُڑتے

ہیں۔ اسکی کیا حقیقت ہے۔ آپنے فرمایا کہ جب سالک اللہ تعالیٰ سے مشغول ہوتا ہے اور ذکر کرتا ہے اسکے جسم کی کثافت آہستہ آہستہ دور ہو جاتی ہے اور وہ ایسا ہلکا پھلکا ہو جاتا ہے کہ ہوا میں اڑنے لگتا ہے۔ خیر محمد اس جواب سے مطمئن نہ ہوا۔ جب حضرت سلطان التارکین کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا تو آپ سے بھی یہ سوال کیا۔ آپنے فرمایا کہ ایک من پتھر کو تفک کا تھوڑا سا دارو بلکہ ایک ذرہ آگ کا ہزار من دارو کو ایک لمحہ میں اڑا دیتا ہے۔ اسی طرح جب عشقِ الٰہی کا ٹکڑا فقیر کے دل میں چسپاں ہوتا ہے تو وہ اسکو بلا مشقت اڑاتا ہے۔ اس فصیح و بلیغ مثال سے مسئلہ پوری طرح واضح ہو گیا۔

نقل (۱۰۷) ایک دفعہ حضرت سلطان التارکین مزار حضرت سلطان العاشقین حضرت خواجہ عبدالخالق قدس سرہٗ کیلئے غلاف بہاولپور سے تیار کرا کے روانہ ہوئے تو ہر منزل میں فجر کے وقت فرماتے کہ غلاف مبارک لے آؤ تاکہ زیارت کر لیں۔

نقل (۱۰۷) ایک دفعہ حضرت سلطان التارکین نے میاں محمد لڈن کو جو آپکے گھوڑے کیلئے گھاس کاٹنے پر مامور تھا کسی کام کیلئے حضرت سلطان العاشقین خواجہ عبدالخالق کی خدمت میں بھیجا۔ جس وقت وہ واپس آیا تو حضرت نے اس کا استقبال فرمایا اور ہاتھ اسکے پاؤں کی طرف نیچے کر کے مصافحہ کیا اور بغلگیر ہوئے۔

سبحان اللہ! پیر سے محبت و عقیدت اور انکا احترام ہو تو ایسا ہو۔

نقل (۱۰۸) حضرت سلطان التارکین سواری میں تھے کہ فقرا نے دیکھا کوئی شخص پیچھے سے دوڑتا ہوا آ رہا ہے حضرت رک گئے۔ اس شخص نے آ کر عرض کیا کہ یہ فقیر فلاں بزرگ کا مرید ہے۔ انہوں نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ کا وظیفہ پانچ سو بار پڑھنے کا فرمایا تھا۔ اتنک اس کا اثر ظاہر نہیں ہوا۔ آپ کچھ وظیفہ عنایت فرماویں تاکہ میرا کام ہو جائے۔ آپنے یہ سنکر فرمایا کہ سبحان اللہ تمہارے مربی نے کیسا عجیب وظیفہ تمہیں مرحمت فرمایا ہے۔ دو تین دفعہ اس بات کو دوہرایا۔ پھر فرمایا کہ یہ وظیفہ نماز مغرب کے بعد پڑھا کرو اور جو کچھ اثر اس کا ظاہر ہو اپنے پیر و مرشد سے اسکو منسوب کرو۔

دوسرے بزرگوں کا احترام اس کو کہتے ہیں :

نقل (۱۰۹) قاضی کشکوری مبارکپوری سے منقول ہے کہ ایک دفعہ نواب محمد بہاول خاں والی ریاست بہاولپور۔ اوچ میں کسی دیوار کے تنازعہ کے سلسلے میں تشریف رکھتے تھے انھیں کسی نے بتایا کہ قبلہ میاں صاحب قدس سرہٗ بھی آجکل اوچ کی مسجد میں تشریف فرما ہیں چنانچہ آپ اشتیاق ملاقات میں وہاں گئے تو پتہ چلا کہ حضور اس وقت مراقبہ میں ہیں۔ وہ انتظار میں دست بستہ کھڑے ہو گئے۔ اسی اثنا میں کسی کے کھانسنے سے حضرت قبلہ نے مراقبہ سے سر اٹھایا۔ پہلے آسمان کیطرف دیکھا جیسا کہ عارفوں کا دستور ہے پھر انکی طرف متوجہ ہوئے۔ جو لوگ وہاں موجود تھے سب قدمبوس ہوئے۔ بہاول خاں نے بھی قدمبوسی کی اور مصافحہ کرکے دوزانو بیٹھ گئے۔ پھر انہوں نے کہا کہ یہ غلام نائب حضور انور ہے۔ حضرت قبلۂ عالم یہ بات سُنکر غصہ میں آ گئے۔ اور فرمایا کہ اے احمق جو گناہ تائب کرتا ہے وہ منیب کی طرف پھر جاتا ہے۔ فقیر کو تمہارے اور تمہارے ملک سے کوئی واسطہ نہیں۔ بہاول خاں بہت نادم ہوا اور دہشت سے کانپنے لگا۔ کچھ دیر بعد حضرت سلطان التارکین نے فرمایا میاں بہاولخاں یہ ملک پہلے فلاں کے ذمہ تھا اور اب تمہارے ذمہ ہے۔ تمہارا فرض ہے کہ مخلوق خدا کو ہر طرح کی آسائش پہنچاؤ اور ان پر احسان کرو۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اسی میں ہے۔ اگر تمہارے اہلکار رشوت کھائیں گے اور لوگوں پر ظلم کریں گے تو اس کا عذاب تمہارے پلہ میں ہوگا اور تم جوابدہ ہوگے۔ اسکے بعد انہیں رخصت کر دیا۔

اللہ والوں کی یہی شان ہے۔ وہ دنیا اور دنیا والوں سے نہ مرعوب ہوتے ہیں اور نہ ان سے کسی طرح کا خم کھاتے ہیں۔

نقل (۱۱۰) ایکدفعہ حضرت سلطان التارکین گڑھی کنڈی میں جو اوچ متبرکہ اور خانقاہ شریف کے درمیان ہے۔ رونق افروز ہوئے۔ وہاں مجلس سماع منعقد ہوئی جس میں آپ پر ایسی حالت غوثیہ وارد ہوئی کہ اہل محفل کو سوائے ذات الٰہی کے کسی طرف توجہ نہ رہی۔ ہر شخص پر ایک عجیب کیف کا عالم طاری تھا۔ حضرت ہاتھ بلند کرکے غیب الغیب سے مٹھیاں بھر کر لوپوں

کی لیتے اور قوالوں کو دیتے۔ کافی دیر تک یہی کیفیت رہی جب مجلسِ سماع برخاست ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ خوشی خوشی روپے اپنے دستِ مبارک سے عنایت کرتے تھے اور میں قوالوں کو دیتا تھا۔

ایسی محفلیں بارہا مختلف مقامات پر منعقد ہوئیں۔ ایک دفعہ بانس بریلی میں محفلِ سماع ہوئی تو وہاں عشقِ الٰہی کے شعلے اس معدن اسرار سبحانی سے ایسے ظاہر ہوئے کہ لوگ اسکی گرمی سے تڑپتے تھے۔ کئی شہیدِ محبت ہو گئے۔

چونکہ مسئلہ سماع پر بعض اصحاب کو اختلاف ہے اور وہ اسے جائز تصور نہیں کرتے اس لئے میں یہاں اختصار کے ساتھ اسکی اباحت کے متعلق اپنی تحقیق درج کرتا ہوں۔ شرح ہدایہ میں ہے۔ التغنی للھو معصیتہ۔ یعنی لہو و لعب کے واسطے سرود سننا گناہ ہے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ شرعی غرض کے بغیر سرود بجانا۔ دف اور طبل استعمال کرنا حرام ہے۔ حاشیہ بزدوی اور شرح الوخانیہ میں سرود وغیرہ کے حرام ہونے کی صورت یہ ہے کہ وہ لہو اور بازی وغیرہ کیلئے ہوں لیکن اگر ان سے دین کی غرض پوری ہوتی ہو مثلاً شادی بیاہ۔ نمازیوں کی تیاری اور بندگانِ خدا کے دل نرم کرنے کیلئے تو مقبول ہیں۔ انھیں حرام نہیں کہہ سکتے۔ علمائے احناف کا اس پر اتفاق ہے کہ سماع سے دلوں میں نرمی پیدا ہوتی ہے۔ شوق کا جذبہ اُبھرتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے غضب و عذاب کا خوف پیدا ہوتا ہے۔ اسلئے یہ جائز ہے بلکہ عبادت کے حکم میں داخل ہے۔ عوارف میں ہے کہ سماع رحمتِ خداوندی کو کھینچتا ہے۔

نقل (۱۱۱) میاں قادر بخش ملتانی سے منقول ہے کہ یہ فقیر بچپن میں لڑکوں کے ساتھ مدرسہ میں پڑھتا تھا۔ ایک دن حضرت سلطان التارکین قلعہ ملتان میں تشریف لائے ہم زیارت کیلئے دوڑے دوڑے آپکے پاس گئے۔ قبلۂ عالم مسجد افغاناں میں حوض کی طرف تشریف رکھتے تھے۔ وہاں چڑیاں کافی جمع تھیں اور چوں چوں کر رہی تھیں۔ آپ نے انکی طرف دیکھکر کہا۔ "او احمق اللہ اللہ کرو۔ چوں چوں نہ کرو"۔ آپ کا یہ کہنا تھا کہ چڑیاں اللہ اللہ کہتی زمین پر گر پڑیں۔ اسکے بعد حضرت سلطان التارکین لوگوں سے کنارہ کرتے ہوئے حضرت مخدوم کی خانقاہ کی طرف

آکر تھلہ پر بیٹھ گئے۔ یہاں بھی زیارت کرنے والے آگئے۔ ایک ہندو (مطیع الاسلام) بتاشوں کا تھال لیکر آیا اور حضور کے نذر کر کے بولا جناب دعا فرمائیں کہ مولا پاک مجھ غریب سے راضی ہو جائے۔ آپنے فرمایا اچھا تو یہ چاہتا ہے کہ اللہ تجھ سے راضی ہو۔ بار بار یہ کلمہ دہراتے رہے یہاں تک کہ اس ہندو پر ایک جذبہ طاری ہو گیا اور وہ کلمہ طیبہ زور زور سے پڑھنے لگا۔ اسی دوران نواب مظفر خاں زیارت کیلئے آیا۔ اس نے یہ ماجرا دیکھا تو خوش ہو کر نو مسلم کو گھوڑا اور خلعت عطا کیا اور کہا کہ شہر میں جلوہ نمائی کریں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب وہ شخص اپنے گھر کے دروازے پر پہنچا تو اسکی ماں بیوی اور دوسرے لوگ جو اسے دیکھنے کیلئے باہر نکل آئے تھے محض اسکو دیکھنے سے کلمہ پڑھنے لگے۔ اس ہندو کا نام مطیع الاسلام رکھا گیا۔

نقل (۱۱۴) صلاحیت نشان میاں عبدالرحمٰن مؤذن سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت جان محمد علیہ الرحمتہ کے ساتھ حضرت قبلہ عالم کی زیارت سے مشرف ہوا اور آپکے ہمرکاب ہونے کی عزت بھی حاصل ہوئی۔ یہ عاجز حافظ صاحب کا آفتابہ اپنے کندھے پر اٹھائے ہوئے قبلۂ عالم کے گھوڑے کے آگے چلا جا رہا تھا اور باقی فقرا جو ہمراہ تھے وہ آپکے پیچھے پیچھے آرہے تھے۔ راستے میں آپ پیشاب کیلئے گھوڑے سے اترے اور مجھ سے دریافت کیا کہ میاں عبدالرحمٰن کیا یہ آفتابہ تمہارا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حافظ صاحب کا ہے۔ یہ سنکر آپ بغیر پیشاب کئے گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ تھوڑی دور گئے ہوں گے کہ ایک کنواں نظر آیا۔ وہاں اتر کر آپنے رفع حاجت کی اور پھر منزلِ مقصود کی طرف روانہ ہو گئے۔

یہاں یہ نکتہ قابلِ غور ہے کہ اگرچہ آفتابہ آپکے فدا کار حافظ صاحب کا تھا لیکن چونکہ آپنے اسکے استعمال کی اجازت حافظ صاحب سے نہیں لی تھی اسلئے بہ تقاضائے شریعت اسے استعمال کرنے سے گریز فرمایا۔

نقل (۱۱۵) حضرت قبلۂ سلطان العارفین قدس سرہُ العزیز سے منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت قبلۂ عالم بھڈی شریف میں تشریف لائے تو آپکو کھانسی کا عارضہ لاحق تھا۔ ہم نے ایک طبیب سے لعوق تیار کرا کے آپکو دیا جس سے کافی فائدہ ہوا۔ چنانچہ دوبارہ یہی لعوق

تیار کرا کے برادرم سلطان محمد قبلۂ عالم کی خدمت میں لے گئے۔ آپ نے اسے استعمال کرنے سے پہلے فرمایا کہ اس پر کیا خرچ آیا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ پنج ٹکہ۔ آپ یہ سُنکر جلال میں آ گئے۔ اور معجون واپس کر دیا۔ گویا یہ پیسے کا اسراف تھا اور معمولی تکلیف کیلئے اتنی قیمتی دوا کا کوئی جواز نہ تھا۔

نقل (۱۱۶) مولوی محمد اکرم واعظ دجلی بیان کرتے ہیں کہ سید لعل شاہ کی حُب کے تعویذ کی وجہ سے بہت شہرت تھی۔ ضرورت مند لوگ چالیس پچاس روپے دیکر ان سے تعویذ لیجاتے اور اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے۔ ایک دفعہ سید لعل شاہ نوشہرہ میں آئے ہوئے تھے۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ بندہ آپ سے ایک معاملے میں خصوصی امداد کا طلبگار ہے۔ ضرور بالضرور توجہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب یہاں سے واپس جانے لگوں تو پھر بتانا۔ چنانچہ بوقت روانگی میں نے نہایت عاجزی سے التماس کی کہ مجھے حُب کے تعویذ کی اجازت مرحمت فرمائیں انہوں نے کہا کہ واقعی یہ تعویذ میرے پاس ہے اور اسکے اثر میں بھی کسی قسم کا شک وشبہ نہیں لیکن افسوس ہے کہ اسکا عمل مجھ سے سلب کر لیا گیا ہے اور اب اس میں کوئی اثر باقی نہیں رہا۔ یہ سُنکر بڑا مایوس ہوا اور سمجھا کہ شاید شاہ صاحب مجھے ٹال رہے ہیں۔ لیکن شاہ صاحب نے بتایا کہ ایک روز میں اپنے گھر سے بستی حاجی کمانڈ رحمۃ اللہ علیہ جھوک داتسرا کی طرف گھوڑے پر جا رہا تھا کہ راستے میں حضرت سلطان التارکین سیرانی بادشاہ سے ملاقات ہوئی۔ گھوڑے سے اتر کر میں نے آپکی قدمبوسی کی۔ آپ نے میری طرف دیکھکر کہا میاں لعل شاہ تم لوگوں میں فساد کراتے ہو۔ یہ بھی کوئی بات ہوئی کہ ایک کو پریشان خاطر کر کے دوسرے کو مطمئن کر دیا۔ (یعنی ایک طرف سے دل کو ہٹا کر دوسرے کی طرف مائل کر دیا۔) یہ کام بہت بُرا ہے۔ آئندہ ایسا ہرگز نہ کرنا۔ میں اس تنبیہہ پر بہت خوف زدہ ہو گیا۔ اور توبہ کر لی کہ آئندہ حُب کا تعویذ کسی کو نہیں دوں گا۔ چنانچہ دو تین ماہ تک اس کام سے گریزاں رہا۔ آخر لوگوں کے بہت مجبور کرنے پر توبہ توڑ دی۔ اور تعویذ کا سلسلہ پھر شروع کر دیا۔ لیکن اب کے یہ عجیب بات ظہور میں آئی کہ تعویذ کا جو اثر پہلے ہوتا تھا اب بالکل بے اثر ثابت ہوا۔ جب بار بار تجربے کے بعد بھی حالت یہی رہی تو لاچار دوبارہ تائب ہو گیا اب اس عمل کو جاری رکھنے کی قطعی ہمت نہیں۔ ولی اللہ کے تصرف نے

اس کا اثر سلب کر لیا ہے لہٰذا اس تعویذ سے تمکو بھی فائدہ نہیں پہنچے گا۔

یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ بزرگانِ کرام مخلوقِ خدا کی بہبود کیلئے تو تعویذ گنڈے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے لیکن اس کو ایذا رسانی یا ناجائز کاموں کے لئے استعمال میں نہیں لاتے یہی وجہ ہے کہ سیرانی بادشاہ نے عملِ حُب کو جو فسادِ خلق کا ذریعہ تھا۔ اس سے نعل شاہ صاحب کو باز رہنے کی تلقین کی اور ان کے روحانی تصرف سے اس عمل کی تاثیر زائل ہو گئی۔

نقل (۱۱۷) حضرت سلطان التارکین علمائے سے خاص تعلقِ خاطر رکھتے تھے اور اکثر ان لوگوں کے پاس تشریف لیجاتے تھے جنھیں علمِ دین سے خاص شغف تھا۔ ایسے ہی ایک عالم کے ہاں سال میں کم از کم ایک مرتبہ آپ ضرور تشریف لے جاتے تھے اور وہ ہمیشہ آپکی خدمت میں بصورت جنس یا کپڑا کوئی نذرانہ پیش کرتا تھا۔ ایک دفعہ حسبِ معمول آپ انکے ہاں گئے۔ اور جب رخصت ہو کر جانے لگے تو صاحبِ خانہ دوڑتا ہوا آپکے پاس آیا اور ایک صافہ پیش کر کے کہا کہ حضرت مقررہ معمول فراموش ہو گیا تھا۔ از راہِ شفقت اسے قبول فرمالیں۔ لفظِ معمول سُنکر آپ کا مزاج برہم ہو گیا اور غصّے سے فرمایا کہ معمول مراسیوں کا ہوتا ہے۔ فقیر ایسی باتوں کو سخت ناپسند کرتا ہے۔ آپ یہ صافہ واپس لے جائیں۔ غرض آپنے وہ صافہ قبول نہ کیا اور واپس تشریف لے گئے۔

اس واقعہ سے حضرت سیرانی بادشاہ کی خودداری کا اندازہ ہوتا ہے۔ ظاہر ہے محبت اور خلوص کے جذبے سے کسی عقیدت مند کا نذرانہ پیش کرنا ایک بات ہے اور اسے رسم اور معمول بنا دینا دوسری بات ہے۔

نقل (۱۱۸) حضرت قبلہ میاں صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز عارف معارف حضرت دیوان محمد غوث علیہ الرحمتہ سے بڑا اُنس رکھتے تھے۔ ایک دفعہ آپنے جانوالہ میں جہاں آپکی جاگیر تھی حضرت میاں صاحب کی دعوت کی۔ جس میں بیحد تکلفات کئے اور تقریباً ڈیڑھ سو روپے دو وقت کے کھانے پر خرچ کر دیئے۔ مزید برآں رخصت کے وقت قیمتی کپڑوں کا ایک بقچہ اور اشرفیوں اور روپوں کا بھرا ہوا ایک طشت کپڑوں میں رکھکر حضرت کے نذر کیا۔ قبلہ

عالم نے اپنے خادم سے کہاکہ بقچے میں سے ایک کپڑا نکال لے۔ حسب الارشاد خادم نے بقچہ کھول کر کپڑا نکالا تو اسمیں روپیوں اور اشرفیوں کا طشت بھی ظاہر ہوا۔ جب آپکی نظر اس طشت پر پڑی تو فرمایا کہ اسمیں سے ایک روپیہ لیکر دیوان صاحب کو واپس کر دو۔ دیوان صاحب نے بڑی منّت سماجت کی کہ حضور اس نذر کو قبول فرمائیں لیکن آپنے انکار کر دیا اور اس اسراف بیجا پر خفگی کا اظہار بھی کیا۔

آپ عقیدتمندوں اور ملنے والوں کی دعوت تو بخوشی قبول کرلیا کرتے تھے کیونکہ یہ سُنّت ہے۔ نیز لوگوں کی پاس خاطر آپکو عزیز تھی اسلیے کبھی ایسی پیشکش سے انکار نہیں فرماتے تھے۔ لیکن جہاں تک تکلّفات اور اسمیں اسراف کا تعلق تھا اس سے آپکو سخت نفرت تھی، علاوہ ازیں مال و دولت کی طرف بھی قطعاً آپکی طبیعت کا میلان نہ تھا اور اس سے ہمیشہ احتراز کرتے تھے۔ بہرحال مندرجہ بالا واقعہ اس سلسلے میں آپکی استقامت پا کا مظہر ہے۔

نقل (۱۱۹) ایکدفعہ حضرت سلطان التارکین کہرخاں کی دعوت پر مع مریدوں کے تشریف لے گئے۔ کھانا تناول فرماکر آپنے نماز ظہر ادا کی اور باغیچے میں آ بیٹھے۔ طبیعت انتہائی فرحاں و شاداں تھی کہ اچانک وہاں ایک دہقان آموجود ہوا اور اس نے حضرت کی قدمبوسی کر کے حاضرین سے پوچھا کہ کہرخاں انہیں کا مرید ہے۔ اس کے اس استفسار پر آپ کی طبیعت مکدر ہوگئی اور وہاں سے اٹھکر مسجد میں آ بیٹھے اور استغفار پڑھتے رہے۔ نماز عصر تک یہی کیفیت رہی۔ نماز عصر ادا کرنے کے بعد طبیعت سکون پر آئی۔

آپ کو یہ بات گوارہ نہ تھی کہ کوئی آپکو کسی بڑے آدمی کے پیر کے حوالے سے جانے۔ اس حکایت سے حسنات الابرار سیات المقربین کا مطلب بھی واضح ہو جاتا ہے۔

نقل (۱۲۰) مائی سپورہ ایک کامل اور بڑی عفیفہ خاتون تھی۔ ایک دفعہ انہوں نے حضرت سلطان التارکین سے اپنی لڑکی کا عقد کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ لیکن آپنے یہ کہکر معذرت کرلی کہ مائی صاحبہ فقیر شادی کے قابل نہیں، نفس اس کا جل چکا ہے۔

حضرت مولوی شیخ احمد قریشی فرماتے تھے کہ بعض صوفیوں کا کہنا ہے کہ عارفِ کامل پر عشق کی آگ ایسا غلبہ کر لیتی ہے کہ نفسانی خواہشات جل کر راکھ ہو جاتی ہیں ۔ اس ضمن میں مندرجہ ذیل حکایت بھی دلچسپی سے خالی نہ ہو گی ۔

نقل (۱۲۱) ایک دفعہ حضرت قبلۂ عالم کے مریدوں میں سے کسی نے کنایتہً "تزویج پر تجرید کو ترجیح دی جسے سُنکر آپ نے فرمایا کہ پہلے زمانے میں بعض مردانِ حق ایسے ہو گذرے ہیں ۔ جو بدن کے نچلے حصّے سے بے خبر ہوتے تھے اور یہ نہیں جانتے تھے کہ ان کا یہ حصّہ مردوں کے مانند ہے یا عورتوں کے مانند ۔ حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا کہ حضرت کو بھی یہی مرتبہ حاصل ہے ۔ آپ اس بات پر غصّے میں آ گئے اور فرمانے لگے کہ ایسی گستاخی کم از کم روبرو تو نہیں کرنی چاہیئے ۔

یعنی آپکو اس سے بھی احتراز تھا کہ کوئی آپکی عظمت اور رفیع درجات کا برملا اظہار کرے حقیقت میں یہی عجز و انکسار آپ کی بڑائی کا مظہر تھا ۔

نقل (۱۲۲) مفتی محمد ظریف جو ڈیرہ غازی خان کے رہنے والے تھے اور عارفان کامل میں سے تھے ۔ ایک دفعہ حضرت سلطان التارکین ملتان میں رونق افروز تھے ۔ انھیں بھی شوقِ زیارت ہوا اور آپکی خدمت میں گئے ۔ وہ کہتے ہیں کہ جب میں آپ کی محفل میں پہنچا تو یہ دیکھا کہ حضرت سیرانی بادشاہ بڑے ہشاش بشاش تھے ۔ اور ہر آنے والے کو دیکھکر آپکے چہرے پر مسرت کے آثار نمودار ہو رہے تھے ۔ لیکن جونہی نواب مظفر خاں زیارت کیلئے مجلس میں حاضر ہوا آپکا چہرہ "متغیر" ہو گیا ۔ آپنے بمشکل چند منٹ اس سے بات کی اور جلدی رخصت کر دیا ۔

اہلِ دول وجاہ سے یہ سرد مہری اس بات کی غماز تھی کہ آپ نہ حریص مال و دولت تھے اور نہ بڑے سے بڑا صاحبِ منصب آپ کیلئے کوئی کشش رکھتا تھا ۔ آپ ایسے لوگوں سے صرف اتنا ہی تعلق رکھتے تھے جتنا انکی رہبری و رہنمائی کیلئے ضروری تھا ۔

نقل (۱۲۳) میاں دین محمد داجلی سے منقول ہے کہ ایکدفعہ حضرت قبلہ سلطان التارکین

نے یہ حدیث پڑھی۔ لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل اور فرمایا کہ وقت والم سے ایک لحظہ منقطع نہیں ہوتا۔

نقل (۱۲۴) میاں صادق محمد نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم ففرآ داجل سے روانہ ہوکر حضرت میاں صاحب کی زیارت کیلئے جا رہے تھے۔ کہ راستہ میں ایک مجذوب جو صاحب کمال تھا نظر آیا جس کی وجہ سے ہم نے ایک دن اپنا سفر معطل رکھا۔ جب ہم حضرت میانصاحب کی خدمت میں پہنچے تو آپنے نورِ معرفت سے معلوم کر کے فرمایا۔" اے محمد صدیق مجذوب لوگوں سے اختلاط و دوستی اچھی نہیں کیونکہ ان سے جو چیز ظاہر ہوتی ہے وہ خلافِ شرع ہوتی ہے۔ جیسے ثمرہ معذورہ کہتے ہیں۔ پھر مثال دیگر فرمایا کہ جب مصری کی ڈلی کسی غلاظت میں جا پڑے تو وہ رہتی تو مصری کی ڈلی ہے لیکن غلیظ ہو جاتی ہے۔ اسی طرح مجذوبوں کے پاس جو نعمت ہے وہ غیر شرعی قالب میں ہے۔

نقل (۱۲۵) میاں دین محمد داجلی روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ بندہ میاں صاحب کی خدمت میں حاضر تھا آپنے یہ شعر پڑھا ؎

اگر دنیا نباشد دردمندیم   وگر باشد بمہرش پائے بندیم

اور فرمایا میاں دین محمد اللہ تعالیٰ آدمی کو ایسا نہ کرے کہ وہ دنیا نہ ہونے کیوجہ سے رنجیدہ ہو بلکہ اسپر خدا کا شکر بجا لائے کہ آلائش دنیا سے وہ آزاد ہے اور اگر دنیا اسکو حاصل ہو تو اس میں گھر کر نہ رہ جائے بلکہ اسے خدا کی راہ میں خیرات کر دے۔

فائدہ۔ تذکرۃ الاولیاء میں مولانا شیخ عطار علیہ الرحمتہ حضرت شیخ بلخی قدس سرہٗ کے ذکر میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت ایکدفعہ مکہ میں گئے۔ کافی لوگ ان کے پاس جمع تھے آپنے فرمایا اسجگہ روزی طلب کرنا اور روزی کے واسطے کام کرنا حرام اور جہل ہے۔ اسی اثنا میں ابراہیم سے ملاقات ہوئی۔ آپنے کہا کہ اے پسر ادہم! معاش کے معاملے میں کیا کرتا ہے انہوں نے کہا کہ اگر کوئی چیز مل جاتی ہے تو شکر بجا لاتا ہوں اور اگر نہیں ملتی تو صبر کرتا ہوں۔ یہ سنکر حضرت نے فرمایا کہ ایسا بلخ کے کتے بھی کرتے ہیں۔ ہمارا طریقہ تو یہ ہے کہ اگر ہمکو کوئی چیز ملتی ہے

تو خیرات کرتے ہیں اور اگر نہیں ملتی تو شکر کرتے ہیں۔ ابراہیم یہ سنکر تعظیم بجالائے اور اظہارِ عجز و نیاز کیا۔

نقل (۱۲۶) ایک دفعہ کسی نے حضرت سلطان التارکین قدس سرہٗ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا حضرت شہر ہرنٹہ کی جانب پہاڑ کے درّہ میں جو قبریں ہیں۔ ان کے متعلق مشہور ہے کہ یہ اصحاب کرام کی ہیں۔ آپکا اس بارے میں کیا ارشاد ہے۔ آپنے فرمایا۔ خدا کے دوست سب اصحاب ہیں۔

یہ کلامِ بلاغت نظام قابلِ غور ہے۔ اور اسکی باریکی کو سمجھنے کیلئے عقل سلیم کی ضرورت ہے۔

نقل (۱۲۷) نقل ہے کہ بانس بریلی (ہندوستان) میں سماع کی محفل گرم تھی۔ اور سامعین وجد و حال میں مستغرق تھے حضرت سلطان التارکین نے اس موقع پر فرمایا کہ عشق کی لذت بھی عجیب شئے ہے۔ لیکن ہر کسی کے نصیب میں کہاں!

میں نے سماع اور غنا کے متعلق کتاب خطر و اباحتہ میں مفصل لکھا ہے۔ مختصراً یہاں بھی لکھ دیتا ہوں تاکہ کتاب تفسیرِ شریفیہ کا مطالعہ کرنے والے بھی اس سے مستفیض ہو سکیں۔ نہایہ شرح ہدایہ میں ہے۔ التغنی للھو معصیتہ۔ یعنی لہو کی غرض سے سرود کرنا گناہ ہے۔ اور شرح متفق میں ہے خواہش نفس کیلئے بغیر شرعی جواز کے سرود۔ دف اور طبل کا استعمال حرام ہے۔ حاشیہ بزدوی میں ہو القید فی الروایات لنفی لے ما عداہ و فی الکافی باب صفتہ الصلوۃ تخصیص بالذکر فی الروایات یدل علی نفی ما عداہ ای نفی الحکم فیما عداہ انتہی و فی شرح الوقایتہ فی اداخر باب المہر ولا خلاف فی ان التخصیص فی الذکر فی الروایات بدل علی نفی الحکم فیما عداہ انتہی۔ پس سرود حرام ہے اگر لہو و لعب کے لئے ہو لیکن اگر دین کی غرض سے ہو یا شادی بیاہ کے موقع پر یا غازیوں کا حوصلہ بڑھانے اور لوگوں کا دل نرم کرنے کیلئے تو وہ جائز ہو گا۔

مذہب امام ابو حنیفہ کے مطابق السماع میں ہے کہ اگر سماع سے دل میں نرمی پیدا

ہوا اور دیدارِ الٰہی کا شوق پیدا ہو۔ یا اللہ تعالےٰ کے خوف اور غضب کا خیال دل میں آئے۔ تو یہ ایک طرح کی عبادت ہے اور اس میں لہو اور خواہش نفسانی کی آمیزش نہیں چنانچہ عوارف میں ہے کہ سماع خداوند کریم سے رحمت کا طالب ہوتا ہے۔ امام العصر فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ مزامیر سے اگر شراب کی طلب نہ ہوتی ہو یعنی نفسانی خواہشات کا غلبہ نہ ہو تو حرام نہیں ہیں۔ رسالہ سعد الدین مروزی میں مذکور ہے کہ جب امام ابو یوسف سے سرود کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ ان کے ساتھ آلات مطرب نہ ہوں تو جائز ہے۔ مسند امام احمد میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے دف بجانا اور رقص کرنا ثابت ہے! اور اس حدیث کو عمر بن خطاب۔ عثمان بن عفان۔ ابو عبیدہ۔ سعد اور عبد الرحمٰن بن عوف۔ حمزہ بن عبد المطلب اور اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہٗ اور تابعین میں سے سعید بن المسیب سعید بن عبد اللہ اور قاضی سریح نے بیان کیا ہے اور پھر اسے امام ابو حنیفہ۔ امام مالک اور امام شافعی و احمد رحمہم اللہ اور ابو احمد حامد غزالی نے بہ اتفاق نقل کیا ہے لہٰذا جو مزامیر کو حرام اور بدعت قرار دیتے ہیں وہ صحیح نہیں ہے۔ اور جس فعل کو حضور علیہ السلام نے جائز قرار دیا اسکو ناجائز سمجھنا کفر ہے۔ ابو طالب مکی اپنی تصنیف جمہور فی قوت القلوب میں یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک حبشی دو عورتوں کے ساتھ آیا اور انہوں نے حضور کی شان میں اشعار پڑھے۔ یہ شعر سُنکر حضور اپنے اصحاب کے درمیان سے اٹھے اور عالمِ وجد میں اپنا دستِ مبارک ابو بکر صدیق کے کندھے پر رکھکر گریہ فرمایا۔ اسکے بعد حضرت علی سے مخاطب ہو کر بولے یہ آواز اس اونٹنی کی مانند ہے۔ جو اپنے بچے کو یاد کر کے بلند کرتی ہے۔ اسی اثنا میں حضرت عمر تشریف لے آئے۔ یہ کیفیت دیکھکر ان کا رنگ متغیر ہو گیا۔ وہ چاہتے تھے کہ دف بجانے والوں کو نکال دیں لیکن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر جس چیز سے خدا کے بندوں پر خوفِ خدا نازل ہو اس کو رحمتِ خداوندی سمجھا اور انھیں نہ نکال۔ اسکے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر کے چار ٹکڑے کئے اور ایک ایک ٹکڑا ان گانے والوں کو عنایت کیا۔

سراج الہدایتہ میں منقول ہے اور شیخ ابن عسقلانی شارح صحیح بخاری بیان کرتے ہیں کہ جنھوں نے غنا کو حرام بتایا ہے۔ وہ غلط ہے۔ اس سلسلے میں اگر کوئی صحیح حدیث ہوتی تو بے شک مجتہدین اس سے تمسک پکڑ سکتے تھے۔ لیکن ایسا نہیں۔ اسکے برعکس ابوحنیفہ۔مالک شافعی اور احمد کے جو چار مسلک ہیں وہ ایسی کسی حدیث کا ذکر نہیں کرتے۔ اور جو احادیث صحاح سے ثابت نہیں ان کا کوئی اعتبار نہیں ابن عربی کا ارشاد ہے کہ جن متاخر فقہا نے ان احادیث سے تمسک پکڑا ہے وہ موضوع ہیں۔ ابن طاہر کا کہنا ہے کہ حرمتِ غنا میں کوئی حدیث نہیں پائی جاتی البتہ منکروں نے ایسی موفورع احادیث بیان کی ہیں جو پایۂ اعتبار سے گری ہوئی ہیں۔ چنانچہ فقیہہ محدث فیروزآبادی صاحبِ قاموس نے صراطِ مستقیم میں لکھا ہے کہ کوئی حدیث حرمتِ غنا میں ثابت نہیں بلکہ ان لوگوں کو جو اسکے منکر ہیں انھیں غلطی پر قرار دیا ہے۔

حمیدی شرح کافی میں ہے کہ علمائے کے نزدیک وہ سماع مکروہ ہے۔ جو لہو اور بازی یا ارادہ گناہ میں ممدو معاون ہو۔ یا جس سے لوگ فسق و فجور میں مبتلا ہوں اور نمازوں کو ترک کردیں۔ لیکن جو لوگ نمازی اور قرآن کی پیروی کریں ان کے لئے سماع حلال ہے۔

قامع البدعتہ جو حرمتِ غنا میں لکھی ہے مصنف نے اس میں لذت کو اس کا محرک قرار دیا وہ کہتے ہیں کہ یہ شراب نوشی پر اکساتا ہے ظاہر ہے جو بات خلافِ شرع چیزوں پر انسان کو ابھارے وہ حرام ہے۔ سید محمد گیسو دراز رح سے مشہور ہے کہ جسکو سماع متحرک نہ کرے یا جس سے مصیبت کا احساس شدید نہ ہو وہ جائز نہیں کیونکہ مطلوب غیر متنہاہی ہے اور تجلیات بھی اسکے غیر متنہاہی ہیں۔ اور دوستی غیر متنہاہی کی نہایت قبول نہیں کرتی۔ عشرہ کاملہ در رونق سماع در سمع اور کیمیائے سعادت میں ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ "تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں"، حضرت علی یہ سنکر فرطِ انبساط میں رقص کرنے لگے آپ عرب کے دستور کے مطابق زمین پر پاؤں مارتے تھے اور خوشی کا اظہار کرتے تھے۔

لطائف المنن جو امام شعرانی کی تصنیف ہے اس میں تحریم کی دلیلیں بیان کر کے ان پر جرح کی گئی ہے اور انھیں موہوم بنایا گیا ہے ۔ اور مزامیر کے مباح ہونے کو ثابت کیا گیا ہے۔ عبد الغفار فرماتے ہیں کہ پرندوں کی آواز اور ستار کی آوازیں کوئی فرق نہیں ۔ حالانکہ بستانِ فقیہہ ابو اللیث میں اس سے اختلاف کیا گیا ہے لیکن یہ مسئلہ ایسا ہے۔ جس میں بعض علماء کو اختلاف ہے اور بعض علما کے نزدیک جائز ہے ۔ اس سلسلے میں امام ابن ہمام فرماتے ہیں کہ اگر کسی مسئلے کی حرمت و اباحت دونوں ثابت ہوں اور اباحت کی دلیل حرمت سے قوی ہو تو اسکو جائز قرار دیا جائے گا۔

حضرت سلطان التارکین کی عادت ہر امر میں عزیمت پر تھی نہ کہ رخصت پر۔ حالانکہ بعض ثقہ روایات سے سید احمد رزاق مالکی وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ عزیمت متروک ہے تقدیر تسلیم پر ۔ جیسے رخصت میں کوئی شخص عذر سے ہاتھ مارے ۔ چنانچہ بیمار بیماری میں نوافل بیٹھ کر ادا کرتا ہے تو اسکے ثواب میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی ۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت سلطان التارکین اس باب میں معذور تھے ۔ چنانچہ جس وقت اہل اللہ میں سے کسی صاحب نے آپ کو سماع کی حرمت کے متعلق کہا تو آپ نے فرمایا کہ فقیر اس امر میں لاچار ہے ۔ اگر کوئی سر بھی کاٹ دے تو اس سے باز نہیں آئے گا۔

واضح ہو کہ فارسی میں غنا سرود گفتن کے معنی میں آتا ہے جیسا کہ اجازت الکرمانی میں ہے ۔ اور عزماً آواز کو الحان سے پیوستہ کرنا اور ہاتھوں کو ایک دوسرے پر مارنا جو الحان کے لئے مناسب ہے، پس ثابت نہ ہوا غنا بوجہ نہ ہونے قید کے قیود ثلثہ سے ۔ اور اس کا قول یہ ہے ۔ فھو من انواع اللعب وکبیرۃ فی جمیع الادیان حتی بمنع المشرکون عن ذالک ۔ یعنی وہ قسم بازی سے ہے اور گناہِ کبیرہ ہے ۔ تمام دینوں میں حتیٰ کہ مشرکین بھی منع کرتے ہیں ۔ چنانچہ مختصر کو جواب دیا کہ غنا وہ حرام ہے جس میں قیود ثلثہ پائی جائیں اور جس میں یہ قیود نہوں وہ حرام نہیں ہے ۔

نقل ہے (۱۲۸) سعادت نقش میاں قادر بخش ملتانی نقل کرتے ہیں کہ یہ فقیر بچپن میں لڑکوں

کے ساتھ مدرسہ میں پڑھتا تھا کہ آپ ملتان کے قلعہ کہنہ میں تشریف فرما ہوئے۔ یہ معلوم ہوکر ہم سب لڑکے آپکی زیارت کے لئے گئے۔ اس وقت قبلہ عالم مسجد افغاناں میں حوض کیطرف جو خالی اور تنہا تھا تشریف رکھتے تھے۔ وہاں چڑیاں جمع تھیں اور چوں چوں کررہی تھی۔ آپ نے چڑیوں سے مخاطب ہوکر کہا۔ "جمعتوا اللہ اللہ کرو۔ چوں چوں نہ کرو"۔ یہ سنتے ہی چڑیاں اللہ اللہ کہتی ہوئی زمین پر گر پڑیں۔ یہ منظر دیکھکر ہم سب حیران و ششدر رہتے ۔ آپ اسکے بعد لوگوں سے کنارہ کر کے حضرت مخدوم صاحب کی خانقاہ کی طرف تھلہ پر آبیٹھے۔ لوگ وہاں بھی زیارت کیلئے آتے تھے۔ انھیں میں ایک ہندو مصری کا تھال لیکر نذر کیلئے لایا اور اس نے عرض کیا کہ دعا فرمائیں کہ مولیٰ پاک اس غریب پر راضی ہو۔ آپ نے سر کو مراقبے سے اٹھا کر فرمایا کہ۔ "اچھا تو یہ چاہتا ہے کہ اللہ تجھ پر راضی ہو۔" اس فقرہ کو آپ نے بار بار دہرایا۔ یہانتک کہ مجرد اس کلمے نے اُس ہندو پر ایسا اثر کیا کہ وہ کلمہ طیبہ کا ورد کرنے لگا۔ اسی اثنا میں نواب مظفر خاں زیارت کیلئے آیا اور اس نے یہ کیفیت دیکھی تو خوش ہوکر اپنا گھوڑا اسے بطور خلعت دیا اور کہا کہ اس پر بیٹھکر شہر میں جلوہ نمائی کرے۔ چنانچہ اس ہندو نو مسلم نے ایسا ہی کیا جب وہ شہر میں گھومتا ہوا اپنی گلی میں اپنے گھر کے دروازے پر آیا تو اسکی ماں۔ بیوی اور بھائی اُسے دیکھنے کے لئے باہر نکل آئے اور محض اُسے دیکھنے سے انکے منہ سے کلمہ طیبہ جاری ہوگیا۔

اولیاء اللہ کا تصرف روحانی علوی و سفلی اور حیوانی و نباتاتی مخلوق پر مساوی ہوتا ہے۔

نقل (۱۲۹) حضرت سلطان التارکین کے گھوڑے کا نام توکل اور اونٹ کا نام درگاہی تھا۔ ان دونوں پر اکثر سماع کے وقت وجد و گریہ طاری ہوجاتا تھا چنانچہ ایک روز توکل پر ایسی ہی عالم بے ہوشی طاری تھی کہ میاں یوسف مستان جو اسکے لئے گھاس لانے پر مقرر تھا جذبہ انس میں اس سے لپٹ گیا اور اپنے دونوں ہاتھ اسکی گردن میں حائل کردیئے۔ توکل نے بیہوشی کے عالم میں اپنی گردن کو اس طرح بلند کیا کہ میاں یوسف زمین پر آرہا۔ لیکن اسکے ساتھ ہی اس کے سینے میں اسم ذات کا دریچہ کھل گیا۔ اس دن سے لوگ میاں یوسف مستانہ کو توکل کا مرید اور فیض یافتہ کہنے لگے۔

نقل (۱۳۰) قبلۂ عالم مرشدی قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ حضرت سلطان التارکین چاہ راجہ کچ بہج والہ پر اپنا پاجامہ پاک کر رہے تھے کہ ایک چوکیدار نے عرض کیا کہ مسلمانوں کے لئے اس کنوئیں کو استعمال کرنا ممنوع ہے۔ آپ جلدی سے یہاں سے اٹھ جائیں۔ راجہ کا لڑکا آنے والا ہے۔ آپنے فرمایا کہ ہم پاجامہ صاف کر کے اٹھیں گے۔ آخر کار راجہ کا لڑکا جو انتہائی بدخو تھا موقع پر آپہنچا۔ اس نے حضرت کو کنوئیں پر بیٹھا دیکھکر انھیں وہاں سے چلے جانے کیلئے غصّے میں ہاتھ اٹھائے۔ حضرت نے اسکی طرف ایک نظر کی تو سارا رعب و جلال کافور ہو گیا۔ اور یہ حالت ہو گئی کہ زبان پر کلمہ طیبہ جاری ہے اور وجد و مستی میں رقص کر رہا ہے۔ لڑکے کی اس حالت کی خبر راجہ تک پہنچی تو وہ روتا پیٹتا آپکے پاس آیا اور گڑگڑا کر کہا کہ میرے لڑکے کو ٹھیک کر دو۔ آپنے فرمایا کہ یہ دوزخ سے خلاصی پاکر تو بہشت میں پہنچا ہے۔ اب میں اسے بہشت سے دوزخ میں کیسے دھکیل سکتا ہوں۔ آخر راجہ مایوس ہو کر واپس چلا گیا اور لڑکا مسلمان ہو کر کاملین میں شمار ہوا اور اپنے اوصافِ حمیدہ کی بدولت اس جہان سے ایمان سلامت لے گیا۔

نقل (۱۳۱) حضرت خلیفہ محمد وارث علیہ الرحمتہ سے نقل ہے کہ ایک دفعہ یہ فقیر عید کے روز پاک پتن میں حضرت قبلۂ عالم کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ بغرضِ سیر باہر تشریف لے گئے۔ تماشائی عورتوں کا آپکو دیکھنے کیلئے ٹھٹ لگ گیا۔ اس بھیڑ میں یہ فقیر ایک کپڑے سے پردہ کر کے آپکے سامنے کھڑا ہو گیا تاکہ آپ کا جسم عورتوں سے مس نہ ہو۔ اسی دوران حضرت قبلۂ عالم کے منہ سے نکلا کہ اے مائیو تم ان کے پاس جاؤ جن کو تم پسند ہو۔ یہ کلمہ آپکے منہ سے نکلنا تھا کہ عورتیں وہاں سے اس طرح غائب ہو گئیں جیسے پرندے پھر سے اُڑ جاتے ہیں۔

میاں محمد وارث فرماتے ہیں کہ ایک اور دفعہ میں پاک پتن میں حاضر تھا اور حضور چاہ عزیز ملکی کی طرف سے آرہے تھے کہ دیکھا ایک عورت پانی کا گھڑا کنوئیں سے بھر کر لے جا رہی تھی۔ آپ اسے دیکھکر ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ جس وقت وہ چلی

گئی تو آگے بڑھے اور اس فقیر سے فرمایا کہ ان کے پاؤں میں پان ہے۔ یعنی جو شخص ان کے پاؤں پر پاؤں رکھتا ہے یہ اسکو چمٹ جاتی ہیں۔

احتیاط کا یہ عالم تھا کہ کسی نامحرم کا سایہ بھی نہ پڑنے دیتے تھے۔ اور حتی الامکان اس راستے سے بھی گریز کرتے تھے جس راستے سے کوئی عورت گذر گئی ہو۔ "عورتوں کے پاؤں میں پانی" کا اشارہ بھی اس حقیقت کا غماز ہے کہ اگر کوئی ان کے چکر میں پھنس جائے تو پھر اس سے چھٹکارہ پانا مشکل ہوتا ہے۔

نقل (۱۳۱) حضرت مرشدی قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ حضرت قبلۂ عالم میاں صاحب کبھی کبھار ہمارے غریب خانہ پر تشریف لاتے تھے۔ آپ کو کھانے میں مسور کی دال بے روغن پسند تھی۔ جسکے ایک دو لقمے آپ ضرور تناول فرماتے تھے۔ ایک دفعہ مستورات نے دال مسور میں خوب گھی ڈال کر پُر تکلف طریقہ سے تیاری کی۔ لیکن جب یہ کھانا حضور کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے ہاتھ کھینچ لیا اور غصے سے فرمایا کہ اگر تکلفات کا یہی سلسلہ ہے تو فقیر تمہارے ہاں نہ آئے گا اور نہ کھانا کھائے گا۔

نقل (۱۳۲) معدن صدق و یقین حضرت میاں شمس الدین رحؒ سے روایت ہے۔ کہ ہمارے ملک میں ایک کامل اور صاحبِ تصرف بزرگ کی خانقاہ تھی۔ اور صبح و شام اس پر زیارت کرنے والوں کا ہجوم رہتا تھا۔ اتفاق سے دریا میں طغیانی آئی تو ان بزرگ کی قبر کے غرق ہونے کا اندیشہ ہوا۔ اسلئے قبر سے صندوق نکال لیا گیا۔ لیکن جب صندوق کھلا تو اس میں سوائے ہڈیوں کے کچھ نہ تھا۔ بندہ حیران تھا کہ دنیا میں اتنی شہرت رکھنے کے باوجود اس بزرگ کی عالم برزخ میں یہ حالت ہے تو ہم گنہگاروں کا کیا بنے گا۔ اسی حیرانی اور پریشانی میں تھا کہ حسنِ اتفاق سے حضرت میاں صاحب وہاں تشریف لے آئے۔ میں نے سارا ماجرا آپ کے سامنے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ میاں شمس الدین قبروں میں جسموں کا سلامت اور درست رہنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور اتباع پر موقوف ہے جو متابعتِ تامہ رکھتا ہے۔ اس کا تمام جسم قبروں میں سلامت

رہتا ہے ۔ اور اگر متابعت شریعت میں بمقتضائے بشریت کوتاہی کرتا ہے تو باوجود کمالات باطنی کے پورا جسم نقصان اور فتور سے نہیں بچ سکتا۔

نقل ہے (۱۳۳) حضرت قبلہ عالم لبتی رابی میں جو قصور داران کے نزدیک ہے اور جہاں حضرت سلطان العاشقین بندگی حضرت خواجہ عبدالخالق قدس سرہٗ کا مزار منظہر اسرار ہے۔ تشریف رکھتے تھے کہ ایک طالب علم جس کا نام حافظ لعل تھا آیا اور حضور کے لنگر سے قسم قسم کے لذیذ کھانے کھائے۔ کھانے کے بعد بلند آواز سے دو تین مرتبہ کہا کہ حضرت میاں صاحب کا لنگر تا قیامت سلامت رہے کہ ہم جیسے غریب بھی اس سے متمتع ہوتے ہیں۔ حضرت قبلہ عالم مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ جب ان کے کان میں حافظ لعل طالب علم کی آواز پہنچی تو جلال میں آکر مسجد سے باہر نکل آئے اور فرمانے لگے "اے احمق لنگر۔ لنگر والونکی گردن میں ہو۔ لنگر ایسی بری چیز ہے کہ جہاز جانے والے کو رفتار سے منزل مقصود تک جانے سے روک دیتا ہے۔"

مقصد اس رمز حقیقی کا یہ ہے کہ مال کا جمع کرنا خواہ حلال ذریعہ سے ہو۔ وہ اس صورت میں واجب ہے کہ اسکی زکوٰۃ ادا کردی جائے۔ اور تمام مال کا قادر متعال کی راہ میں خرچ کردینا اہل کمال کی کمال عزیمت میں سے ہے۔ جسکو دائرہ ترک میں داخل کیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا قدس سرہٗ سے فوائد الفوائد میں منقول ہے کہ ایک بزرگ پارسا بارہا کہتا تھا کہ نماز روزہ اور تسبیح اور لوگوں کی ضروریات ہیں۔ اصل ورد ایک گوشت چاہیئے۔ جب گوشت نہ ہو ان ضروریات سے کچھ مطلب حل نہیں ہوتا۔ اس سے لوگوں نے دریافت کیا کہ تمثیل تو آپ کی بہت اچھی ہے لیکن اس کا بیان مفصل فرمادیں۔ اس بزرگ نے کہا کہ گوشت ترک دنیا ہے اور نماز۔ روزہ۔ اوراد و تسبیح اسکے حوائج ہیں۔ اول مرد کو چاہیئے کہ ترک دنیا کرے اور کسی چیز سے تعلق نہ رکھے۔ اگر اسکو نماز۔ روزہ اور دیگر اوراد وغیرہ سے تعلق نہو تو کوئی خوف نہیں ہے کیونکہ جب دنیا کی دوستی دل میں ہو تو اوراد وغیرہ کوئی نفع نہیں پہنچا سکتے۔ اسکے بعد خواجہ ذکراللہ بالخیر

نے فرمایا اگر روغن۔ لہسن اور پیاز ایک جگہ کر دیں اور پانی ڈال کر اس کا شوربہ بنالیں تو حقیقت میں شوربہ نہ ہوگا۔ جب تک گوشت اس میں شامل نہ ہو۔ اسکے بعد ترکِ دنیا کے سلسلے میں زبانِ مبارک پر آیا کہ ترک وہ نہیں ہے کہ کوئی شخص ننگا دھڑنگا ہو جائے اور صرف لنگوٹا باندھکر بیٹھ جائے۔ بلکہ ترکِ دنیا یہ ہے کہ لباس پہنے کھائے اور جو کچھ روزی ملے اس کے جمع کرنے کی خواہش نہ کرے اور ان سے دل نہ لگائے۔

نقل (۱۳۴) صاحبزادہ حافظ قادر بخش سے منقول ہے کہ ایامِ عرس میں حضرت میاں صاحب پاک پتن میں ایک اونچے ٹیلے پر جہاں شہر واقع ہے تشریف لیجا رہے تھے کہ ایک ہمراہی نے دریافت کیا کہ حضرت یہ جو مشہور ہے کہ جو شخص حضرت گنج شکر کے روضہ سے ملحقہ دروازے ایامِ مقررہ میں گذرے وہ بہشتی ہو جاتا ہے۔ اس باب میں آپکی کیا رائے ہے۔ آپنے فرمایا کہ اس فقیر کا اعتقاد یہ ہے کہ دروازہ تو کجا اگر کوئی شخص اس ٹبہ پر سے گذر جائے تو وہ بہشتی ہو جاتا ہے۔

حضرت سلطان التارکین گفتگو میں تفصیل کی بجائے اجمال سے کام لیتے تھے۔ متذکرہ جواب میں بھی یہی حکمت کار فرما ہے۔ مقصد آپکا یہ ہے کہ جس بات کی بشارت دی گئی ہے اس سے برکات کا ظہور میں آنا اعتقاد کے عین مطابق ہے اور بزرگانِ کرام کے فرمودات کو حق جانا اور ان پر عمل کرنا صحیح نسبت کی دلیل ہے جس سے برکات حاصل ہوتی ہیں۔

نقل (۱۳۵) حضرت سلطان التارکین فرماتے تھے کہ فقر کی بات کہنے کی نہیں یعنی طریقِ فیضان کا کسی کی سمجھ میں نہیں آتا۔ حضرات القدس میں ہے کہ اکثر قدیم کلمات میں متشابہات واقع ہوئے ہیں۔ مثلاً کلام اللہ میں لفظ ید اور حدیث میں اِنَّ اللہ خلق علیٰ آدم صورتہ۔ اور کلامِ مشائخ میں شیخ بایزید کا یہ کہنا کہ میرا لوائ لوائے احمد سے بلند ہے۔ لہذا جب یہ معلوم ہوا کہ متشابہات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیائے کرام میں بھی ہوتے ہیں تو وہ تشبیہات جو ان نقول میں نظر آتی ہیں اور موجبِ فہم قاصر ہونے کی وجہ

سے محل شریعت ہیں ان کے متعلق ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ ان کو خدا جانتا ہے یا خاصانِ خدا جانتے ہیں۔ عوام کو اس میں سخن آرائی سے گریز کرنا چاہیئے۔

نقل (۱۳۶) ایک دفعہ حضرت سلطان التارکین قدس سرہٗ خیر پور ٹوزنگا میں تشریف فرما تھے۔ خیر پور کے لوگ آپکی زیارت کیلئے آرہے تھے۔ لیکن خیر محمد خاں کو آپکے جلال کیوجہ سے جرأت نہ ہوئی کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعوت کیلئے عرض کرے۔ لیکن بعض علمائ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اسکی طرف سے درخواست پیش کرے۔ چنانچہ ان علمائ نے خیر محمد خاں کی جانب سے دعوت کی استدعا کی اور ساتھ ہی عرض کیا کہ وہ خود اسلئے حاضر خدمت نہ ہو سکا۔ کہ وہ عارضۂ آتشک میں مبتلا ہے۔ آپنے فرمایا کہ دعوت کی اجابت سُنت اور اہلِ دنیا کی محبت کا ترک کرنا فرض ہے اور جسوقت سنت اور فرض متقابل ہوں تو فرض غالب آجاتے ہیں۔ یہ سُنکر علمائ نے دوبارہ عرض کیا کہ حضرت محض اللہ کے واسطے عنایت فرمائیں اور دعوت قبول فرمالیں۔ اس پر آپنے فرمایا کہ اللہ کا نام سب سے برتر اور بزرگ ہے۔ اور یہ فرماکر آپنے دعوت منظور فرمالی۔ جب آپ جائے دعوت پر پہنچے تو وہ جگہ بہت سجائی گئی تھی۔ اور بہترین فرش فروش کا انتظام تھا۔ کھانے کے برتن اور کھانے کی اشیاء بھی بہت وافر اور عمدہ تھیں۔ ہر چند یہ باتیں حضرت کے مزاج کے مطابق نہ تھیں۔ تاہم آپنے فرمایا کہ جہاں مولیٰ پاک کا واسطہ ہو وہاں کوئی خطرہ نہیں ہے اور یہ فرماکر آپ دسترخوان پر بیٹھ گئے۔

نقل (۱۳۷) ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت سلطان التارکین حسبِ عادت خواب سے رات کو اُٹھے مگر جناب میاں محمد اعظم مہل سوتے رہے۔ حتیٰ کہ صبح ہوگئی۔ سب صبح کی سنت پڑھنے کی تیاری کرنے لگے۔ بعض کی خواہش ہوئی کہ میاں محمد اعظم کو بھی بیدار کردیں۔ لیکن حضرت قبلۂ عالم نے ایسا کرنے سے منع کردیا اور کہا کہ یہ میٹھی نیند میں ہیں انھیں نہ جگاؤ۔ اسکی تاویل مندرجہ ذیل شعر سے سمجھ میں آسکتی ہے۔

شبے کرشمۂ وصلش بخواب می دیدیم ۔ تو ہے مراتبِ خوابی بہ زبیداری است

اور ہو سکتا ہے کہ یہ خواب ان خوابوں میں سے ہو جس میں شیطان نماز ادا کرنے کے لئے اٹھاتا ہے تاکہ سونے والا افضل سے فاضل کی طرف آئے۔ چنانچہ حضرت مولانا روم قدس سرہٗ نے مثنوی میں جو قصہ "شیطان کا امیر معاویہ کو نماز کیلئے بیدار کرنے" کے بارہ میں بیان کیا ہے وہاں اس کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

نقل (۱۳۸) ایک جگہ فصل کپاس کے موسم میں حضرت قبلۂ عالم قدس سرہٗ تشریف رکھتے تھے۔ آپکے خادموں میں سے ایک خادم حضرت کے گھوڑے کے واسطے گھاس لاتا تھا۔ اس نے کھیت میں جا کر گھاس کاٹی اور ساتھ ہی ایک خربوزہ بغیر اجازت گھاس میں چھپا کر لے آیا۔ اس نے دیکھا کہ حضرت قبلۂ عالم اور باقی ہمراہی قیلولہ کر رہے ہیں لہذا چاقو سے خربوزہ کاٹا اور چاہا کہ وہ کھائے کہ اتنے میں حضرت قبلۂ عالم نے اپنا منہ کپڑے سے باہر نکالا۔ خادم نے خربوزہ کی پھانکیں آپکی خدمت میں بھی پیش کیں لیکن آپنے انھیں قبول نہ کیا۔ اور دوبارہ کپڑا منہ پر ڈالکر سو گئے۔ خادم نے آپکو سوتا سمجھکر پھر چاہا کہ ایک خربوزہ اور اٹھا لائے۔ لیکن ابھی اس نے قدم دروازے سے باہر رکھا تھا کہ حضرت قبلۂ عالم نے چادر سے منہ نکال کر اسکو آواز دی۔ "اے احمق شریعت کا بھی پاس چاہیئے۔" اس پر خادم شرمندہ ہو کر واپس آگیا۔

فائدہ۔ ابتدائے حال میں قدوۃ العارفین حضرت مخدوم سید جلال بخاری ملتان میں اپنے پیر غوث بہاء الحق حضرت زکریا ملتانی رح کی خدمت میں حاضر تھے۔ اس وقت خورد سال دو سید زادے آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ ٹوپی سی کر ان لڑکوں کے ہاتھ سلی ہوئی ٹوپیاں بازار میں فروخت کراتے تھے۔ ایک روز ان لڑکوں سے فرمایا کہ برادرم جمال درویش کو نو درجہ فقیری پہلے حاصل تھا اس فقیر کو آج حاصل ہوا ہے۔ اس کے بعد ٹوپی سینا موقوف ہوا اور فتوحات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

نقل (۱۳۹) میاں صدیق محمد داجلی نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ یہ فقیر بیعت کے ارادے سے حضرت قبلۂ عالم کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن اس شعر کے مصداق۔

میرو دبیر و سلطاں را بے وسیلت مگر دہی دامن

میاں مقبول کھوکھر کو وسیلہ بنایا اور ان سے عرض کی کہ حضور سے تخلیہ میں بندہ کو منسلکِ ارادت کرادیں۔ جب انہوں نے آپ کی خدمت میں اس خواہش کا اظہار کیا تو فرمایا کہ اگر خواہش سچی ہو تو مجمع عام میں بھی اسکے اظہار میں کوئی مضائقہ نہیں اور اگر خلوص نہ ہو تو تخلیہ بھی بیکار ہے۔ تاہم آپنے اسکی استدعا کے مطابق تسلّی دی۔

نقل (۱۴۰) ایک دفعہ حضرت قبلۂ عالم پاک پتن میں عرس مبارک کے موقع پر تشریف لے گئے۔ آپنے دیکھا کہ ایک جگہ کچھ قلندر دھمال کر رہے ہیں۔ آپ ایک لمحہ کیلئے وہاں کھڑے ہوکر انکا تماشا دیکھتے رہے۔ پھر فرمایا کہ جب نقل میں جوش کا یہ عالم ہے تو اصل میں کیا کیفیّت ہوگی۔

نگویند از سر بازیچہ حرفی کز و پندی نگیرد صاحبِ ہوش

نقل (۱۴۱) مولوی صالح محمد کرمانیؒ نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ یہ خادم حضور کے ہمراہ تھا۔ آپ وضو کیلئے ایک نہر کے کنارے پر بیٹھ کر وضو کر رہے تھے کہ ایک زنبور (بھڑ) کہیں سے اڑتی ہوئی آئی اور پانی پر بیٹھ گئی۔ میں نے اس زنبور کو مارنا چاہا تو آپنے شہادت کی انگلی منہ پر رکھکر مجھے منع کیا اور ساتھ ہی یہ ارشاد فرمایا کہ ادب کرو۔ یہ زنبور حضرت سلطان العاشقین (حضرت خواجہ عبدالخالقؒ) کی طرف سے اڑکر آئی ہے۔

ارادت ہو تو ایسی ہو۔ میر تقی میرؔ نے کیا خوب کہا ہے۔

دور بیٹھا غبار میرؔ ان سے عشق بن یہ ادب نہیں آتا

حقیقتاً یہ عشق ہی ہے جو مریدی کے آداب سکھاتا ہے۔

امور دینی میں حزم و احتیاط اور احترام و آداب یہاں تک ملحوظ تھا کہ اگر تلاوت کرتے ہوئے نادانستہ ہاتھ پاؤں کو لگ جاتا تو فوراً ہاتھ دھوتے اسی طرح قبلہ کیطرف منہ کرکے آپ کبھی نہیں تھوکتے تھے۔

نقل ۱۴۲) ایکدن حضرت سلطان التارکین حضرت سلطان العاشقین خواجہ عبدالخالق رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کیلئے تشریف لیگئے تو حضرت نے تمام حاضرین سے تخلیہ کرنے کو کہا۔ جب سب دور چلے گئے تو حضرت سلطان العاشقین نے فرمایا میاں اب تم فرید ہو گئے ہوسیر کو موقوف کر کے اس فقیر کے پاس رہو۔ آپ نے فرمایا حضرت قبلہ حضور سے اجازت لے دیویں ایک ساعت کیلئے حضرت سلطان العاشقین نے مراقبہ کیا اور پھر فرمایا کہ اچھا فقیر کے پاس رہو کہ عمر کا پیمانہ بھرا چاہتا ہے۔"

نقل (۱۴۳) ایک دفعہ گلی میں سے ایک سبزی فروش آواز لگاتا ہوا گذرا۔ وہ سویا پالک اور چوکی کا ساگ بیچ رہا تھا۔ جونہی "سویا۔ پالک۔ چوکا" کی آواز آپکے کان میں آئی۔ آپ از خود رفتہ ہو گئے اور فرمانے لگے کہ ہم دن رات کا بیشتر حصہ سونے میں گذار دیتے ہیں اور ذکرِ خدا سے غافل رہتے ہیں۔ آخر ہمارا انجام کیا ہوگا۔

سبزی فروش کی آواز سے آپنے جو معنی اخذ کئے وہ یہ تھے "سویا بمعنی سونے والا۔ پالک بمعنی لمحہ۔ چوکا معنی غافل۔ اور اسکی تشریح یہ ہے کہ:۔

ذرا آنکھ لگی آدمی نقصان سے دوچار ہوا۔

حضرت سیرانی بادشاہ کا علمی مقام

سلطان التارکین حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمتہ اللہ علیہ جہاں روحانی اعتبار سے بلند درجے پر فائز تھے وہاں علمی دنیا میں بھی انکا مقام بہت ارفع و اعلیٰ تھا چنانچہ جب وہ علمی نکات بیان کرنے پر آتے تو معلوم ہوتا کہ ایک بحر ناپیدا کنار ہے جو ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ اس سلسلے میں انکی تصنیف "تلقین لدنی" انکے علم و فضل کی منہ بولتی تصویر ہے۔ جس میں تصوف کے رنگ میں علمی نکات بیان کئے گئے ہیں۔ یہاں ہم اس میں سے کچھ اقتباسات درج کریں گے جس کے مطالعہ سے حضرت سیرانی بادشاہ کی عالمانہ نکتہ آفرینی اور تصوف پر انکی نظرِ عمیق کا اندازہ لگایا جا سکے گا۔

کتاب کے آغاز میں جو اسرار و رموز بیان کئے گئے ہیں اور جنہیں احسن الاسرار سے تعبیر کیا گیا ہے وہ شریعت۔ طریقت۔ حقیقت اور معرفت سے تعلق رکھتے ہیں۔

شریعت کی تشریح اس طرح فرماتے ہیں۔

"شریعت سے مراد تقویٰ ہے۔ یعنی حق تعالیٰ سے اسطرح رجوع کرنا جس طرح حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اس سے سرمو تجاوز نہ کرنا اور اس پر جم جانا ہے۔"

پھر احکام شرع کی تشریح ہے۔ اور اسلام کے بنیادی ارکان، کلمہ طیبہ۔ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ اور حج کے اسرار و رموز پر سے پردہ اٹھایا ہے۔

مثلاً۔ کلمہ طیبہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ

"اگر کسی کو طلبِ صادق ہے تو اُسے چاہیئے کہ کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ الرَّسُولُ اللّٰہِ۔ کے حقیقی معنی کو سمجھے کیونکہ یہ ایک ایسا گوہرِ مقصود ہے جسے حاصل کر کے طالب پر مقام فنا و بقا کے راز منکشف ہو جاتے ہیں۔

شاعر نے کیا خوب کیا ہے۔

عجب بد بودن معبود نابود
عجب شد مظہر ما ہست وہم نیست

یعنی یہ عجیب بات ہے کہ معبود ہے بھی اور نہیں بھی اور یہ بھی کیا خوب ہے کہ ہمارا محبوب موجود بھی ہے اور نابود بھی۔

حضرت شمس تبریزی نے بھی اس شعر میں یہی حقیقت بیان کی ہے۔

فنا اندر فنا بینی فنا ہست
بقا اندر بقا بینی بقا ہست

جسکے معنی یہ ہیں کہ فناالفنا کا جو مقام ہے وہ حقیقی فنا ہے اور بقاالبقا حقیقی بقا ہے۔"

سلوک کی یہی راہیں طے کر کے سالک کو فنائے وحدت حاصل ہو جاتی ہے اور وہ اپنے آپکو حقیقت محمدیہ میں گم کر دیتا ہے۔ اسکے بعد مقام احدیت ہے۔ جہاں پہنچکر سالک خود کو ذاتِ لاتعین میں فنا کر دیتا ہے اور پھر اسے یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ اس کا وجود کہاں ہے اسی کو فنا، الفنا کہتے ہیں اور یہ مقام فنافی اللہ سے بلند ہے۔

بقا باللہ اور بقاء البقا کی بھی یہی صورت ہے۔ جب سالک فنافی اللہ کے استغراق سے نکل کر عالمِ ہوش میں آتا ہے تو نماز روزہ کی پابندی کرتا ہے خلق کی ہدایت کا فریضہ ادا کرتا ہے اور دوسرے امور حیات کیطرف متوجہ ہوتا ہے۔ یہی مقام بقا باللہ ہے۔ اسمیں استحکام اور پختگی پیدا ہو جائے تو سالک بقاالبقاء کے

مقام پر پہنچ جانا ہے جو سلوک کا نہایت ارفع درجہ ہے۔"
کلمہ طیبہ کے بعد نماز کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔

"نماز وہ ہے جو دل و جان سے ادا کی جائے۔ نمازی اپنی ہستی کو ذاتِ حق میں محو کر دے اور غیر حق سے بے نیاز ہو جائے۔

جو نماز اس صورت کے علاوہ ادا کی جاتی ہے وہ حقیقی نہیں بلکہ دکھاوے کی ہوتی ہے۔ اور اس میں عبد و معبود کا تعلق دوئی کا رہتا ہے۔ اسلئے یہ ضروری ہے کہ نماز اس طرح ادا کی جائے کہ من و تو کا امتیاز ختم ہو جائے۔ اور نمازی ذاتِ حق میں یوں گم ہو جائے جیسے قطرے کا وجود دریا میں مل کر باقی نہیں رہتا۔"
نماز کی حقیقت بیان کرنے کے بعد روزہ کے فلسفہ پر یوں روشنی ڈالتے ہیں۔
"روزہ کا مطلب رازداری ہے۔ صرف کھانے پینے سے منھ بند کرنا روزہ نہیں ہے۔ اسی وجہ سے اولیاء کرام نے فرمایا ہے۔ صوموا برویتہ وافطروا برویتہ۔ یعنی دیدارِ حق تعالے سے سحری کرو (روزہ رکھو) اور دیدار حق تعالے سے روزہ کھولو۔"
اسکی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔
"معلوم ہونا چاہیئے کہ روزہ فرضِ عین ہے یعنی عین بن جانا اور دوئی کو مٹا دینا۔ جو اپنے آپ کو پہچان لیتا ہے وہ عین بن جاتا ہے۔ اور خود کو خود سے دیکھنے لگتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَن رانی رای الحق (جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا) چنانچہ یہ شعر حسبِ حال ہے۔

چوں او عینِ من۔ من عین اویم ‏ ‏ ‏ ‏ انا الحق چوں نگویم چوں نگیم

(جب وہ میرا عین ہے اور میں اس کا عین ہوں تو انا الحق کیوں نہ کہوں) یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ رائیتُ ربی بربی (میں نے اپنے رب کو رب سے دیکھا۔)

جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے تو اللہ نور السموات والارض کا راز

اس پر کھل جاتا ہے۔"

اسی طرح زکوٰۃ کے بیان میں فرماتے ہیں۔

زکوٰۃ کا مصدر بھی تزکیۂ نفس ہے۔ یعنی غیر کی غلاظت سے خود کو پاک کرنا۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے ان اللہ مع المتقین (اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کے ساتھ ہے) حقیقتاً معیتِ حق اسکو حاصل ہوتی ہے جو ہر چیز سے یہاں تک کہ اپنے وجود سے بھی خود کو پاک کر لے۔

بالفاظ دیگر یوں سمجھو کہ جس نے اپنے آپ کو دیدیا اس نے خدا کو پالیا۔

"ہر کہ خود را داد خدا را یافت"

کسی بزرگ کا قول ہے کہ ما یافتن خود یافتن خدا است و نادیدن خود دیدنِ خدا است۔ (اپنے آپکو گم کردینا خدا کو پالینا ہے اور خود کو نہ دیکھنا خدا کو دیکھنا ہے)

جب تک سالک اپنے آپکو نہیں مٹائے گا۔ خدا کو نہیں پاسکے گا۔ خواہ وہ اتنا زہد اختیار کرلے کہ فرشتہ صفت بن جائے یا اتنی دولت جمع کرلے کہ قارون بن جائے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حب الوطنی من الایمان۔ (وطن کی محبت ایمان ہے) چونکہ انسان کا وطن عالمِ قدس یعنی ذاتِ باری تعالیٰ ہے اس لئے جب تک وہ مقامِ ذات پر نہیں لوٹے گا ایماندار نہیں ہو گا۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا ہے حُبّ الدنیا رأس خطیئۃ و ترک الدنیا رأس کل عبادۃ (دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے اور دنیا کا ترک کرنا تمام عبادتوں کی بنیاد ہے۔)

جب سالک اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو تفرقہ مٹ جاتا ہے۔ اور اس پر یہ آیۃ۔ انّما الٰھکم الہ واحد لا الہ الا ھو الرحمٰن الرّحیم۔ کے معنی منکشف ہو جاتے ہیں۔

یعنی تمہارا معبود وہی تنہا معبود ہے جو رحمٰن و رحیم ہے۔ تنہا کا مطلب یہ ہے۔

کہ وہی موجود ہے اسکے سوا کوئی وجود نہیں اور ایک کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ایک ہے مگر اس کے ساتھ دیگر موجودات بھی ہیں جو نفی ہے وحدتِ وجود کی۔"

حج کی توضیح اسطرح کرتے ہیں۔

"حج پر جانا فرض ہے۔ اور یہ فرض خود ادا کرنا چاہیئے۔ نیز اس میں اتنی محویت ہو کہ ذاتِ حق کے علاوہ کچھ نظر نہ آئے۔ اگر ایسا نہیں تو مطلوبِ حقیقی حاصل نہیں ہوگا اور وہ حج کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکے گا۔"

اس مسئلے کی وضاحت بھی حضرت سیرانی بادشاہ نے فلسفیانہ انداز میں ہمہ از اوست کے نظریہ کو سامنے رکھکر کی ہے۔

طریقت کے متعلق یوں اظہار فرماتے ہیں۔

"اصطلاح میں طریقت مجاہدۂ نفس کو کہتے ہیں یعنی نفس کا ذاتِ حق میں گم کر دینا۔ جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس پر آیۂ کریمہ کے یہ معنی منکشف ہو جاتے ہیں۔ "جو لوگ ہمارے اندر سیر کرتے ہیں ہم انکو مزید ترقی کے مقامات پر پہنچا دیتے ہیں۔"

"طریقت تقویٰ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ یعنی خود کو اپنے آپ سے پاک کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ خدا اپنے اندر ملتا ہے نہ کہ آسمان یا زمین میں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ" انسان کا قلب بیت اللہ ہے۔" جب اپنے آپ کو پہچان لیا تو رب کو بھی پہچان لیا۔ یہیں آکر سالک حدیث کنت کنزاً۔۔۔۔ کا مطلب سمجھتا ہے۔ یعنی میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا۔ مجھے خواہش ہوئی کہ پہچانا جاؤں اسلئے میں نے دنیا کو پیدا کیا۔"

حقیقت کے بیان میں یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں۔

"حقیقت سے مراد ہے تقویٰ یعنی حق ہو جانا۔ اخیا فتوں کا مٹا دینا۔ محبت اور تمنا سے گذر جانا۔ الفقرُ لا یحتاج الی اللہ کے یہی معنی ہیں۔ جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس پر قل ھو اللہ احد کے معنی روشن ہو جاتے ہیں۔

اب معرفت کا بیان بھی ملاحظہ ہو جائے۔

"اسمِ معرفت اسم ظرف ہے۔ جسکے معنی ہیں شناخت کی جگہ۔ مطلب یہ ہے کہ ہر جگہ ذاتِ پاک واحد کو پانا اور کائنات کے رنگ برنگ اور نوع بہ نوع مظاہر میں ایک ذاتِ حق کے ساتھ خود کو وابستہ رکھنا۔ اگر ان مظاہر میں ناپاک اور دہشتناک صورتوں سے بھی واسطہ پڑتا ہے لیکن احدیت پر جم جانا چاہیئے اور کسی قسم کا خوف دل میں نہیں لانا چاہیئے۔ حدیث میں ہے کہ ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جب سالک اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو" الحمد للّٰہ ربّ العالمین مالکِ یومِ الدین۔" کی حقیقت اس پر منکشف ہو جاتی ہے۔"

شریعت۔ طریقت اور حقیقت کے اسرار پر سے پردہ اٹھانے کے بعد عالمِ ناسوت۔ عالمِ ملکوت۔ عالم جبروت اور عالمِ لاہوت کا بیان ہے اور اسکے رموز سے بحث کی ہے۔

ایک جگہ بہشت اور دوزخ کے ذکر میں یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں۔

"بہشت یگانگت کا دوسرا نام ہے۔ جہاں دیکھنا۔ سُننا اور جاننا ایک ہی ذات کا ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ جنید بغدادی فرماتے ہیں۔

لیسَ فی جَنَّتِی سوی اللہ۔ یعنی جنّت میں اللہ کے سوا کچھ نہیں۔

خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے لیسَ فی الجنّۃ حوراً ولا قصوراً ولا لبن ولا عسل ضاحکاً" یعنی جنّت میں سوائے ذاتِ حق کی تجلیات کے نہ حور و قصور ہیں اور نہ دودھ اور شہد ہے۔

جو شخص اپنے غور و فکر کو اس نکتے پر مرکوز کر دے اور غیر حق سے اپنا تعلق یہاں تک منقطع کر دے تو یہ دنیا بھی اس کیلئے جنّت بن جائے گی۔ غرض جب سالک اس مقام تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔ تو ایک دائمی لذت سے بہرہ یاب ہوتا ہے اور اس آیت کریمہ کے مطابق

اللہ تعالٰی اسے انعام واکرام سے نوازتا ہے۔

انّ الذین آمنوا وعملوا الصٰلحٰت لھم جنّٰت تجری من تحتھا الانھار ذالک الفوز الکبیر۔

ترجمہ:۔ وہ جو ایمان لاتے اور نیک عمل کرتے ہیں ان کے لئے بہشت ہے جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور یہ بہت بڑا انعام ہے۔

اسی طرح دوزخ جسے کہتے ہیں دراصل وہ مقام بیگانگی ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے۔ انی بری مما تشرکون (میں شرک کرنے والوں سے بیزار ہوں) یعنی جو شرک کرتا ہے وہ دوزخی ہے اور ظاہر ہے جس کا مقام دنیا میں دوزخ ہے آخرت میں اس کا کیا حال ہوگا۔ یقیناً آتش سیاہ میں وہ جلتا رہے گا جو بیگانگی کے مقام کے لئے مخصوص ہے۔ آتش دوزخ کو اس وجہ سے سیاہ کہا گیا ہے کہ اس میں ہجر مستقل ہے۔ گویا دوزخ ہجر و فراق سے عبارت ہے تو جنّت یگانگت اور وصل سے موسوم ہے۔ اسی لئے تو اللہ تعالٰی فرماتا ہے۔ (ترجمہ) جو لوگ کافر ہیں وہ شیطان کے ساتھی ہیں جو ان کو روشنی سے تاریکی میں لے جاتا ہے۔)

بزرگوں کا قول ہے۔

کردۂ خویش برخویش است

یعنی جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ اب تو اس آیت کریمہ کے معنی سمجھ میں آگئے ہوں گے۔ لا تقلوا بایدیکم الی التھلکہ۔ ترجمہ:۔ اپنے ہاتھوں خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

حضرت سلطان التارکین نے قیامت کی وضاحت بھی کی ہے وہ فرماتے ہیں۔ "قیامت کے اصطلاحی معنی کھڑے ہونے یا قائم ہونے کے ہیں جسکی چار صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ جو سانس آتا ہے اور قائم ہو جاتا ہے۔ دوم وہ

ساعت جس میں قلب زندہ ہوتا ہے۔ سوم دن کا نکلتا اور قائم ہو جانا۔
چہارم جملہ اوقات جب آدمی خود سے گذر کر اللہ تعالیٰ سے مل جاتا ہے
اور پھر واپس نہیں آتا۔
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے۔
مَن مات فقد قام قیامتہ۔ ترجمہ:۔ جو مر گیا اس کے لئے قیامت آ گئی۔
جب سالک اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو اس پر
کل من علیھا فان و یبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔
ترجمہ:۔ ہر چیز فانی ہے اور باقی رہنے والی صرف ذاتِ حق ہے۔

قیامت کے لغوی معنی قائم ہونے کے ہیں۔ اور یہ اس وقت
سے قائم ہے جب اللہ تعالےٰ کا ظہور ہوا۔ اور حق تعالےٰ کی نہ ابتدا
ہے نہ انتہا۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔
دین و دنیا کے رموز یوں آشکارا فرماتے ہیں۔
"دنیا دوں سے بنا ہے جس کے معنی ہیں گھٹیا۔ پس معلوم ہوا
کہ دنیا گھٹیا ہے۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی قول ہے۔
الدنیا جیفۃ وطالبھا کلاب۔ ترجمہ:۔ دنیا مردار جانور ہے اور اسکے طالب کتے ہیں۔
اس کے معنی سمجھ میں آ جائیں تو
انما الدنیا لعب و لھو (ترجمہ:۔ دنیا کھیل تماشا ہے۔) کی حقیقت
بھی واضح ہو جائے گی۔
لہٰذا طالب کو چاہیئے کہ وہ دنیا سے اسطرح صرفِ نظر کرے کہ
الصوفی ھو اللہ (صوفی اللہ کی ذات میں گم ہو جاتا ہے) کا مصداق بن جائے۔
دین کے متعلق آپ کا ارشاد ہے۔

ڈین سے مراد دین (دنیا) ہے اور دین کا مطلب عین ہے یعنی خود کو اسطرح فنا کردے کہ وہ عینِ حق بن جائے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ طالبُ الدنیا مؤنث و طالبُ العقبیٰ مذکر۔ یعنی دنیا کا طالب مؤنث اور عقبیٰ کا طالب مذکر ہے اسلئے اگر کوئی طالبِ مولا ہے تو اسے چاہیئے کہ وہ خود کو ذاتِ حق میں اسطرح گم کردے کہ وہ عینِ حق ہوجائے۔ جب عینِ حق ہوگا تو الا کما کان (ذاتِ حق کے سوا کوئی ہستی نہیں) کی حقیقت کا پتہ چل جائے گا۔"

ذکر و فکر کے رموز بھی ملاحظہ ہوں۔

ذکر کے معنی یاد کرنا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ فاذکرونی اذکرکم۔ ترجمہ:۔ تم مجھے یاد کرو میں تمکو یاد کرتا ہوں۔

اس یاد کے دو طریقے ہیں۔ ایک معنوی اور دوسرا لفظی۔ جو لفظی ذکر کرتا ہے وہ اسکی اصل حقیقت سے ناآشنا رہتا ہے۔ معنوی ذکر حقیقی ذکر ہے جس سے خود اللہ ذکر نے والے کا ذکر کرتا ہے۔ جیساکہ کہا گیا ہے۔

لوکان ربک للمذکر مذکوراً فھو مذکوراً۔ ترجمہ:۔ جب کوئی اللہ کو یاد کرتا ہے تو اللہ بھی اس کو یاد کرتا ہے۔

لہٰذا معلوم ہوکہ یاد کرنا دراصل یاد کیا جانا ہے۔ جسطرح دستار در گردن (پگڑی باندھنا) اور دستار در گردن (پگڑی گردن میں ڈال کر بندہ بن جانا) میں فرق ہے یہی لفظی اور معنوی ذکر میں فرق ہے۔

"فکر کے معنی یافتن یا دریافتن ہے یعنی حاصل کرنا۔ ہم اسے دُریافتن سے تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی دریا سے موتی نکالنا۔ یہ موتی گوہر

وجود ہے جسے سالک دریائے موجودات میں غوطہ لگا کر نکالتا ہے۔
اس کے بعد یہ اشعار اپنے مضمون کی وضاحت میں درج کیے ہیں۔

عجب دریائے کہ دُر دُر است پنہاں
عجب دُرے کہ بے دریا بناشد

اگر تو می شوی واقف ز دریا
کہ دریا در محبت در بدریا

پہلے شعر کا مطلب یہ ہے کہ یہ دریا عجیب ہے جو موتی کے اندر چھُپا ہوا ہے۔

واضح ہو کہ دریا سے مراد کائنات اور دُر سے مراد انسانِ کامل ہے جو خلاصۂ کائنات ہے جسے عالمِ صغیر بھی کہتے ہیں۔ چونکہ انسان کامل ذاتِ حق میں فنا ہوتا ہے اور ذات کائنات پر محیط ہے اس لئے دُر یعنی انسانِ کامل میں دریا یعنی خالقِ کائنات سمایا ہوا ہے۔

دوسرے شعر کے معنی یہ ہیں کہ اگر تو دریا کی حقیقت سے آگاہ ہو جائے یعنی حقیقت اشیائے عالم کو تو سمجھ لے تو پھر تجھے معلوم ہوگا کہ موتی دریا کے اندر اور دریا موتی کے اندر ہے۔ اسی لئے حدیث شریف میں ہے۔ الانسان سری وانا سرہٗ۔ (انسان میرا راز ہے اور میں انسان کا راز ہوں) جب سالک اس منزل پر پہنچتا ہے تو

انخذوا الٰھین

کی حقیقت اس پر منکشف ہو جاتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دو معبودوں کو پکڑ لو۔ دو معبودوں سے مراد ایک اللہ تعالیٰ ہے اور دوسرا انسانِ کامل جو ذاتِ حق میں ملکر عینِ حق ہو جاتا ہے۔"

ساری کتاب ایسے ہی اسرار و رموز سے بھری ہوئی ہے جو حضرات طریقت کے راستے پر گامزن ہیں ان کیلئے اسکی حیثیت ایک شمعِ ہدایت کی ہے۔

حضرت سیرانی علیہ الرحمتہ کی رحلت

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کل شئ ھالک الا وجلہ - اور اس میں نہ کسی پیغمبر کی تخصیص ہے نہ صحابۂ کرام اور اولیائے عظام کی ۔ جو بھی اس دنیا میں آیا ہے اس نے موت کا ذائقہ ضرور چکھا ہے ۔ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی علیہ الرحمتہ بھی جو دوسرے عاشقانِ صادق کی طرح وصالِ حق کی تڑپ دل میں رکھتے تھے اس سے شرف اندوز ہوئے ۔

آپکی رحلت و وصال کی تفصیل اس طرح ہے کہ آپ نے ۱۱۹۷ھ میں خراسان کی طرف جانے کا عزم کیا ابھی ڈیرہ غازی خاں اور ملتان کے درمیان تلیری کے مقام پر پہنچے تھے جو لبِ دریائے چناب ہے کہ یکایک جانبِ جنوب مڑ گئے اور موضع کہچی میں پہنچ کر شیشم کے ایک درخت کے نیچے قیلولہ فرمانے لگے ۔ تھوڑی دیر بعد دیوان محمد غوث آپکی زیارت کیلئے آگئے ۔ انہوں نے ماحضر پیش کیا اور مجلسِ سماع کا بھی اہتمام کیا ۔ آپ نے ایک رات وہاں قیام فرمایا ۔ صبح دیوان صاحب کے پاس سے رخصت ہو کر وہراجی بندر کی راہ لی جو کاٹھیاواڑ میں ہے ۔ یہاں چند روز قیام کے بعد آپنے سفرِ پنجاب کا قصد کیا تو آپکے مرید حافظ محمد کوکی نے انتہائی الحاح و زاری سے درخواست کی کہ حضرت ایک رات اور توقف فرمائیں ۔ آپنے اسکی درخواست منظور کرلی ۔ رات ہوئی تو چپکے سے کھانے میں زہر ملا دیا تاکہ آپ وہاں سے کہیں اور نہ جاسکیں بلکہ وہراجی بندر میں آپکی قبر بنا کر مستقل حصولِ فیض کی صورت پیدا کرلے ۔ آپنے خلافِ عادت اس زہر آلود کھانے کو ضرورت سے زیادہ کھایا ۔ تھوڑی ہی دیر میں زہر کا اثر دل اور جگر پر ظاہر ہوا ۔ نمازِ عشا کا وقت ہو چکا تھا ۔ اسلئے آپنے پہلے نماز ادا فرمائی اور نماز کے بعد پانی طلب کیا ۔ حافظ کوکی کو جسے اب اپنے کئے پر پشیمانی تھی پانی پلانے میں تامل ہوا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ پانی زہر کے اثر کو تیز کر دیتا ہے ۔ لیکن حضرت قبلۂ عالم نے فرمایا کہ اے احمق ! آدمیں کو مٹکے میں ڈال کر اب پیچھے ہٹتا ہے ۔ حافظ کوکی نے بمجبوری پانی پیش کیا ۔ جسے پیتے ہی آپکو قے ہوئی ۔ حضرت قبلۂ عالم کے ایک اور

مریدمیاں ابوطالب نے جو آپکے حجرہ میں تھے برتن آپکے آگے رکھا۔ اب جو قئے ہوئی تو جگر کے ٹکڑے کٹ کر باہر آگئے۔

اس حالت میں حضرت نے فرمایا کہ ابھی قضائے معلق میں میری عمر کے چار سال باقی تھے لیکن قضائے مبرم اس پر غالب آگئی۔ غرض بار بار قئے ہوتی رہی اور نقاہت میں اضافہ ہوتا گیا جونہی اہلِ شہر کو اسکی خبر ملی بڑی تعداد میں لوگ جمع ہو گئے۔ حضرت نے لوگوں کا ہجوم دیکھا تو میاں ابوطالب سے فرمایا کہ لوگوں کو کہو کہ یہ اپنے گھر جائیں۔

میاں ابوطالب کے کہنے پر شہر کے لوگ چلے گئے تو ایسا محسوس ہوا کہ حضرت رخصت ہو رہے ہیں۔ چنانچہ ابوطالب نے نزدیک جا کر آنکھوں پر ہاتھ رکھے ہی تھے کہ آپ نے فرمایا کہ ابھی وہ وقت نہیں آیا جسکا انتظار ہے۔ پھر جذبے کی حالت میں چھت کی کڑیوں کو مضبوطی سے پکڑ کر کھڑے ہو گئے۔ ابوطالب نے موقع غنیمت جان کر عرض کیا یا حضرت آپکے بعد آپکے صاحبزادگان کا کیا حال ہوگا۔ پھر ابوطالب نے دریافت کیا کہ قبلہ مرقد مبارک کس جگہ بنایا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ جس جگہ چاہو گڑھا کھود کر چھپا دینا۔ اسطرح آپ جمیعِ تعلقات اور اغراض سے فارغ ہو گئے۔ عَاشَ وَحِیداً وَّمَاتَ شَہِیداً فَرِیداً۔

اس کے بعد آپ بیٹھے اور مراقب ہو کر ذکر اِرہ میں مشغول ہو گئے۔ اس وقت آپکی کیفیت دیکھنے کے قابل تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آسمان اور زمین کے طبقات پر آپکے جذب کا اثر ہو رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد آپ بستر پر دراز ہو گئے اور ابوطالب سے فرمایا کہ اب وقت آگیا ہے۔ ابوطالب قریب پہنچے تو آپکے منہ سے ہُو کی آواز نکل رہی تھی۔ تھوڑی دیر میں یہ آواز بھی ختم ہو گئی اور آپ "ہو بہو" ہو کر خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

حضرت سلطان التارکین نے وصیت فرمائی تھی کہ حافظ محمد کو کسی سے کوئی باز پرس نہ کرے۔ بلکہ جہانتک ممکن ہو اسکے ساتھ حسنِ سلوک کا برتاؤ کیا جائے اسکے علاوہ آپ نے دس روپے اپنے پاس سے حافظ مذکور کو دیکر کہا تھا کہ اسمیں سے پانچ روپے کفن پر خرچ کرنا اور پانچ روپے فقراء و مساکین میں تقسیم کرنا۔ قبر کے واسطے جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ کسی جگہ زمین میں گڑھا کر کے دفن کر دینا۔ چوتھی وصیت یہ تھی کہ شیخ نتھو کو جس نے آپکی قے کا برتن منہ سے لگا لیا تھا شہر میں نہ رہے گا اس کا خیال رکھنا۔ چنانچہ اسی کے مطابق عمل کیا گیا۔

ابوطالب اور دیگر حاضرین تجہیز و تکفین میں مصروف ہوئے۔ نماز جنازہ میں ہزاروں آدمیوں نے شرکت کی۔ یہ حادثۂ فاجعہ جس دن پیش آیا اس دن ربیع الآخر کی ۱۶ تاریخ تھی۔ اور سن ۱۱۹۷ ہجری تھا۔ اس کے سات ماہ بعد شوال کے مہینے میں اسکی اطلاع بہاولپور پہنچی۔ اس خبر کے پہنچتے ہی صاحبزادہ اویس بخش اور حاجی محمد اعظم آٹھ شوال دہراجی بندر روانہ ہوگئے۔ کچھ دن بعد حضرت خواجہ سلطان احمدی دیگر رفقا کے ساتھ بھنڈی شریف سے بہاولپور تشریف لے آئے اور چند ساتھیوں کو ہمراہ لیکر دہراجی بندر کیطرف روانہ ہوگئے۔ کئی دن کی منازل طے کرکے جب یہ حضرات دہراجی پہنچے تو حضرت اویس بخش اور حاجی محمد اعظم پہلے سے وہاں پہنچ چکے تھے۔ تقریباً بیس روز تک حضرت سلطان التارکین کا جسدِ مبارک بہاولپور منتقل کرنے کے سلسلے میں اہل دہراجی سے گفت وشنید ہوتی رہی۔ ان لوگوں کی خواہش تھی کہ حضرت کو یہیں رہنے دیا جائے لیکن یہ حضرات کسی طرح اس بات پر راضی نہ ہوئے۔ بالآخر ۲۵ ماہ صفر کو لحد سے آپکو نکالا۔ جسم مبارک جوں کا توں محفوظ تھا۔ اعضا میں گرمی، پیشانی پر پسینہ اور بدن میں نرمی معلوم ہوتی تھی۔ منتقلی نعش کے لئے صندوق تیار کرایا گیا تھا لیکن حضرت قبلہ عالم نے خواب میں فرمایا کہ چارپائی پر لیجاؤ۔ چنانچہ چارپائی کے ساتھ بالش باندھکر آپ کو اٹھایا گیا۔ جب رخصت ہوئے تو ہزاروں لوگ گریاں و نالاں ساتھ ہولئے۔ پانچ چھ کوس طے ہوگئے تو بمشکل ان لوگوں کو رخصت کیا۔ اس کے باوجود گوٹھ بخشا میں پہنچنے تک ادہر ادہر سے لوگ آکر کندھا دیتے رہے اور اسطرح آپکی میت نہایت سہولت کے ساتھ گوٹھ بخشا پہنچ گئی۔ کہتے ہیں کہ جب آپکی میت گوٹھ بخشا قسمانی سے پانچ کوس ادہر گوٹھ جیا پوستی میں پہنچی تو قوم داد پوترہ کی ایک ضعیفہ خاتون جو بڑی عبادت گذار اور صالحہ تھیں عطر گلاب کی شیشی اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے آئیں اور شوقِ زیارت کا اظہار کیا۔ خاتون کا نام مائی حلیمہ تھا یہ حضرت کی منہ بولی بہن تھی۔ حضرت کبھی کبھار انکے پاس آکر قیام فرماتے تھے۔ مائی حلیمہ کی خواہش تھی کہ حضرت کا مرقد مبارک گوٹھ جیا پوستی میں بنے۔ چنانچہ سب لواحقین نے مائی صاحبہ کے جذباتِ کا احترام کرتے ہوئے وہیں آپکو سپرد خاک کردیا گیا۔ اس وقت سے آجتک یہ جگہ مرجع خلائق ہے اور انشاءاللہ تا قیامت فیوض وکرامات کا مرکز رہیگی۔

اگر گیتی سراسر باد گیرد — چراغِ مقبلاں ہرگز نمیرد